پیامِ نور

اخلاقی دروس

علامہ سید عارف حسین الحسینی شہید

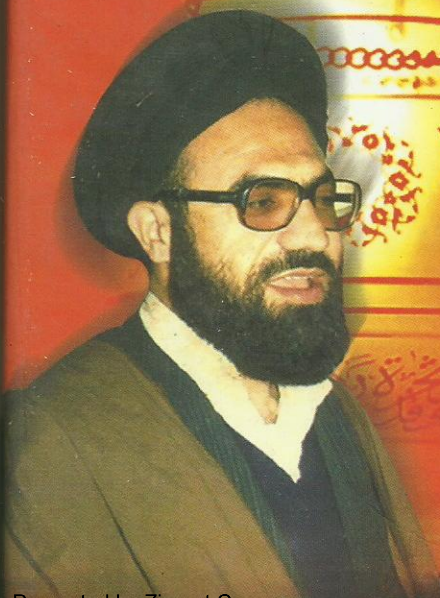

العارف اکیڈمی

پاکستان

Presented by Ziaraat.Com

یه کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم هیں

مو منین بھی اس سے استفاده حاصل کرسکتے هیں.

منجانب.

سبیلِ سکینه

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by Ziaraat.Com

۷۸۶

۹۲_۱۱۰

یا صاحب الزّماں ادرکنی

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

Presented by Ziaraat.Com

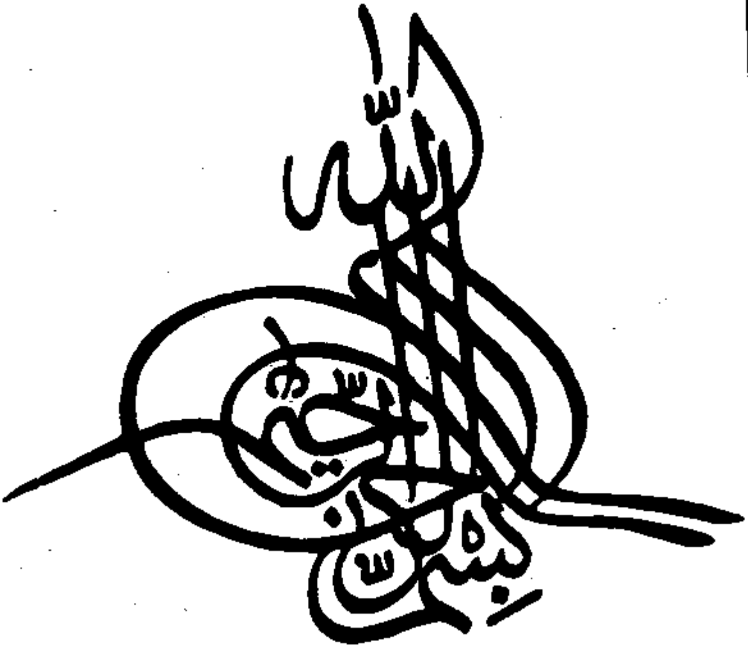

Presented by Ziaraat.Com

پیامِ نور

اخلاقی دروس

علامہ شہید عارف حسین الحسینیؒ

العارف اکیڈمی پاکستان

Presented by Ziaraat.Com

(جملہ حقوق طبع بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب	پیام نور
دروس	شہید مظلوم علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ
کمپوزنگ	العارف اکیڈمی
ناشر	العارف اکیڈمی
مطبع	
اشاعت اول	۵۔ اگست ۱۹۹۵ء
اشاعت دوئم	۲۱ مارچ ۱۹۹۷ء
اشاعت سوئم	۲۱ مارچ ۲۰۰۸ء
تعداد	ایک ہزار
قیمت	[redacted] روپے

قیمت -/150 روپے
العارف اکیڈمی

Presented by Ziaraat.Com

فہرست مضامین

حصہ اول

نمبر شمار	موضوع	صفحہ	نمبر شمار	موضوع	صفحہ
۱۔	پیش لفظ	۷		روحانی مرض کی علامت	۱۱۱
	قائد شہیدؒ کا پیغام	۹	۱۰۔	قلب منیب یا قلب سلیم	۱۲۰
	نوحہ امام خمینیؒ بر شہادت حسینیؒ	۱۱	۱۱۔	عقل کے تین دشمن	۱۳۰
	تربیتی دروس کی اہمیت	۱۷		تقویٰ اور حکمت عملی	۱۳۳
	استقامت	۲۰	۱۲۔	نماز	۱۳۸
	سکاکی کی مثال	۲۲		تکبیر کی حقیقت	۱۳۹
۲۔	غرض خلقت ۔ معنوی ترقی	۲۹	۱۳۔	روزہ اور رمضان المبارک	۱۵۰
	معنوی ترقی کی شرائط	۳۰	۱۴۔	روزہ اور رمضان المبارک	۱۵۴
۳۔	تفسیر سورہ التین	۳۸		رسول اکرمؐ کا خطبہ	۱۵۷
۴۔	انسان کامل	۴۸	۱۵۔	روزے کے فوائد	۱۶۵
	دورہ ایران و لبنان	۵۲		پنجتن پاک کی مظلومیت	۱۷۸
۵۔	علم اخلاق	۵۸	۱۶۔	قرآن مجید سے استفادے کی شرائط	۱۸۱
	بعثت انبیاءؑ	۶۰	۱۷۔	عدل کے بارے میں مختلف نظریات	۱۹۰
	حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ تبلیغ	۶۴		عدل الٰہی کے مختلف معانی	۱۹۴
	انبیاء اور حکماء کا طریقہ	۶۸	۱۸۔	عدل الٰہی	۲۰۰
	رضایت الٰہی کا معیار	۷۰		عدل شیعہ مذہب کا امتیاز	۲۰۲
	بوعلی سینا اور ان کا شاگرد	۷۲		نام نہاد علماء کی فقہاء کے لئے خدمات	۲۰۳
	عبدالملک اور فقیہ کا قصہ	۷۳		جعلی احادیث کی سرگزشت	۲۰۵
۶۔	فلاسفہ کے طریقہ پر اعتراضات	۷۸	۱۹۔	تقویٰ کے اثرات	۲۱۵
	مقصد بعثت انبیاء	۸۲	۲۰۔	تقویٰ کے اثرات	۲۲۴
۷۔	نفس کیا چیز ہے؟	۹۰		تقویٰ اور امراض سے بچاؤ	۲۲۸
	نفس امارہ	۹۱	۲۱۔	عقل و ہوش	۲۳۳
	نفس لوامہ	۹۵		مشکلات زندگی کا حل	۲۳۵
	حاضرین کے سوال و جواب	۹۹	۲۲۔	تقویٰ ۔ حق و باطل میں تمیز	۲۳۵
۸۔	نفس مطمئنہ	۱۰۳		چند احادیث	۲۳۸
۹۔	نفس مطمئنہ	۱۰۸		حدیث حضرت ابوذرؓ	۲۵۲
	روحانی اور جسمانی امراض	۱۱۰		حدیث کا مکمل متن	۲۵۴

Presented by Ziaraat.Com

حصہ دوم

نمبر شمار	موضوع / مناسبت	صفحہ
۲۳۔	محرم الحرام کے سلسلے میں شہیدؒ کا پیغام	۲۵۶
۲۴۔	قائد شہیدؒ کا پیغام قوم کے نام	۲۵۹
۲۵۔	محرم الحرام کی مناسبت سے قائد شہیدؒ کا پیغام	۲۶۲
۲۶۔	محرم الحرام کی مناسبت سے قائد شہیدؒ کا پیغام	۲۶۵
۲۷۔	محرم الحرام کی آمد پر قائد شہیدؒ کا پیغام	۲۶۸
۲۸۔	خطباء و ذاکرین کے نام شہیدؒ کا پیغام	۲۷۲
۲۹۔	چہلم سید شہداءؑ کی مناسبت سے شہیدؒ کا پیغام	۲۷۴
۳۰۔	پیغام قائد شہیدؒ بمناسبت چہلم سید الشہداءؑ (۱۴۰۸ھ)	۲۷۶
۳۱۔	یوم خواتین کی مناسبت سے شہید حسینیؒ کا پیغام	۲۷۸
۳۲۔	سید الشہداءؑ کے چودہ سو سالہ جشن ولادت پر شہیدؒ کا پیغام	۲۸۴
۳۳۔	پیغام شہید حسینیؒ بمناسبت ۱۴ سو سال جشن حضرت زینبؑ	۲۸۷
۳۴۔	قائدؒ کا پیغام بسلسلہ ولادت امام آخر الزمانؑ	۲۹۰
۳۵۔	پیغام قائد شہیدؒ بمناسبت یوم مستضعفین	۲۹۲
۳۶۔	پیغام شہیدؒ بمناسبت پندرہ شعبان	۲۹۴
۳۷۔	ماہ رمضان کی مناسبت سے قائد شہیدؒ کا پیغام	۲۹۶
۳۸۔	ہفتہ نزول قرآن کی مناسبت سے قائد شہیدؒ کا پیغام	۲۹۸
۳۹۔	پیغام قائد بمناسبت یوم انہدام جنت البقیع	۳۰۱
۴۰۔	یوم انہدام جنت البقیع کی مناسبت سے قائد کا پیغام	۳۰۳

Presented by Ziaraat.Com

پیش گفتار

بسم رب الشهداء والصدیقین

وَ لَا تَقُولُوا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ (بقرۃ : ۱۵۴)

''اور جو لوگ راہ خدا میں قتل کیے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں (ان کی اس زندگی کا) شعور نہیں۔''

علامہ عارف حسین الحسینی ؒ کی شہادت پر رہبر کبیر نائب الامام آیۃ اللہ العظمٰی حضرت روح اللہ خمینی نے تاکید فرمائی کہ شہید راہ حق (علامہ سید عارف حسین الحسینی ؒ) کے افکار کو زندہ رکھیں۔

اس الٰہی فریضہ کی ادائیگی کی ایک عاجزانہ کوشش کی گئی تو ملک کے طول و عرض سے شہیدؒ کے خطابات پر مشتمل تقریباً ۱۵۰ کیسٹ میسر آئے۔ ان خطابات میں دروس، تعلیمی تقاریر، مجالس اور متفرق کلام ہیں۔ ان تقاریر کے الفاظ کو ضبط تحریر میں لایا گیا۔ خطبات کو تحریری شکل میں ڈھالنے کے لئے متن کی معمولی آراستگی کی گئی ہے۔ شہید کے الفاظ اور حاصل کلام کی صحت ہرگز متاثر نہیں ہوئی اور یوں پیغام نور کا تیسرا ایڈیشن پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔

قارئین کے لئے مخلصانہ دعوت فکر ہے کہ وہ مطالعہ کے بعد اندازہ کریں کہ ایک عالم ربانی کی زبان سے ادا کئے گئے الفاظ کی کیا قدر و قیمت ہو سکتی ہے۔؟ پر لطف حقیقت یہ ہے کہ شہید کا ہر قول اور ہر لفظ ان کے ذاتی کردار اور افعال سے مطابقت اور ہم آہنگی رکھتا ہے۔ آپ پوری زندگی شب زندہ دار رہے۔ آپ کی ہر سحر خالق کے روبرو مکمل حضور قلب کے ساتھ عبادت اور راز و نیاز میں

Presented by Ziaraat.Com

گزری اور غالباً خالق نے اپنے وعدہ کے مطابق آپ کو مقام محمود سے سرفراز کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عام قاری کو پیام نور میں زندگی کے رموز اور کائنات کی بعض اہم حقیقتوں سے با آسانی آشنائی حاصل ہو گی۔

نجی زندگی ہو یا اجتماعی، تنظیمی مسائل ہوں یا میدان سیاست علامہ سید عارف حسین الحسینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کے کئے گئے فیصلہ جات، اصول، بلکہ ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ایک زندہ حقیقت ہے۔ ارض پاکستان کے ساتھ ان کی حیات طیبہ کا تعلق مقام محمود پر فائز صالحین میں سے ایک برگزیدہ ہستی کا ہے۔ جس کا اسوہ حسنہ اس خطہ ارض پر اس دور میں بسنے والے انسانوں کے لئے میزان حق ہے۔ اس میزان حق پر پورے اترنے کی اولین شرط آپ کی ذات اقدس کی معنوی معرفت اور یقین محکم ہے۔ اس منزل کے حصول اور آپ کی عطا کردہ رشد و ہدایت کو اپنا لینے کے عزم بالجزم کے بعد ہر شخص محسوس کرے گا کہ زیست کے امتحان میں ہر تاریکی کے وقت آپ کے الفاظ نورانیت قلب کا باعث ہیں اور ان کی اتباع میں کامیابی کا یقین اور ان سے انحراف گمراہی کا پیش خیمہ ہو گا۔

العارف اکیڈمی

لاہور

Presented by Ziaraat.Com

قائدؒ کا پیغام دارالتبلیغ پاکستان کے نام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَا اَنَّ لِكُلِّ مَأْمُوْمٍ اِمَامًا يَقْتَدِيْ بِهٖ وَيَسْتَضِيْءُ بِنُوْرِ عِلْمِهٖ۔

ہر ماموم کا کوئی امام ہوتا ہے جو اس کی پیروی کر کے اس کے نور علم سے منور ہوتا ہے۔ (حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام)

یہ ایام اس ذات سے منسوب ہیں جو بیک وقت عظیم ترین فیلسوف الٰہی بھی تھے اور بزرگ ترین انقلابی رہبر بھی، ہدایت کا بلند ترین مینار، علم و عرفان اور حکمت کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھی۔ جہاد کے میدان میں نڈر سپاہی، محراب عبادت میں عبد مطیع اور ظلمت گمراہی میں بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے حق و صداقت کی طرف ہدایت کرنے والا عظیم ترین پیرو مرشد۔

رات کی تاریکیوں میں ماسوائے اللہ کے ہر شے سے منقطع ہو کر اس کی عظیم روح عرفان کے بلند ترین منازل کی سیر کرتی تو دن کے اجالے میں معاشرے کے بے کس اور درد مند انسانوں کے لئے رؤف، سرپرست و مہربان باپ کی حیثیت سے ان کے درد و مصیبتوں کے حل کے لئے کوشاں رہتے۔ جہاں رات کی تاریکیوں میں ستاروں کی آنکھوں کو اپنے عابدانہ آنسوؤں سے اور آسمان میں فرشتوں کے کانوں کو عاشقانہ مناجات سے کبھی محروم نہ کیا وہاں دن کے اجالے میں علم و حکمت و عرفان کے تشنگان کو اپنے سینے میں موجود خدائی ذخیرہ علم سے سیراب کرتے رہے۔ خلاصہ علیؑ وہ ہستی ہے جس کی توصیف سے زبان عاجز اور قلم لکھنے سے قاصر ہے آپ کی شخصیت مظہر صفات الٰہی اور حجت خدا ہیں۔

افسوس کہ ہمارے امام اتنے عظیم صفات و کمالات کے مالک لیکن ہم ان کی پیروی کرنے کے مدعی ہونے کے باوجود اس کے بتائے ہوئے اصولوں پر صحیح معنوں میں گامزن نہ ہو سکے۔

Presented by Ziaraat.Com

مولا علیؑ کی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر عمل ہمارے لئے ایک درس اور ایک ہدایت نامہ ہے اگر مولاؑ کی زندگی میں میثم تمارؓ، کمیلؓ، مالک اشترؓ اور محمد بن ابی بکرؓ جیسے عظیم انسان تربیت ہوئے تو آج بھی مولاؑ کے کلمات مواعظ و حکم کی برکت سے قوم کے لئے مایہ ناز خادم، مخلص سپاہی اور باایثار لیڈر تربیت کئے جا سکتے ہیں۔

میں قوم کے بزرگوں، دانشوروں اور نوجوانوں سے بحیثیت مولاؑ کے شیدائی کے درخواست کرتا ہوں کہ نہج البلاغہ کو نہ بھولیں وہ کتاب جو "دُوْنَ کَلَامِ اللّٰہِ اور فَوْقَ کَلَامِ الْبَشَرِ" ہے اپنی زندگی کے تمام مسائل چاہے وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی، سیاسی ہوں یا معاشی، جہاد کے رموز ہوں یا شہادت کی منازل سب کے لئے مولائے کائنات کی زندگی کا دقیق مطالعہ کریں۔

اور آخر میں ادارہ دارالتبلیغ الاسلامی کے مخلص سرپرستوں اور اراکین کے لئے مزید کامیابی کا آرزومند ہوں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

العبد

عارف حسین الحسینی

۸ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

Presented by Ziaraat.Com

شہید مظلوم

علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ

کے چہلم کی مناسبت سے

حضرت امام خمینیؒ

کا

تعزیتی پیغام

Presented by Ziaraat.Com

باسمہ تعالیٰ

محترم علمائے کرام ، حجج الاسلام اور پاکستان کی قابل قدر قوم ایدھم اللہ تعالیٰ

اسلام و انقلاب کے شیدائی اور وفادار، محروموں اور مظلوموں کا دفاع کرنے والے اور **سید الشہداء جناب اباعبداللہ الحسین علیہ السلام کے فرزند صادق حجت السلام سید عارف حسین الحسینیؒ** کی شہادت کے سلسلے میں آپ لوگوں نے مجھے جو تبریک و تعزیت کے پیغامات، خطوط اور ٹیلیگرام وغیرہ ارسال کئے ہیں وہ مجھے موصول ہو گئے ہیں اگرچہ یہ عظیم سانحہ مسلمانوں کے قلوب اور خاص طور پر اسلام کے حقیقی اہل احساس ذمہ داری رکھنے والے علمائے کرام کے لئے ایک گہرا گھاؤ ہے، تاہم اس قسم کا سانحہ نہ صرف ہمارے لئے بلکہ دنیا بھر کے مظلوموں اور خاص طور پر پاکستان کی اس عظیم قوم کے لئے جس نے خود استعمار کی تلخیوں کا ذائقہ چکھا ہوا ہے اور جس نے بھرپور جدوجہد، جہاد اور شہادتوں کے نذرانوں کے بعد اپنی آزادی حاصل کی ہے قطعی طور پر غیر متوقع نہ تھا۔ **اسلامی معاشروں کے درد آشنا وہ مجاہدین جنھوں نے محروموں اور پابرھنہ لوگوں کے ساتھ اپنے خون کا نذرانہ پیش کرنے کا عہد کر رکھا ہے انہیں جان لینا چاہئے کہ ابھی تو مقابلے کا آغاز ہے** ۔ اس لئے کہ استعمار و استثمار کی دیواریں ڈھانے اور حقیقی اسلام محمدیؐ کی منزل تک پہنچنے کے لئے انہیں ابھی ایک طویل راہ درپیش ہے۔

علامہ سید عارف الحسینیؒ ہی کی مثال کو پیش نظر رکھنے کے بعد غور کریں کہ ایک مومن کے لئے اس سے بڑی بشارت و سعادت اور کیا ہو گی کہ وہ محراب عبادت حق سے خون آلود چہرہ لئے خود کو "اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ" کی منزل پر پائے، اور نہ صرف یہ کہ خود جام شہادت نوش کر کے لذت وصال محبوب سے

Presented by Ziaraat.Com

لطف اندوز ہو بلکہ اپنے ساتھ ہزاروں تشنگان عدالت کو بھی سر چشمہ نور سے سیراب ہوتا دیکھے۔

اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنے والے حقیقی علماء اور بزرگان دین اور نام نہاد علماء میں یہی تو فرق ہے کہ اسلام کے جانباز مجاہد علماء ہمیشہ سے ہی جہان خوار ظالموں کے زہر آلود تیروں کا ہدف بنتے چلے آئے ہیں اور ظلم و قضا کا پہلا تیر انہی کے سینوں میں پیوست ہوتا رہا ہے جبکہ نام نہاد علماء دنیا طلب اور زر پرستوں کی حمایت کے سائے میں باطل کو رواج دینے والے بن جاتے ہیں یا پھر ظلم کی تائید اور مدح سرائی کرتے نظر آتے ہیں۔ ہم نے آج تک کسی بھی درباری ملاں یا کسی بھی وہابی عالم کو نہیں دیکھا کہ وہ ظلم و شرک کے خلاف، خصوصاً روس جیسے جارحیت پسند اور امریکہ جیسے جرائم پیشہ کے خلاف مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑا ہو جبکہ اس کے برعکس آج تک ہم نے خدائے بزرگ و برتر اور مخلوق خدا سے عشق کرنے والے اور ان کی خدمت کے جذبہ سے سرشار کسی حقیقی دینی عالم کو نہیں دیکھا کہ وہ پابرہنہ لوگوں کی مدد کرنے میں تامل کرے یا اپنے آخری اور حقیقی منزل تک رسائی سے قبل ہی کفر و شرک کے مقابلے سے تھک کر بیٹھ گیا ہو۔ علامہ عارف حسین الحسینی " ایسے ہی تھے۔

مجھے قطعی یقین ہے کہ پوری دنیا کی مسلم اقوام بخوبی جان چکی ہیں کہ یہ عظیم سانحہ کیونکر رونما ہوا۔ تمام مسلم اقوام کو سوچنا چاہئے کہ آخر وہ کونسی وجہ ہے کہ اسلامی ملک ایران میں مطہری، بہشتی، شہدائے محراب اور ہزاروں مایہ ناز علماء کو جبکہ عراق میں باقر الصدر، محسن الحکیم اور ان کے خاندان سے تعلق رکھنے والے بے شمار حقیقی اور سچے علمائے دین کو ہی نہیں بلکہ لبنان میں راغب حرب جیسی شخصیتوں کو اور پاکستان میں علامہ عارف حسینی " جیسی گراں قدر ہستیوں کو یا دیگر تمام اسلامی ممالک میں ان حقیقی علمائے کرام کو جن کے دل اسلام کے لئے تڑپتے ہیں اور جو

Presented by Ziaraat.Com

حقیقی محمدیؐ اسلام کے فروغ کے انتھک جدوجہد کرنے والے تھے انکوں ہی ہمیشہ ظالموں نے اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنایا ہے۔

پاکستان کے باشرف اور غیور عوام جو حقیقی معنوں میں ایک انقلابی ملت ہیں اور اسلامی اقدار کے پابند ہیں اور جن سے ہمارا بہت قدیمی، گہرا انقلابی، ایمانی اور ثقافتی رشتہ ہے **میں انھیں اس امر کی تاکید کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ وہ شہید راہ حق (علامہ عارف الحسینیؒ) کے افکار کو زندہ رکھیں۔** اور ابلیس زادوں کو حضرت محمدؐ کے حقیقی اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کی اجازت نہ دیں۔ آج جبکہ مشرق و مغرب کی استکباری قوتوں میں عالم اسلام سے براہ راست مقابلے کی ہمت نہیں رہی ہے تو انہوں نے عاجز آکر ایک طرف تو سیاسی مذہبی شخصیات کے قتل اور دوسری طرف امریکی اسلام پر مبنی ثقافت کی ترویج کے لئے کوششیں تیز تر کر دی ہیں۔ کاش ان عالمی خون خواروں کی تمام تر دست درازیاں، مجاہد پرور مسلم سرزمین افغانستان میں کی گئی دست درازی کی مانند اعلانیہ اور برملا ہوتیں تا کہ مسلمان غاصبوں کے جھوٹے تکبر و اقتدار کے بت کو پاش پاش کر ڈالتے **مگر امریکی اسلام سے مقابلے کی راہ خاصی پر پیچ اور عجیب ہے۔** ضروری ہے کہ اس کے تمام پہلو ان پابرہنہ مسلمانوں پر روشن ہوں مگر صد افسوس کہ ابھی بہت سی اسلامی اقوام کے لئے امریکی اسلام اور خالص محمدیؐ اسلام، پابرہنہ لوگوں اور محروموں کے اسلام اور ریاکاروں، سنگدلوں، سرمایہ داروں، خدافراموش آرام و آرائش میں پڑے افراد کے اسلام کی درمیانی حد واضح نہیں ہے اور اس حقیقت کی وضاحت کی ایک مکتب فکر اور ایک آئین میں دو متضاد انداز فکر کا وجود ممکن نہیں، یہ وضاحت ایک اہم سیاسی فریضہ ہے **اور اگر یہ کام دینی مدارس کے ذریعے کیا گیا ہوتا تو قوی امکان تھا کہ ہمارے عزیز سید عارف حسین الحسینیؒ آج ہمارے درمیان**

Presented by Ziaraat.Com

ھوتی ۔ تمام علماء کا فرض ہے کہ ان دونوں انداز فکر کی وضاحت کے ذریعے اپنے پیارے مذہب اسلام کو مشرق و مغرب کے چنگل سے آزاد کرائیں۔ اگرچہ ان محترم شہیدوں کا خون اعلیٰ معنوی اقدار کی منازل سے تمام خس وخاشاک کو بہا لے جائے گا اور یہی خون ناحق باطل کی تبلیغ و ترویج کرنے والوں کو غرقاب کر دے گا۔ مگر ہمیں اس بات سے بھی بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ آج تمام دشمنان اسلام کے وہ کٹھ پتلی عناصر جنہیں شرق و غرب نے سامراجیت کی تکمیل کے لئے آمادہ کیا ہے انہوں نے ہی مسلمانوں کو خواب غفلت میں مبتلا کیا ہے اور خود مرکب مراد پر سوار ہو کر پوری قوت سے اسلام و قرآن کو اپنا دشمن قرار دے رہے ہیں مگر آج روس اور امریکہ نے مقدس انقلاب اسلامی ایران کے نتیجے میں سینکڑوں سیاسی، عسکری اور ثقافتی ناکامیوں کا منہ دیکھا ہے اور دنیا بھر میں ہر جگہ ان کے حیات بخش مفادات کے خلاف اسلام کی طرف سے خطرے کا سگنل دیا جا چکا ہے۔ **لھذا اب ھمیں چاھئے کہ پورے شعور کے ساتھ مشرقی اور مغربی استکبار کے مکر و فریب کو پہچان کر اس کا سدباب کریں۔**

مسلم اقوام کو چاہئے کہ وہ عالمی طاقتوں کے فریب و دشمنی کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے اصول وضع کریں جبکہ بظاہر حالات اس کے برعکس نظارہ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔

ہم نے ولایت خدا کی اور نبی اکرمؐ اور آئمہ معصومین علیہم السلام کی خوشنودی اور رضا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے **اور ضروری ھے کہ ھم خلوص دل سے ھر اس چیز سے متنفر اور دور ھوں جو ان سب کی رضا کے برعکس ھو اور اس دوری پر ھمیں فخر بھی ھونا چاھئے۔**

میں دیندار اور مذہبی علماء اور جناب حجت الاسلام سید عارف حسین الحسینی کے محترم خانوادے اور پاکستان کی مسلمان قوم کو اس عظیم شہادت پر تعزیت اور مبارک

Presented by Ziaraat.Com

یاد پیش کرتا ہوں اور اس ملک کے تمام مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اسلامی ملک ایران آپ کے اسلامی تشخص، آپ کی آزادی اور عزت و شرافت کے دفاع کے لئے ایک سچے دوست کی حیثیت سے ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے گا۔

میں اپنے عزیز بیٹے سے محروم ہوا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مصائب برداشت کرنے اور شہیدوں کی راہوں میں پہلے سے زیادہ عمل کے چراغ جلائے رکھنے کی توفیق عنایت فرمائے اور ظالموں کے مکر و فریب کو خود انہی پر موڑ دے اور ارجمند مسلمان قوم کو شہادت اور جہاد کے راستے میں ثابت قدم رکھے۔

والسلام علی عباد الله الصالحین

روح الله الموسوی الخمینی

۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۹ ہجری

Presented by Ziaraat.Com

دروس کی اہمیت پر قائد شہیدؒ کا درس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ وَ عَلٰی آلِہٖ آلِ اللّٰہِ وَاللَّعۡنَۃُ الدَّائِمَۃُ عَلٰی اَعۡدَائِہِمۡ اَعۡدَاءِ اللّٰہِ مِنَ الۡآنَ اِلٰی یَوۡمِ لِقَاءِ اللّٰہِ وَ بَعۡدُ فَقَدۡ قَالَ اللّٰہُ اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ○ اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ۔ (حم سجدہ ۔ ۳۰)

آیہ شریفہ کے حوالے سے کچھ عرائض پیش کرنے سے پہلے یہ عرض کروں گا کہ اس قسم کی مجالس کی کیا ضرورت ہے؟ چونکہ ہم چاہتے ہیں کہ معارف اسلامی سے آگاہ ہوں اور واقعیت سے ہمیں آگاہی حاصل ہو۔ اب ہماری یہ ضرورت کہاں سے پوری ہوسکتی ہے؟ کیا گھر سے پوری ہوسکتی ہے؟ نہیں! اس لئے کہ گھر میں ہمارے والدین یا تو ان پڑھ ہیں یا اگر پڑھے لکھے ہیں تو ان میں سے کوئی دفتر میں کام کرتا ہے کوئی کہیں ااور کوئی کہیں۔ کسی کے والدین جب رات کو گھر آتے ہیں تو اگر اس قسم کے سوالات ان سے کریں تو وہ فوراً غصے میں آ کر خاموش کرا دیں گے۔ پس گھر سے ہماری یہ ضرورت پوری نہیں ہوتی۔

دوسری جگہ جہاں سے ہمیں یہ ضرورت پوری کرنی چاہئے وہ معاشرہ ہے۔ معاشرہ بھی آپ دیکھتے ہیں کس رخ پر چل پڑا ہے وہاں زیادہ تر مادیت ہے یا اس طرح کے دوسرے مسائل ہیں۔ جن چیزوں پر گفتگو ہمارے معاشرے میں نہیں وہ ہیں معارف اسلامی' اخلاق اسلامی' تربیت اسلامی...... ان چیزوں کے متعلق کوئی بحث ومباحثہ نہیں ہوتا۔ پس معاشرہ بھی ہمیں مثبت جواب نہیں دیتا۔

تیسری جگہ ہمارے سکول' یونیورسٹیاں اور کالجز ہیں۔ وہاں بھی ہماری بدقسمتی ہے کہ تعلیم تو ہے (اگرچہ آج کل وہ بھی نہیں ہے' مسئلہ بہت زیادہ نقل تک پہنچ

Presented by Ziaraat.Com

گیا ہے) لیکن تربیت، معارف اسلامی اور حقائق سیکھنے سکھانے کا وہاں کوئی انتظام نہیں ہے لہذا ہماری یہ ضرورت وہاں سے بھی پوری نہیں ہوسکتی۔

ایک اور جگہ جہاں سے یہ ضرورت پوری ہوسکتی ہے دینی مدارس ہیں۔ دینی مدارس سے ہمارا رابطہ بہت کم ہے اس کے علاوہ مساجد اور امامباڑے ہیں (جو واقعاً ہمارے مورچے ہیں) لیکن ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ یہاں سے بھی ہماری یہ ضرورت پوری نہیں ہوتی۔

آپ دیکھتے ہیں کہ جہاں نماز جمعہ کا انتظام ہے وہاں زیادہ تر عربی خطبہ پڑھا جاتا ہے اور عوام اور ماموین جو وہاں حاضر ہوتے ہیں وہ ان الفاظ کے معانی تک نہیں جانتے۔ اس کے علاوہ بھی مساجد میں کوئی خاص انتظام نہیں۔ (البتہ ایک آدھ مسجد ایسی ہوگی لیکن میں عمومی طور پر بات کررہا ہوں) اور ہماری بدقسمتی ہے کہ امامبارگاہوں میں جو افراد منبر پر آتے ہیں ان میں سے بھی اکثریت کی زیادہ تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ لوگ انہیں زیادہ سے زیادہ داد دیں اور کہیں کہ مثلاً فلاں بہترین پڑھتا ہے وغیرہ۔ اب کہاں تک اس مجلس میں حقائق ہوتے ہیں آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

اب جبکہ ہمیں مساجد و امامبارگاہوں سے بھی کوئی چیز نہیں مل رہی تو پھر ہمیں خود سے اس قسم کی نشستوں، کلاسوں اور دروس کا انتظامات کرنا پڑے گا۔

اگر ہم نے اس قسم کی نشستوں کے انتظامات نہ کئے تو پھر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم حقائق سے محروم رہیں گے۔ ہم معارف اسلامی تک نہیں پہنچیں گے۔ اس لئے میں ان برادران کو جنہوں نے لاہور کی سطح پر اس قسم کے دروس کا اہتمام کیا ہے خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ واقعاً انہوں نے ایک ضروری قدم اٹھایا ہے، احسن قدم اٹھایا ہے لیکن وہ لاہور میں اسے اور مضبوط کریں اور کوشش کریں کہ آئی۔ ایس۔ او، آئی۔ او، تحریک یا کسی اور پلیٹ فارم سے اسے مزید وسعت دیں

Presented by Ziaraat.Com

کیونکہ ان مجالس اور اس قسم کی نشستوں کی آج ہمیں اشد ضرورت ہے۔ ابھی چند دن پہلے میں کراچی گیا تھا۔ خصوصاً ہمارے اسلامی سوچ رکھنے والے جو بھائی تھے وہ اس قدر مایوس تھے اور یہی گلہ کر رہے تھے کہ فلاں جگہ پر فلاں پڑھنے والا تھا اور اس نے انقلاب اسلامی کے متعلق یہ ہرزہ سرائی کی۔' فلاں مسئلہ میں امام خمینی (یاد رہے کہ شہید عارف حسین الحسینیؒ امام خمینی رضوان تعالیٰ علیہ کی زندگی میں ہی شہید ہو گئے تھے لہٰذا یہ تقریر حضرت امامؒ کی زندگی میں ہی انہوں نے کی تھی اور افسوس صد افسوس کہ آج ہم عالم اسلام کی ان دو بزرگ و نابغہ شخصیتوں کی شفقت پدری سے محروم ہیں) کی یوں توہین کی' یہ کیا' وہ کیا !! اب اندازہ لگائیں کہ اگر ہم اس خلا کو ان تربیتی مجالس کے ذریعے نہیں پُر کریں گے تو نتیجہ کیا ہوگا ؟ نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم نے ظاہر میں تو کچھ حد تک مثلاً داڑھی رکھ لی ہے نعرے بھی لگاتے ہیں لیکن بنیادی طور پر جب ہم معارف اسلام سے آگاہ نہیں ہیں اور ہماری بنیاد مضبوط نہیں ہے تو پھر کیمونسٹوں کی طرف سے یا کسی اور کی طرف سے جب تھوڑا سا دباؤ ہم پر آئے تو ہم میدان سے نکل جاتے ہیں۔

اب کچھ آیت کے بارے میں:

اب میں اس آیہ شریفہ کے ضمن میں کچھ عرائض پیش کروں گا۔

"إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ"

حقیقتاً بے شک جن لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے "ثُمَّ اسْتَقَامُوا" پھر اس بات پر انہوں نے استقامت اور پائیداری کی اور اس بات پر ڈٹے رہے۔ "تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ"... ان افراد پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ فرشتوں کے نزول کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کس وقت نازل ہوتے ہیں؟ آیا وہ مرتے وقت نازل ہوتے ہیں یا قبر میں؟ بہرحال ان افراد پر جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اس پر استقامت اور پائیداری دکھاتے ہیں ۔ اس

Presented by Ziaraat.Com

قسم کے افراد پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور پھر انہیں خوشخبری سناتے ہیں کہ تم آئندہ کے بارے میں کسی قسم کا خوف مت کرو اور تمہیں بشارت ہو اس بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

استقامت کیا ہے؟

اب ہم مختصر طور پر استقامت کے متعلق بات کرتے ہیں۔ جو بھی اپنے آپ کو انسان کہتا ہے اور عاقل ہے وہ یقیناً اپنی زندگی کا مقصد' ہدف اور آرزو رکھتا ہے۔ ایک شخص بے وقوف ہے' عقل جو خدا کی بڑی نعمت ہے وہ اس سے عاری ہے' ہو سکتا ہے اس کی اپنی زندگی کا مقصد اور آرزو نہ ہو' لیکن جو عاقل ہو اس کی زندگی کا ہدف اور اس کی کوئی نہ کوئی آرزو ہوتی ہے ۔ ہدف افراد کے لحاظ سے مختلف ہو تا ہے ۔ جس طرح افراد رنگ کے لحاظ سے مختلف ہیں بالکل اسی طرح ہدف اور آرزو کے لحاظ سے بھی مختلف ہیں۔ کسی کی آرزو مادی ہوگی' کسی کی آرزو معنوی ہوگی۔ کسی کا مقصد سب سے بڑا سرمایہ دار بننا ہو گا' کسی کا مقصد ایک بڑا مجتہد' فلسفی' سیاستدان یا پی ایچ ڈی بننا ہو گا۔ اور کسی کا مقصد بہت طاقتور بننا ہو گا۔ ہر ایک کی کوئی نہ کوئی آرزو ہوگی۔ اگر ایک شخص مرد ہے تو اس کی آرزو بھی مردانہ ہوگی اور اگر خاتون ہے تو اس کی آرزو بھی زنانہ صفات کی حامل ہو گی ۔ لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آرزو مند مرد ہوتا ہے لیکن وہ مردانہ صفات سے عاری ہوتا ہے' اس کی آرزو زنانہ شمار ہوگی ۔ بہر حال سب کی کوئی نہ کوئی آرزو ہوتی ہے اور اس کے ساتھ اس آرزو تک پہنچنے کے لئے راستے بھی متعدد ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے دو آدمیوں کی آرزو ایک ہو لیکن ایک اس آرزو تک پہنچنے کے لئے کہتا ہے کہ یہی راستہ صحیح ہے اور دوسرا وہی آرزو اور مقصد و ہدف رکھنے والا کہتا ہے کہ نہیں یہ دوسرا راستہ صحیح ہے ۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ راستہ جو بھی ہو ہدف جو بھی ہو اس کے حصول اور اس منزل تک پہنچنے کے لئے جو چیز ضروری

Presented by Ziaraat.Com

ہے وہ ''استقامت'' ہے۔

ہدف آپ کا جیسا بھی ہو آپ اپنے لئے جو بھی راستہ انتخاب کریں اس کے حصول کے لئے آپ کو ''استقامت'' چاہئے۔ استقامت یعنی کیا؟ فرض کریں ایک شخص یہ چاہتا ہو کہ کے۔ ٹو کی چوٹی سر کرے اور جانتا ہو کہ اس کے لئے مختلف رکاوٹیں ہیں مثلاً راستے کا سفر طے کرنا' بھوک پیاس اور سردی کی تکالیف برداشت کرنا' پاؤں کا پھسلنا' بلندیوں سے گرنا' درندوں کا خوف' یہ مختلف رکاوٹیں ہیں۔ اب ایک شخص جب یہ عزم کرتا ہے کہ مجھے اس چوٹی تک پہنچنا ہے ان سب مشکلات سے متاثر نہیں ہونا اور ان سب رکاوٹوں کو زیر پا کرنا ہے اور ان کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے تو اس کو ہم ''استقامت'' کہیں گے اور ایسا شخص بااستقامت کہلائے گا۔ اب میں ایک اور مثال دیتا ہوں۔ ایک سٹوڈنٹ ہے' وہ چاہتا ہے کہ تعلیم حاصل کرے' خواہ وہ دینی مدرسے میں پڑھ رہا ہو یا یونیورسٹی میں۔ اس سٹوڈنٹ کے لئے مختلف رکاوٹیں اور مشکلات ہو سکتی ہیں خواہ وہ مالی ہوں یا غیر مالی۔ مثلاً اس کے والدین فقیر اور غریب ہیں یا ہو سکتا ہے کہ اس کا ذہنی مسئلہ ہو مثلاً اس کا ذہن کند اور کمزور ہے وہ ذہین نہیں ہے۔ کوئی طالب علم ان مشکلات کا مقابلہ کرتا ہے اور کوئی حوصلہ ہار دیتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ جس لڑکے نے ان مشکلات کا مقابلہ کیا' ان کے مقابلے میں استقامت کی اگرچہ وہ غریب تھا' ذہنی لحاظ سے کمزور تھا پھر بھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ میرے اپنے گاؤں کا ایک لڑکا تھا۔ آج کل وہ افسر ہے۔ ہمارے ایک دوست اسے پہچانتے ہیں۔ لاہور میں بھی وہ رہ چکا ہے۔ آج کل پنڈی میں ہے۔ اس کے والدین بہت غریب تھے۔ جب اس نے گاؤں میں چھٹی کلاس پاس کی تو مزید تعلیم کے لئے پاراچنار جانے کے لئے اس کے پاس پیسے نہیں تھے کہ وہاں داخلہ لے سکے۔ ان دنوں شلوزان (پاراچنار میں واقع ایک خوبصورت گاؤں) میں مڈل سکول تھا وہاں اس نے داخلہ لے لیا اور ہر

Presented by Ziaraat.Com

روز صبح سویرے جاتا تھا اور رات کو گھر آتا تھا۔ ان مشکلات کے ساتھ اس نے میٹرک پاس کیا۔ اس کے بعد اس کے باپ نے کہا کہ میں غریب ہوں۔ اب تم کوئی نوکری کر لو تاکہ میرا مسئلہ حل ہو جائے۔ لیکن اس نے جواب دیا کہ مجھے مزید تعلیم حاصل کرنے دیں۔ اب اس کو کالج میں داخلہ لینا تھا بہترین نمبر تھے لیکن داخلے کے لئے پیسے نہیں تھے۔ ایک شخص نے اس کے داخلے کے لئے پیسے دیئے لیکن اس شرط پر کہ وہ اس شخص کے بیٹے کو جو میٹرک میں پڑھتا تھا' ٹیوشن پڑھائے۔ اس نے ٹیوشن پڑھانا شروع کر دی۔ یہاں تک کہ اس نے لاہور میں بہت زیادہ پیش رفت کی۔ حالانکہ بہت غریب تھا لیکن اس نے استقامت کی۔ جس کے باعث اپنے ہدف تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

سکاکی کی مثال

اس کی دوسری مثال سکاکی کی ہے جو فن بلاغت ، فصاحت اور معانی و بیان میں بے نظیر شخصیت ہے۔ اس کے متعلق یہ مشہور ہے کہ وہ پہلے ایک بہت بڑا ہنر مند تھا وہ صندوق وغیرہ جیسی چیزیں بنانے میں ماہر تھا۔ اس نے ایک بہترین چیز بنائی اور اپنے زمانے کے خلیفہ کے پاس لے گیا۔ خلیفہ اس کے ساتھ باتوں میں مشغول تھا کہ خادم آیا اور کہا کہ باہر مہمان آیا ہے۔ خلیفہ نے اس کو چھوڑ دیا اور اس مہمان کے احترام کے لئے باہر چلا گیا۔ پھر اسے لا کر اوپر بٹھایا اور اس کے سامنے دو زانو با ادب بیٹھ گیا۔ جب تک وہ مہمان بیٹھا رہا خلیفہ بھی اس کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھا رہا۔ جب مہمان جانے لگا تو خلیفہ احتراماً اسے الوداع کرنے کے لئے اس کے ساتھ چل پڑا۔ سکاکی نے کسی سے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا کہ یہ ایک عالم ہے۔ اچھا ! اس کا مطلب یہ ہے کہ فن سے علم کا احترام و عزت زیادہ ہے اس نے کہا چلو میں بھی دینی تعلیم حاصل کرتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ وہ کسی کے پاس گیا کہ مجھے درس پڑھاؤ۔ اس نے کہا کہ بھائی تم اب اس عمر میں نہیں پڑھ سکتے۔ اس نے کہا

Presented by Ziaraat.Com

نہیں مجھے شوق ہے۔ استاد نے ایک مسئلہ بتا دیا اور کہا جاؤ اس کو یاد کرلو۔ دوسرے دن وہ گیا تو استاد نے کہا سناؤ۔ اس نے غلط سنایا۔ استاد نے کہا کہ بابا جاؤ تم سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ وہ مایوس ہو گیا اور دل برداشتہ ہو کر چل پڑا۔ ایک پہاڑی پر ایک غار میں گیا۔ دیکھا کہ پتھر پر اوپر سے پانی ٹپک رہا ہے اور اس میں سوراخ ہو گیا ہے۔ جب یہ دیکھا تو عبرت حاصل کی اور کہا کہ میرا دل تو اس پتھر سے زیادہ سخت نہیں۔ اگر اس پتھر پر اثر ہو سکتا ہے تو میں بھی اگر کوشش کروں تو میرے دل اور ذہن پر بھی اثر ہو سکتا ہے۔ پس اس نے محنت کی اور اپنے زمانے میں بہترین شہرت حاصل کی۔ (یہ کہانی شہید مطہریؒ کی کتاب "سچی کہانیاں" میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے) اس نے ان مشکلات کا مقابلہ کیا اور استقامت دکھائی تو وہ اپنے ہدف کو پہنچ گیا۔ اس طرح ایک مریض کی آرزو ہے کہ وہ صحت یاب ہو جائے۔ اس کے لئے اسے کڑوی قسم کی دوا کھانا پڑے گی یا آپریشن کرانا پڑے گا۔ اب ظاہراً تو یہ مشکل ہے لیکن اگر اس نے سختیاں برداشت کیں، ان کے مقابلے میں استقامت کی تو وہ اپنی آرزو تک پہنچ جائے گا۔ اسی طرح ایک تاجر، اسی طرح ہر فرد۔ لہٰذا اگر آپ کو اپنی آرزو محبوب ہے اپنے ہدف تک پہنچنا ہے تو آپ کو اس راستے میں استقامت دکھانا پڑے گی۔ استقامت کے بغیر آپ اپنی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ خواہ آپ کا مقصد دنیاوی ہو یا معنوی۔ اس مقصد تک پہنچنے کے لئے، اس کے حصول کے لئے آپ کو استقامت کی ضرورت ہے اور جب آپ نے اپنا مقصد حاصل کر لیا تو پھر اس کی حفاظت کے لئے بھی استقامت کی ضرورت ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ جب آپ نے اپنا مقصد حاصل کر لیا تو اس کے بعد آپ کو استقامت کی ضرورت نہیں۔ پھر بھی اس کی حفاظت کے لئے استقامت کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ میں جو انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں ان کے سامنے ایک مقصد تھا یا آئمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں یا ان کے اصحاب تھے ان کے

Presented by Ziaraat.Com

سامنے ایک مقصد تھا اس مقصد کے لئے انہوں نے عظیم قربانیاں دیں۔ اس کی راہ میں انہوں نے ہر مشکل کا مقابلہ کیا۔

ابن ابی عمیر کی مثال

میں ایک اور مثال پیش کرتا ہوں۔ ابن ابی عمیر امام موسیٰ ابن جعفر علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اصحاب میں ایک بزرگ صحابی گزرے ہیں۔ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید نے انہیں گرفتار کر کے ان سے پوچھا کہ جو شیعہ امام موسیٰ ابن جعفر علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ان کے نام بتاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میں نہیں بتاتا۔ نتیجتاً خلیفہ نے ان کی جائیداد ضبط کرلی۔ پھر اس نے دوبارہ کہا۔ انہوں نے پھر کہا کہ میں نہیں بتاتا۔ پھر اس کا گھر مسمار کر دیا۔ پھر کہا، پھر بھی نہیں مانے۔ آخر میں انہیں قید کر دیا اور اذیتیں دیں۔ یہاں تک کہ ۱۵ سال انہیں قید میں رکھا گیا۔ اسی وجہ سے انہوں نے جو احادیث کا مجموعہ جمع کیا تھا اس میں سے کافی ضائع ہو گئیں۔ لہٰذا اب مراسیل ابن عمیر کے لئے ضروری نہیں کہ آپ ان روایات کیلئے سند ڈھونڈیں۔ وہ فقہ اہل بیتؑ میں قبول ہیں کیونکہ جب وہ جیل میں تھے تو ان کے گھر سے گراں بہا خزائن ضائع ہو گئے اور اس وجہ سے وہ روایات میں سند اور راوی درج نہیں کر سکے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے استقامت دکھائی۔ آخر کار ان کے بدن سے کپڑے اتار لئے گئے اور ان کے برہنہ بدن پر ایک روایت کے مطابق سو کوڑے مارے گئے، ایک کتاب میں، میں نے ہزار کوڑے بھی پڑھے ہیں ۔ وہ بے ہوش ہو گئے لیکن انہوں نے آدمیوں کے نام نہیں بتائے۔ یعنی شیعوں کے نام نہیں بتائے بلکہ استقامت دکھائی ۔ دیکھیں اس کو کہتے ہیں "استقامت" ۔ اب ہم ہیں کہ اگر تھوڑا سا بھی ہم پر دباؤ پڑے اور ہمیں خطرے کا احساس ہوجائے مثلاً حکومت نے ہمیں جو سیمنٹ کی ایجنسی دی ہے یا حکومت نے ہمیں جو مراعات دی ہیں وہ ہم سے چھین لی جائیں گی یا پھر ہمیں کوئی

Presented by Ziaraat.Com

پوسٹ دے دیں گے ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ تو ہم فوراً راضی ہوجاتے ہیں اور حکومت ہم سے جو چاہتی ہے ہم اس سے کئی گنا زیادہ ان کو بتا دیتے ہیں ۔ مسلمانوں میں جب تک استقامت تھی وہ کامیاب تھے ۔ جب استقامت ان کے ہاتھ سے چلی گئی تو اس دن سے مسلمان شکست سے دوچار ہوگئے ۔

طلسم ٹوٹ گیا:

مرحوم شہید مطہری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ سید جمال الدین کے رسالے "عروۃ الوثقیٰ" سے استقامت کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ ایک گاؤں میں ایک مسجد تھی وہ مسجد آدم کش تھی۔ جو بھی رات کو اس میں سوتا تھا صبح اس کا جنازہ وہاں سے اٹھتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک آدمی اپنی زندگی سے مایوس ہوگیا ۔ اس پر بہت مصیبتیں آئی تھیں ۔ اب یہ اس گاؤں میں گیا' وہاں اس کا کوئی دوست بھی نہیں تھا کہ جس کے ہاں وہ ٹھہرتا ۔ بہر حال پرانے زمانے میں جیسا کہ آپ کو یاد ہے کہ ہوٹلوں کے انتظامات تو نہیں تھے بلکہ کاروانوں کے لئے سرائے اور مساجد ہوتیں تھیں ۔ وہاں لوگ سوتے تھے ۔ جب یہ آدمی سونے کے لئے اس مسجد میں جانے لگا تو لوگوں نے اسے منع کیا کہ جو بھی آدمی یہاں سوتا ہے صبح اس کا جنازہ نکلتا ہے ۔ اس لئے آپ کو یہاں نہیں سونا چاہئے ۔ اس نے کہا میں ویسے بھی زندگی سے تنگ آ چکا ہوں' دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے۔ وہ شخص جب رات کو وہاں سوگیا تو تھوڑی دیر گزری تھی کہ مسجد کے اندر عجیب و غریب اور مہیب قسم کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں وہ آدمی اٹھ کر بیٹھ گیا اور اس نے بڑی جرأت مندی سے کہا کہ تم جو بھی ہو جن ہو یا انس یا جو بلا ہو اگر مرد ہو تو میرے سامنے آؤ؟ میں ویسے بھی اب زندگی سے سیر ہوگیا ہوں۔ اس کے بعد ان آوازوں میں اور شدت آگئی تو پھر بھی وہ نہیں گھبرایا بلکہ اس نے پھر کہا کہ تم جو بھی ہو میرے سامنے آؤ ۔ اس طرح ان آوازوں میں مزید شدت آنے لگی اور آہستہ آہستہ بڑھنے لگیں ۔ آخر میں جب

Presented by Ziaraat.Com

اس نے دیکھ لیا کہ یہ شخص نہیں گھبراتا اور متاثر نہیں ہوتا بلکہ مرد کی طرح وہاں بیٹھا ہے تو اوپر سے چھت دونیم ہوگئی اور اوپر سے کوئی مٹی کی طرح چیزیں گرنے لگیں اور پتا چل گیا کہ وہاں طلسم تھا۔ مرحوم سید جمال الدین فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں استقامت ختم ہوگئی ہے ۔ اس زمانے میں انگریز ہیں وہ سب پر مسلط ہوگئے ہیں اور انگریزوں کا طلسم سب پر حاوی ہوگیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ مستقبل میں ایک فرد آئے گا اور انگریزیوں کے بنائے ہوئے ان طریقوں اور طلسم کے اندر چلا جائے گا اور ان سے نہیں گھبرائے گا' ان کے مقابلے میں استقامت اختیار کرے گا تو ان کے یہ طلسم ٹوٹ جائیں گے ۔

یقیناً وہ شخص جس کی طرف سید جمال الدین نے اشارہ کیا ہے وہ شخصیت رہبر انقلاب اسلام قائد عظیم الشان امید مستضعفین جہاں آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی ہیں اور وہ ملت جو شہادت کی آرزو مند ہے وہ ایران کی ملت مسلمہ ہے ۔

آپ نے دیکھا کہ کس قدر انہوں نے استقامت دکھائی' شاہ کے زمانے میں انہوں نے کتنی مصیبتیں برداشت کیں ۔ انقلاب کی کامیابی کے بعد ان پر کون کون سے حربے ان متکبرین اور سامراج نے استعمال نہیں کیے ؟ لیکن یہ امت استقامت دکھاتی رہی۔ جس کے نتیجے میں امریکہ کا طلسم ٹوٹ گیا ۔اب امریکہ ہر جگہ پر دفاعی پوزیشن میں ہے۔ پہلے اس کی پوزیشن حملہ آور کی تھی وہ حملہ کرتا تھا لیکن آج امریکہ کی سیاسی اور فوجی میدان میں دفاعی پوزیشن ہے ۔ آپ دیکھتے ہیں کہ آج نماز جمعہ میں حجت الاسلام والمسلمین ہاشمی رفسنجانی نے استعمار اور اس کے حقیقی چہرے کو اس طریقے سے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے' آج امریکہ اس قدر پریشان ہے کہ اندازہ نہیں ۔ سیاست میں آپ نے دیکھا کہ امریکہ کس قدر بے بس ہوگیا ہے کبھی اس کے پیچھے بھاگتا ہے اور کبھی اس کے پیچھے بھاگتا ہے ۔ سلامتی کونسل میں ایران کے خلاف قرار داد منظور کروانے کے لئے اور اسی طرح خلیج میں آنے کے لئے کبھی

Presented by Ziaraat.Com

انگریزوں کو کہتا ہے کبھی فرانس اور کبھی اٹلی کو۔ یہ امریکہ کی بے بسی ہے اب ہر جگہ پر اسلام حملہ آور پوزیشن میں ہے، کفر کی پوزیشن دفاعی ہے ۔ وہ طلسم جو انہوں نے بنایا تھا وہ ٹوٹ گیا ہے۔ میں ایک دن پشاور میں اپنے بھائیوں سے کہہ رہا تھا کہ ضروری ہے ہم پاکستان میں امام خمینی کے اس پیغام کو جو انہوں نے حج کے حوالے سے دیا ہے بار بار پڑھیں بالخصوص آئی ۔ایس۔ او اور آئی۔او کے جوانوں کو ان علماء سے جو حضرت امام خمینی کی شخصیت پر عقیدہ رکھتے ہوں اور امام خمینی پر ایمان رکھتے ہوں ان سے گزارش کریں کہ وہ ان کے لئے اس پیغام کی وضاحت اور تشریح کریں اور اس پر درس دیں کہ امام خمینی نے اسلامی انقلاب، جو جغرافیائی حدود سے بالاتر ہے کے لئے ایک منشور دیا ہے ۔ اس حوالے سے پھر ہم اپنے آپ کو دیکھیں کہ کیا واقعاً اس وقت ہم اس فعال پرزے کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں یا ہم ایک غیر موثر پرزہ ہیں ؟ کس قدر ہماری ذمہ داریاں ہیں ؟ اور ہم اپنی ذمہ داریوں سے کس قدر غافل ہیں ؟ جس انداز میں امام خمینی نے علماء، مسلمانوں اور جوانوں کے فرائض کی طرف اشارے فرمائے ہیں اور صراحت کی ہے اگر ہم واقعاً اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں تو ہمیں مصائب ومشکلات کے مقابلے میں استقامت دکھانا ہوگی ۔

خوف ڈر اور کسی قسم کی ناامیدی اور مایوسی ہم میں نہیں آنی چاہیے اور جو راستہ امام خمینی نے بتایا ہے ہمیں اس پر چلنا چاہیے اور ہمیں اس راستے میں جس طرح مؤمنین کی صفت ہے کہ "وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ" (مائدہ ۔۵۴) کہ وہ ملامت کرنے والوں کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ ہمیں کسی کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے کہ کوئی ہمیں کیا کہتا ہے۔ کہنے دیجئے ہمیں امام خمینی کے راستے پر چلنا چاہیے جسے ہم خطِ امام کہتے ہیں۔ البتہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ جس طرح اس پیغام کی بعض جگہوں پر وضاحت کی ضرورت ہے اسی طرح خود خطِ امام کی بھی وضاحت کی

Presented by Ziaraat.Com

ضرورت ہے ۔ ہمیں ان علماء کرام سے ہدایت لینی چاہیے جو معارف اسلامی پر عبور رکھتے ہیں اور وہ بھی چاہتے ہیں کہ پاکستان میں ایک حقیقی عادلانہ اسلامی نظام قائم ہو' اور ان کے دلوں میں سرمایہ داروں کے لئے نرم گوشہ نہ ہو' کیمونسٹوں سے وہ متاثر نہ ہوں بلکہ صرف اور صرف اسلام پر عقیدہ رکھتے ہوں ۔ ہمیں ان سے ہدایت لینی چاہئیں اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر آگے بڑھنا چاہیے۔ خصوصاً ہمارے آئی ۔ایس۔او کے نوجوان زیادہ سے زیادہ تربیتی پروگراموں کی طرف توجہ دیں۔ اس وقت ہمیں اسلام کو صحیح طور پر سمجھنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے اور انشاء اللہ اگر ہم نے استقامت دکھائی تو خود خداوند متعال نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ ملک اور فرشتے آئیں گے پھر ہمیں بہشت کی خوشخبری سنائیں گے جس کا ہمیں وعدہ دیا گیا ہے ۔

" اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ "

وہ لوگ جو استقامت کرتے ہیں' خدا کے راستے میں' صرف زبان سے نہیں کہتے بلکہ اس پر استقامت کرتے ہیں تو خدا کی طرف سے ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ تمہیں کسی قسم کا مستقبل کا خوف نہیں کرنا چاہیے اور گزشتہ پر اپنے آپ کو غمگین نہیں کرنا چاہیے اور تمہیں بہشت کی بشارت ہے ۔

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّد

موضوع ۔ دروس کی اہمیت

مقام ۔ ۲۔ دیو سماج روڈ لاہور

مناسبت ۔ درس قرآن کا آغاز

Presented by Ziaraat.Com

غرض خلقت کے موضوع پر قائد شہید ؒ کا درس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّاَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (مومنون ۔۱۱۵)

موضوع بحث غرض خلقت ہے کہ ہم کس لئے پیدا کئے گئے ہیں؟انسان اس لئے پیدا کیا گیا ہے تا کہ وہ معنوی تکامل اور شرف حاصل کرے' وہ اس لئے پیدا کیا گیا ہے تا کہ معنوی سعادت حاصل کرے اور تقرب الیٰ اللہ کے مقام تک پہنچے۔

یہ معنوی تکامل اور ترقی مادی تکامل اور ترقی سے مختلف ہے۔انسان کے لئے دو طرح کے تکامل اور ترقیاں متصور ہیں۔ایک ترقی مادی اور جبری ہے یعنی انسان جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اس کے بعد روز بروز بڑھتا رہتا ہے اس کی مادی لحاظ سے یہ ترقی جبری ہے اور اس کے اختیار میں نہیں۔

معنوی ترقی:

دوسری ترقی معنوی ہے۔انسان تدریجاً معنوی ترقی اور تکامل حاصل کر کے تقرب الیٰ اللہ مقام تک پہنچتا ہے یہ ترقی انسان کے ارادے اور اختیار میں ہے یعنی انسان اپنے اختیار اور ارادے سے یہ ترقی کرتا ہے۔اختیار کا اطلاق اس جگہ ہوتا ہے جہاں دو راستے ہوں۔اگر آپ کسی جگہ جانا چاہتے ہیں اور وہاں جانے کا ایک ہی راستہ ہو اس صورت میں ہم آپ سے نہیں پوچھ سکتے کہ آپ اسی راستے سے جارہے ہیں یا کسی اور راستے سے۔جب راستہ ایک ہو تو پھر اسی راستے سے جانا پڑے گا۔اختیار کا لفظ ہم وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں دو راہیں ہوں اور وہاں آپ کے اختیار میں ہے کہ اس راستے سے جانا چاہیں یا دوسرے راستے سے۔جب ہم یہ کہتے ہیں کہ معنوی ترقی اور تکامل کی راہ اختیار کریں تو اس کے لئے تین شرطیں ضروری ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

معنوی ترقی کی شرائط

پہلی شرط۔یہ ہے کہ آپ جس راستے کو اختیار کررہے ہیں اس راستے کی آخری منزلِ مقصود معلوم ہو جہاں آپ کو جانا ہے اور جو آپ کی منزلِ مقصود ہو وہ پوری طرح واضح ہو۔اسے ہم ہدف کہتے ہیں۔

پس پہلی شرط یہ ہے کہ آپ کا ہدف، مقصد اور منزلِ مقصود واضح اور مشخص ہو۔اگر آپ کا ہدف اور منزلِ مقصود واضح اور معین نہیں ہے تو آپ کا حرکت کرنا فضول ہے۔

مثال کے طور پر ایک لڑکا صبح گھر سے نکلتا ہے اس کی منزل مقصود سکول یا کالج ہے۔اسے معلوم ہے کہ اسے وقت پر مثلاً چھ بجے سکول پہنچنا ہے۔اس لئے وہ وقت ضائع کئے بغیر تیزی کے ساتھ اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتا رہتا ہے تاکہ بروقت کلاس میں حاضر ہو جائے۔اس کے برعکس ایک اور لڑکا ہے جس کا مقصد مشخص اور معین نہیں ہے وہ بھی صبح گھر سے نکلتا ہے۔ادھر ادھر آوارہ گردی کرتا ہے کبھی اس پتھر کو ٹھوکر لگاتا ہے کبھی اس کو کبھی دکان کو دیکھنے لگتا ہے کبھی کسی اور چیز کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور یوں بہت دور تک چلا جاتا ہے اور جب بارہ بج جاتے ہیں تو واپس گھر آجاتا ہے اور اسے کوئی مقصد بھی حاصل نہیں ہوتا۔

پس جس کا ہدف مشخص اور مقصد واضح ہوتا ہے اس کی حرکت ایک طرح کی ہوتی ہے اور جس شخص کا کوئی ہدف اور مقصد نہیں ہوتا اس کی حرکت دوسری طرح کی ہوتی ہے۔پس پہلی شرط ہدف کا مشخص اور واضح ہونا ہے۔

دوسری شرط۔یہ ہے کہ اس مقصد اور ہدف تک پہنچنے کے لئے آپ کو راستہ بھی معلوم ہو اگر آپ کی منزل مقصود کربلا معلّٰی ہو لیکن آپ کو اس کا راستہ معلوم نہیں ہے تو کیا آپ کربلا پہنچ سکتے ہیں؟نہیں!

آپ صرف اس صورت میں منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں جب اس تک جانے

Presented by Ziaraat.Com

والے راستے کا آپ کو پتہ ہو۔

تیسری شرط۔یہ ہے کہ اس راستے کی جو ضروریات اور لوازمات ہیں وہ آپ کے ساتھ ہونی چاہئیں اگر آپ کے ساتھ راستے کی ضروریات اور لوازمات نہیں ہیں تو کیا آپ پہنچ سکتے ہیں؟کبھی بھی نہیں پہنچ سکتے !مثال کے طور پر آپ کربلا معلی جاناچاہتے ہیں تو اس کے لئے پاسپورٹ اور ویزے کی ضرورت ہے۔راستے کے اخراجات کے لئے پیسوں کی ضرورت ہے۔اگر پاسپورٹ تیار نہیں ہے تو کیا آپ جا سکتے ہیں ؟ نہیں جا سکتے ۔اسی طرح اگر پاسپورٹ تو ہے مگر ویزا یا پیسے نہیں ہیں تو پھر بھی آپ نہیں جا سکتے ۔

پس تین شرائط ضروری ہیں۔سب سے پہلے آپ کا ہدف اور منزلِ مقصود واضح اور معین ہو۔ دوسرے نمبر پر اس ہدف تک جانے والے راستے کا آپ کو علم ہو اور تیسری شرط راستے کی ضروریات اور لوازمات کا آپ کے پاس موجود ہونا ہے۔

اب ہم اپنے مقصد کی طرف آتے ہیں کہ انسان کو کس لئے پیدا کیا گیا ہے؟

ہم جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں اسی دن سے ہماری حرکت شروع ہو گئی اور یہ مرنے تک جاری رہتی ہے۔اگر ہماری اس حرکت میں ہمیں منزلِ مقصود معلوم ہے یعنی ہمارا ہدف اور مقصد مشــــخـــص اور معین ہے تو ہماری حرکت اس لڑکے کی طرح ہو گی جو صبح تیزی کے ساتھ چھ بجے سکول پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔اگر مجھے خلقت کے ہدف کا علم نہیں کہ میں کس لئے پیدا ہوا ہوں تو میرا زندگی گزارنا اس آدمی کی طرح ہو گا جو صبح گھر سے نکلتا ہے تو ادھر ادھر گھومتا رہتا ہے اور یوں اپنا وقت ضائع کر دیتا ہے اور کچھ حاصل نہیں کرتا اور ایسے ہی وقت گزار دیتا ہے۔

ہم کس لئے پیدا ہوئے ہیں؟آیا اس لئے کہ خوب زندگی گزاریں،خوب کھائیں اور پئیں۔ بہترین اور نئی ماڈل کی گاڑی میں چکر لگائیں اور آخر میں مر کر

Presented by Ziaraat.Com

خاک ہو جائیں۔اگر ہم نے خوب کھایا پیا ہو گا تو زیادہ کیڑے مکوڑے ہمیں کھائیں گے۔کیا ہم اس لئے پیدا ہوئے ہیں؟یقیناً اس لئے نہیں!! اگر ایسا ہو تو پھر اس زندگی کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔اس زندگی کا کوئی اعلیٰ مقصد ہونا چاہیے۔اگر اس کا مقصد کھانا پینا ہو تو یہ کچھ بھی نہیں ہے کیونکہ ہم جو مشقتیں اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں کیا وہ صرف کھانے پینے کے لئے ہوتی ہیں اور اس کے علاوہ ان کی کوئی قیمت نہیں ہے۔اگر ہم یہ کہیں کہ یہ دنیا پوچ اور کچھ بھی نہیں ہے جیسا کہ بعض اس قسم کے لوگ ہوتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ بابا! چھوڑو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔یہ دنیا کچھ بھی نہیں ہے۔ جاؤ عیش کرو' سینما جاؤ' یہ کرو اور وہ کرو......

ایسی بات نہیں ہے بلکہ یہ زندگی فضول اور پوچ نہیں ہے'زندگی بامعنی اور باروح ہے لیکن ہمیں اس کا تصور کرنا چاہئے۔

آقائے عزیز! آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے یہ انسان جمادات اور نباتات پر نظر رکھتا ہے۔کہاں کہاں سے خاک لا کر اس پر تجربے کرتا ہے تا کہ وہ دیکھے کہ اس میں کیا فائدہ ہے اور اس کی کیا خصوصیات ہیں؟اس انسان اور بشر سے کوئی پوچھے کہ اے مغرور انسان! کبھی تم نے اس پر سوچا ہے کہ یہ سب کچھ انسان کے لئے پیدا ہوا ہے۔یہ سب چیزیں تو انسان کے لئے ہیں۔اگر دریا کا پانی ہے'زمین ہے'حیوانات اور نباتات ہیں تو یہ سب چیزیں اور تمام جاندار انسان کے لئے ہیں۔بھئی آپ نے کبھی سوچا ہے کہ یہ انسان خود کس کے لئے ہے؟

ہم دیکھتے ہیں ایک چیز کے وجود کے لئے چار علتیں ضروری ہیں۔

۱۔**علت مادی**: یہ کس سے پیدا ہوا ہے؟

۲۔**علت فاعلی**: اسے کس نے پیدا کیا ہے؟

۳۔**علت صوری**: اس کی شکل کیسی ہے؟

Presented by Ziaraat.Com

۴۔ علت غائی: جس آدمی نے اسے بنایا ہے، کس لئے بنایا ہے؟(مثال کے طور پر لاؤڈ سپیکر کو دور تک آواز پہنچانے کے لئے بنایا گیا ہے)

تو اے انسان! جب تم کہتے ہو کہ ہر چیز کی چار علتیں ہوا کرتی ہیں تو تمہاری بھی تو چار علتیں ہیں۔

۱۔ علت صوری: آپ کی صورت کیسی ہے ؟ حیوانوں سے الگ ہے۔ مثلاً مستقیم القامہ ہے وغیرہ۔

۲۔ علت مادی: آپ کا جسم کس چیز سے بنا ہے؟ یہ خون، گوشت، ہڈی، وغیرہ سے

۳۔ علت فاعلی: اگر یہ ایک مرکب چیز ہے تو یہ خود بخود نہیں بنی ہے بلکہ کسی بنانے والے نے اسے بنایا ہے۔آپ کو بھی کسی نے بنایا ہے۔ وہ بنانے والا خدا ہے۔

۴۔ علت غائی: آپ کو کسی مقصد اور ہدف کے لئے بنایا گیا ہے۔وہ ہدف کیا ہے؟ خود خدا نے اس ہدف کو بیان فرمایا ہے۔

''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ''(الذاریات۔۵۶)

میں نے جن وانس کو خلق نہیں کیا مگر یہ کہ میری بندگی کریں، عبادت کریں یعنی (خدا فرماتا ہے کہ) میری بندگی کے ذریعے وہ ترقی کریں اور سعادت ابدی حاصل کریں۔

کیا ہم نے اپنا مقصد معین کیا کہ ہم کس لئے پیدا کئے گئے ہیں؟ ہم خدا کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ سب چیزیں انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور انسان خدا کے لئے۔

''إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ''(بقرہ۔۱۵۶)

وہاں سے ہی ہم آئے ہیں اور اسی طرف جانا ہے۔

پس ہماری منزل مقصود ''تقرب الی اللہ'' کا مقام حاصل کرنا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اب بحث کا دوسرا مرحلہ آتا ہے کہ جب ہم نے اپنی منزل مقصود کا پتہ لگا لیا ہے۔مثال کے طور پر وہ کربلا ہے تو پھر ہمیں راستے کو تلاش کرنا ہے کہ کربلا کو کون سا راستہ جاتا ہے؟ اچھا! اس راستے کا پتہ وہ شخص بتا سکتا ہے جو خود اس راستے پر گیا ہو۔اب ہم خودتو اس راستے پر گئے نہیں۔ہم میں سے جو بھی اس راستے پر گیا ہے وہ واپس نہیں آیا ہے۔ آپ بتائیں کوئی واپس آیا ہے؟(حاضرین) نہیں! ہمارے آباؤ اجداد جو سب اس راستے پر گئے ہیں کوئی بھی واپس نہیں آیا اور ہم خود اس راستے پر ابھی نہیں گئے پس ہم کہاں سے راستہ کا پتہ لگائیں۔

جناب والا! اگر کسی نے آپ کو اپنے ساتھ افطار کرنے کی دعوت دی ہو تو کیا یہ صحیح ہے کہ وہ آپ کو اپنے گھر تو بلائے لیکن اپنے گھر کا راستہ نہ دکھائے ۔جب خدا نے ہمیں بلایا ہے کہ میری طرف آؤ اور میرا تقرب حاصل کرو آیا یہ ممکن ہے کہ اس خدا نے ہمیں راستہ نہ بتایا ہو۔یقیناًاس نے راستہ بتایا ہے لیکن کس کے ذریعے سے بتایا ہے؟ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے اُن کے ذریعے سے جو اس کے سفراء ہیں اور خدا کی زبانیں ہیں۔ انبیاء فقط راستے پر لانے والے ہیں لیکن آئمہ علیہم السلام راستے پر لے جانے والے ہیں۔ایک ہے راہنما جو راستہ بتاتا ہے ایک ہے رہبر جو آپ کو راستے پر لے جاتا ہے۔ہمارے آئمہ نبی نہیں تھے بلکہ امام تھے ۔امام وہ ہوتا ہے جو رہبری کرتا ہے۔لوگوں کو راستے پر قائم رکھتا ہے اور خدا تک پہنچاتا ہے۔خود انبیاء علیہم السلام میں نبی بھی تھے اور امام بھی تھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام امام بھی تھے اور نبی بھی۔ ہمارے پیغمبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیغمبر بھی تھے اور امام بھی تھے۔

نبی وہ ہوتا ہے جس پر وحی آتی ہے۔وحی کیا چیز ہے؟ ہمیں معلوم نہیں کیونکہ ہم سب چیزوں کو تو نہیں جانتے ۔نیوٹن جو ایک بہت بڑا سائنس دان تھا وہ کہتا ہے کہ ہماری معلومات جو ہم نے اکٹھی کی ہیں یہ ہماری مجہولات کے مقابلے میں'

Presented by Ziaraat.Com

سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ آب کے برابر ہیں یعنی یہ معلومات جو سائنس کی ترقی سے ہمیں حاصل ہوئی ہیں ان معلومات کے مقابلے میں جو ہمیں حاصل نہیں ہوئی ہیں 'صفر ہیں۔لہٰذا ہم کس طرح جان سکتے ہیں کہ وحی کیا چیز ہے۔آپ ایک مادر زاد اندھے کی مثال لیں۔آپ جتنی بھی اسے سمجھانے کی کوشش کریں کہ سرخ رنگ ایسا ہوتا ہے وہ نہیں سمجھے گا۔تو ہم بھی چونکہ مادی دنیا میں زندگی گزار رہے ہیں ہمارے تعلقات مادے کے ساتھ ہیں اس لئے وہ چیز جس کا مادہ سے تعلق نہ ہو' کا ادراک کرنا ہمارے لئے مشکل ہے۔

بہرحال یہ انبیاءؑ ہی ہیں جو ہمیں خدا کی طرف سے بتائے گئے راستے کی ہدایت کرتے ہیں اور آئمہؑ ہمارا ہاتھ پکڑ کر اس راستے پر پہنچاتے ہیں۔

اب آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بھئی وہ راستہ جو خدا نے دیا ہے وہ عقل ہے اور ہم عقل کے ذریعے سے خدا تک پہنچیں گے۔

ہم کہیں گے کہ ہدایت کے بہت سے راستے ہیں اور عقل ان میں سے ایک ہے یعنی عقل' ہدایت کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے۔ اگر آپ عقل کے موضوع کو لیں تو ہم کہیں گے کہ عقل صرف طبیعت کی حد تک محدود ہے جبکہ ہم ماوراء طبیعت اور آخرت کی بات کرتے ہیں۔عقل کے بارے میں آپ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے کافی ہے جبکہ ہم نے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے نامور افراد نے قوانین اور اصول بنائے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پتہ چلا کہ یہ قانون کافی نہیں ہے۔سویڈن میں تقریباً تیس یا پینتیس سال پہلے ایک قانون بنایا گیا کہ لڑکے اور لڑکیاں آپس میں روابط اور تعلقات میں بالکل آزاد ہیں۔پندرہ یا بیس سال بعد وہاں پر غوغا ہو گیا اور ہنگامہ آرائی شروع ہو گئی۔ اس خرابی اور ہنگامہ آرائی کی وجوہات معلوم کرنے کے لئے تحقیقات کی گئیں تو وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ بیس سال پہلے جو قانون بنایا گیا تھا یہ سب خرابیاں اسی کی وجہ سے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے وہ

Presented by Ziaraat.Com

قانون ختم کر دیا یعنی بیس سال بعد انہیں پتہ چلا کہ جو قانون ہم نے بنایا تھا وہ غلط تھا۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ آج کی دنیا میں مادیات کے لحاظ سے امریکہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہے لیکن اسی امریکہ میں جو قانون بنایا جاتا ہے اس پر کئی حاشئے لگائے جاتے ہیں اور اس میں ترمیم کی جاتی ہے یعنی جو بات ہم نے پہلے کہی تھی وہ غلط ہے۔آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب اجتماعی زندگی میں مادی حدود کے اندر عقل ہماری راہنمائی کے لئے کافی نہیں ہے تو یہ عقل ماورائے طبیعت امور میں کس طرح ہماری راہنمائی کر سکتی ہے۔ بھائی عقل اس مسئلے میں ہمارے کام آئے گی جو تجربے پر مبنی ہوگا اور جہاں تجربہ نہیں ہو گا عقل ہمارے کام نہیں آئے گی اور آخرت کے بارے میں کسی نے تجربہ ہی نہیں کیا ہے۔

عقل کے بارے میں ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیں صرف اتنا بتاتی ہے کہ اگر کوئی آپ کے ساتھ نیکی کرے تو اس کا شکریہ ادا کرنا واجب ہے۔

اچھا ٹھیک ہے اب ہم عقل سے پوچھتے ہیں کہ خدا نے بھی تو ہمیں سب نعمتیں دی ہیں۔یہ کائنات'یہ پہاڑ'زمین'یہ پانی'یہ ہماری اولاد اور دوسری سب چیزیں اللہ تعالٰی کی نعمتیں ہے۔اب ہم چاہتے ہیں کہ عقل کی بات مانتے ہوئے اللہ کا شکریہ ادا کریں۔یہ شکریہ کس طرح ادا کریں؟عقل اس حوالے سے ہماری مدد نہیں کرے گی اور اگر ہم اس سے پوچھیں تو وہ کہے گی کہ میں یہ بات نہیں جانتی۔ مثال کے طور پر نماز پڑھنا ایک قسم کا شکریہ ہے اب ہمیں پتہ نہیں ہے کہ صبح کی دو رکعت پڑھیں یا زیادہ۔ رات کی کتنی رکعت پڑھیں؟ عقل یہ بات ہمیں نہیں بتائے گی کہ ہم روزے کی حالت میں کن کن چیزوں سے پرہیز کریں۔

غرض یہ ہے کہ عقل ہماری راہنمائی کے لئے کافی نہیں ہے۔جب یہ بات

Presented by Ziaraat.Com

ثابت ہو گئی تو بس معاملہ پھر وہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو راستہ بتائیں اسی پر ہمیں چلنا چاہیے اور اسی کی پیروی کرنا چاہیے۔

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّد

موضوع۔ غرض خلقت

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ رمضان المبارک

Presented by Ziaraat.Com

تفسیر سورہ التین از شہید عارف حسین الحسینی ؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ O وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ O وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ O لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ O ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ O اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ O فَمَا یُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ O اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِیْنَ O (عم: التین)

قسم ہے انجیر وزیتون کی۔قسم ہے طور سینا اور بلد امین کی کہ حقیقتاً ہم نے انسان کو بہترین تقویم میں خلق کیا اور پھر ہم نے اس انسان کو اسفل سافلین تک پلٹایا سوائے ان افراد کے جو ایمان رکھتے ہیں اور عمل صالح کرتے ہیں پس ان کے لئے اجر و پاداش غیر مقطوع ہے۔اس کے باوجود پھر کیوں تم دین کی تکذیب کرتے ہو؟ کیا خدا سب حاکموں سے بالاتر نہیں ہے؟

"اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ"

کچھ انسانوں کو ہم اسفل سافلین تک پلٹاتے ہیں سوائے ان افراد کے جو ایمان رکھتے ہیں اور عمل صالح انجام دیتے ہیں۔ (سورہ التین کی تفسیر کا پہلا حصہ کیسٹ میں موجود نہیں ہے' ظاہراً اس سورہ کی تفسیر دو درسوں پر مشتمل تھی۔ پہلے درس کا کچھ حصہ اور دوسرا پورا درس کیسٹ میں موجود ہے۔ان دونوں درسوں کو ربط دے کر ایک درس کی صورت میں پیش کر دیا گیا ہے)ایک غیر شیعہ گروہ کا عقیدہ تھا کہ اگر آپ کا عقیدہ و ایمان صحیح ہے تو یہی آپ کے لئے کافی ہے اور وہ یہ دلیل دیتے تھے کہ فرض کریں مثلاً یزید ہے'مروان ہے یا فلاں فلاں ہیں وہ شراب بھی پیتے تھے'زنا بھی کرتے تھے اس کے علاوہ سب کچھ کرتے تھے لیکن وہ قرآن 'اسلام اور خدا پر ایمان رکھتے تھے'ان کا عقیدہ صحیح تھا یہی کافی ہے۔ لیکن مذہب اہل بیت علیہم السلام اور قرآن کے مطابق ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی ضروری ہے۔چونکہ ایمان تو ایک اندرونی

Presented by Ziaraat.Com

چیز ہے اور انسان اسے نہیں دیکھ سکتا۔ دیکھیں بجلی میں کرنٹ ہے ہم اس کو نہیں دیکھ سکتے' ہم اگر دیکھنا چاہیں کہ کرنٹ ہے یا نہیں' تو ہم بٹن آن کریں گے اگر پنکھا چلا یا بلب روشن ہو گیا تو ہم سمجھیں گے کہ اس کے اندر کرنٹ ہے۔ اس طرح اگر ہم دیکھنا چاہیں کہ اس بندہ خدا کے دل میں ایمان موجود ہے یا نہیں اور اس کا عقیدہ صحیح ہے یا نہیں؟ تو ہم اس کا عمل دیکھیں گے۔

اگر اس کا عمل صالح ہے تو ہم سمجھیں گے کہ یہ عقیدہ اور ایمان رکھتا ہے لیکن اگر یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان و مومن اور شیعہ ہوں لیکن اس کا عمل برعکس ہے یا بالکل عمل نہیں کرتا اور بے عمل ہے تو ہم کبھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس کے دل میں ایمان ہے۔

پس بنا بریں مکتب اہل بیتؑ میں ایمان' عقیدہ اور عمل صالح لازم و ملزوم ہیں۔ جس طرح اس آیت شریفہ میں ہے۔

"اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ"

یہ مشہور قصہ شہید مطہریؒ نے لکھا ہے۔ شاید آپ نے بھی پڑھا ہو گا کہ جب ایک شیعہ اور مرجئہ کے درمیان اختلاف ہوا تھا شیعہ کہتا تھا کہ ہماری فقہ صحیح ہے کہ عقیدہ بھی صحیح ہو اور ساتھ عمل صالح بھی ہونا چاہیے۔ اور مُرْجِئَہ کہتا تھا نہیں' ہمارا مذہب صحیح ہے کہ انسان کا عقیدہ صحیح ہو عمل کرے یا نہ کرے اہم نہیں۔ یہ ایک دوسرے کے لئے دلیلیں پیش کرتے رہے اور بحث و مباحثہ ہوتا رہا۔ آخر میں سامنے سے ایک آدمی آیا کہ چلو میں فیصلہ کر دیتا ہوں۔ بتاؤ تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ کہا کہ ہمارا آپس میں یہ جھگڑا ہے میں شیعہ ہوں اور میرا دعویٰ یہ ہے کہ صحیح عقیدے کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی ضروری ہے اور یہ مرجئہ ہے اور کہتا ہے کہ عقیدہ کا صحیح ہونا کافی ہے۔ اس پر وہ تیسرا شخص کہنے لگا۔

"اَعْلٰی شِیْعِیٌّ وَاَسْفَلِیْ مُرْجِئِیٌّ"

Presented by Ziaraat.Com

میرے بدن کا اوپر کا حصہ شیعہ ہے اور نیچے کا حصہ مرجئی اس کی مراد یہ تھی کہ عقیدہ میرا بھی شیعوں والا ہے کہ عقیدہ صحیح ہونا چاہیے اور عمل صالح بھی ساتھ ساتھ ہونا چاہیے لیکن عمل میں جو کچھ کرتا ہوں وہ مرجئوں والا ہوتا ہے عقیدہ میرا بھی شیعوں والا ہے کہ عقیدے کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی ہو۔ بنابرایں ہم اس آیہ "اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ" کے ذریعے فکر مرجئی کو رد کرتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ عقیدے کے ساتھ ساتھ عمل صالح بھی ہونا چاہیے اور دراصل فکر شیعی، فکر قرآن واہل بیت علیہم السلام ہے۔

" فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ" ان افراد کے لئے اجر وثواب، ایسا اجر وثواب جو ختم نہیں ہوتا۔ اجر سے مراد فیض الٰہی ہے۔ انسان اپنے اختیار کے ساتھ جو نیک کام کرتا ہے اس پر خدا اس کو جو ثواب دیتا ہے اس کو اجر کہتے ہیں۔ اجر وہ فیض الٰہی ہے جو اس بندے کو اختیاری کام کرنے پر ملتا ہے۔ ایسا فیض جو قطع نہیں ہوتا۔ ایک ہوتا ہے "اَجۡرٌ" اور ایک ہوتا ہے "مَنٌّ" (احسان) مثلاً اس دعائے رمضان مبارک میں ہم پڑھتے ہیں۔

"مُنَّ عَلَيَّ بِفَكَاكِ رَقَبَتِيۡ مِنَ النَّارِ"

"مُنَّ عَلَيَّ" اے خدا مجھ پر منت کر (احسان کر) "بِفَكَاكِ رَقَبَتِيۡ مِنَ النَّارِ" کس چیز سے منت کر؟ میری گردن کو جہنم سے آزاد کر دے۔ "مَــنٌّ" بھی فیض ہے لیکن وہ فیض جو قطع ہوتا ہے۔ اجر بھی فیض ہے لیکن اجر وہ فیض ہے جو قطع نہیں ہوتا چونکہ خود خدا ہمیشہ ہے لہٰذا فیض خدا بھی ہمیشہ ہے لیکن ہم اگر صلاحیت اور قابلیت رکھتے ہوں تو یہاں پر فرماتا ہے۔ "فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ" ان مومنین اور عمل صالح کرنے والوں کے لئے ثواب اور اجر ہے "غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ" ایسا اجر جو غیر مقطوع ہے اجو قطع نہیں ہوتا۔ اجر بعد از اجر یعنی ایک فیض جب بندے پر خدا کی طرف سے آتا ہے تو بس ختم نہیں ہوتا۔ فیض کے بعد فیض آتا رہتا ہے

Presented by Ziaraat.Com

اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

جب یہاں تک خداوند متعال نے انسان کے متعلق بتایا اور ہم یہ سمجھ گئے کہ یہ انسان بہترین تقویم میں خلق کیا گیا ہے اور انسان کے جسم اور مزاج کو خدا نے جس طریقے سے ترتیب دیا ہے اس سے معتدل تر نہیں ہو سکتا تھا۔ پس انسان کے جسم کا تعادل بھی سب سے بہتر ہے اور یہ کہ خداوند متعال نے اس کے اس معتدل جسم میں جو روح ڈالی ہے وہ روح بھی اگر بلندی کی طرف پرواز کرنا چاہے تو اس کی انتہا نہیں اگر وہی روح پستی کی طرف جانا چاہے تو اس کی جگہ اسفل سافلین ہے ۔ یعنی ترقی کے لحاظ سے اس کے لئے کوئی حد نہیں ہے اور اگر بدبخت اور پست ہو جائے تو پستی اور بدبختی کی بھی کوئی حد نہیں اور اسفل سافلین اس کی جگہ ہے۔ یہ انسان جس کو خدا نے اس قدر استعداد اور صلاحیت دی ہے آیا یہ صحیح ہے کہ ہم خیال کرلیں کہ اس انسان کے لئے میدان یہی دنیا ہے۔ اس انسان کے افق زندگی اور اس کے حدود اسی مادی دنیا تک محدود ہیں۔ آیا یہ صحیح ہے ؟ صحیح نہیں ہے !اس لئے شہید مطہریؒ فرماتے ہیں کہ فرض کریں ایک کبوتر ہے جس کے بڑے بڑے پر ہیں اور اس کبوتر کو شروع سے آپ نے ایک چھوٹے پنجرہ میں رکھا ہوا ہے اگر آپ کہیں کہ یہ پرندہ اسی قفس کے لئے پیدا ہوا ہے اور اس کا افق زندگی اور میدان زندگی یہی قفس ہے تو کیا کوئی اس کے پرو بال دیکھنے والا یہ مان لے گا ؟ نہیں !وہ کہے گا کہ بابا اگر یہ اس چھوٹے سے قفس کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو پھر ان پروں کی اسے کیا ضرورت ہے؟ اس کبوتر کے یہ پر اس بات کی دلیل ہیں کہ اس کو اس چھوٹے سے قفس کے لئے پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے لئے ایک وسیع و عریض فضا ہونی چاہیے جس میں یہ اپنے پروبال کے ساتھ پرواز کر سکے ۔ خوب اسی طرح یہ مثال ذہن میں رکھیں۔ہم نے دیکھ لیا کہ انسان احسن تقویم یعنی بہترین تقویم میں خلق ہوا ہے اور انسان کو خدا نے جو استعداد و صلاحیت دی ہے

Presented by Ziaraat.Com

اور اسے جو روح عطا کی ہے وہ بلندیوں کی طرف پرواز کرنا چاہے تو اس کی بھی انتہا نہیں ہے۔ اگر وہ بدی اور پستی کی طرف جانا چاہے تو اس کی جگہ اسفل سافلین ہے۔اب اگر ہم اس انسان کی معرفت حاصل کرلیں کہ یہ انسان عجیب و غریب ہے تو اس کے بعد آیا ہم مان لیں گے کہ اس انسان کو محدود دنیا کے لئے پیدا کیا گیا ہے ؟ جس طرح انسان معنوی لحاظ سے کمال پر روانہ ہوتا ہے اور جب ترقی کی طرف پرواز کرتا ہے اس کی نہایت نہیں اسی طرح اگر یہ بدی کرنا چاہے' برائی کرنا چاہے تو یہ دنیا اس کے لئے تنگ ہے۔اب ہٹلر کے لئے یہ دنیا تنگ ہے وہ ظلم کرنا چاہتا ہے۔یہ جو مظالم اس نے کئے ہیں یہ اس محدود دنیا میں اس کے آگے کچھ نہیں ہیں۔

اگرچہ شاید اس دنیا میں اس سے بالاتر ظلم و جنایت کوئی ہے ہی نہیں!یا صدام یزید نے جو مظالم شروع کر رکھے ہیں یہ دنیا ظلم و جنایت کے لحاظ سے اس کے لئے تنگ ہے تو اسی صدام کو لیجئے کہ اگر ہم اس دنیا میں اس کو ان درندگیوں اور مظالم کی سزا دینا چاہیں اور اسے ایک گولی سے اڑا دیں تو ہم کہیں گے کہ یہ تو کچھ بھی نہیں ہوا۔اس نے اتنے جرائم جنایات و مظالم ڈھائے ہیں کہ ایک گولی سے اڑانا اس کی سزا نہیں ہوسکتی۔اس سے بالاتر اگر اس کا ایک ایک بند جدا کیا جائے پھر بھی اس نے جو مظالم کیے ہیں ان کا بدلہ اور سزا نہیں ہوسکتی ہے۔

پس اس کی خاطر ایک اور عالم ایک اور دنیا ہونی چاہیے تاکہ وہ شخص جو قوی ایمان رکھتا ہو اور ایک مضبوط روح رکھتا ہو وہ پرواز کرنا چاہتا ہو اور اس کے لئے یہ دنیا تنگ ہو تو اس کے لئے ماوراء طبیعت میدان ہونا چاہیے کہ وہاں پر پرواز کر سکے لہذا آپ نے سنا ہوگا کہ مومن کے لئے یہ دنیا تنگ ہو جاتی ہے۔خصوصاً جب اس کی روح پرواز کرنا چاہتی ہے تو پھر یہ پوری وسیع و عریض دنیا اس کے لئے تنگ ہو جاتی ہے اور اس کے لئے اصلاً رہنے کے قابل ہی نہیں ہوتی۔اسی طرح

Presented by Ziaraat.Com

اس جابر اور ظالم کے لئے ایک اور دنیا ہونی چاہیے کہ وہاں پر اس کو اس دنیا میں کئے ہوئے مظالم کے مطابق ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سزا ملے۔ جب ہم اس کو تصور کرتے ہیں تو نتیجہ یہی حاصل ہوتا ہے کہ ایسے انسان کے لیے یقیناً ایک جزا کا دن ہونا چاہیے۔ جزا وسزا کے لئے ایک دوسرا عالم ہونا چاہیے۔ یہ دنیا نہ مومن کے لئے کافی ہے اور نہ ظالم کے لئے۔

یہاں تک جب ہم نے انسان کو پہچان لیا۔

"فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ"

اے انسان جب تجھے معرفت حاصل ہوئی۔ انسان کی خلقت کا علم ہوا۔ جب انسان کی روح کو پہچانا کہ یہ روح اگر ترقی کرنا چاہے تو بھی بیکراں کی طرف پرواز کرتی ہے اگر پستی کی طرف جانا چاہے تو اسفل سافلین تک جاتی ہے۔ جب آپ کو اس انسان کی معرفت حاصل ہوئی تو فرمایا۔ "فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ" اے انسان اس کے بعد یعنی انسان شناسی کے بعد تم کس طرح اپنے آپ کو اجازت دیتے ہو کہ دین اور جزا کا انکار کرو۔ ''دین'' قرآن میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ شہید مطہریؒ فرماتے ہیں کہ لفظ دین تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

دین کا ایک معنی خضوع وخشوع ہے۔ "مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ" یعنی مومن خدا کے لئے خضوع وخشوع میں مخلص ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ انسان کسی کے سامنے خضوع کرتا ہے لیکن اس خضوع وخشوع میں مخلص نہیں ہوتا اور تصنع وریاکاری کرتا ہے لیکن مومن جب خدا کے لئے خضوع کرتا ہے "مُخْلِصِیْنَ لَهٗ" اس کا خضوع اور خشوع فقط خدا کے لئے ہوتا ہے۔ خدا کے لئے مخلص ہوتا ہے۔
دین کا دوسرا معنی آئیڈیالوجی (Ideology) اور نظام ہے جیسا کہ ہم اسلام کے متعلق کہتے ہیں کہ کچھ اعتقادات ہیں اور کچھ شناختیں ہیں۔ مثلاً یہ دنیا کیا ہے؟ خدا کیسا ہے؟ اور اس کے علاوہ دین کا کائنات کے متعلق کیا نظریہ ہے اور یہ کہ خود انسان

Presented by Ziaraat.Com

کیا ہے؟ اور انسان کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کیسی ہونی چاہیے؟ یہ جو ہمارے ذہن میں موجود عقائد، آداب و رسومات، شریعت اور شناختوں کا مجموعہ ہے اس کو ہم دین کہتے ہیں اور ہم کہتے ہیں۔ "إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ" (آل عمران۔۱۹) یعنی نظام آداب و شریعت اور اجتماعی و انفرادی زندگی میں جو وسعت ہے ان سب کو ہم دین کہتے ہیں۔

دین کا تیسرا معنی جزا ہے۔ "مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ" (الحمد۔۴) یعنی خدا مالک ہے روز جزا کا۔ پس یہاں دین کا معنی جزا ہے۔ اب یہاں توجہ کریں۔ "فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ" اے انسان جب تم نے انسان کو پہچانا اور روح انسان کو پہچانا۔ اس کے بعد کس چیز نے تمہیں اکسایا ہے کہ تم جزا کو جھٹلاؤ اور کہو کہ نہ جزا ہے اور نہ سزا، نہ قیامت ہے نہ بہشت۔ آخر کیسے ہو سکتا ہے؟ جس طرح ہم نے کہہ دیا کہ وہ پرندہ جسے آپ قفس میں دیکھیں گے اس کے پروبال ہیں تو یقیناً آپ کہیں گے کہ اس پرندے کے لئے قفس کے علاوہ باہر کی کھلی دنیا ہے یا ہونی چاہیے جس میں وہ پرواز کر سکے۔ اسی طرح جب آپ نے انسان کی تقویم اور خلقت کو پہچانا اس کی عظیم روح کو پہچانا اور یہ کہ اس کو خدا نے جو پروبال دیئے ہیں اگر پرواز کرنا چاہے تو کہاں پہنچتا ہے۔ اگر گرنا چاہے تو کہاں گرتا ہے، تو اس کے بعد آپ کو یقین کرنا پڑے گا کہ اس دنیا کے بعد ایک دوسری دنیا ہے وہاں انسان کو جزا اور سزا ملے گی۔ اگر انسان نے نیک کام کیے تو ثواب اور برے کام کیے تو سزا ملے گی۔

"فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ"

یہاں دین سے مراد جزا ہے۔ پس اے انسان "فَمَا يُكَذِّبُكَ" کس چیز نے تم کو ابھارا ہے کہ تم تکذیب کرتے ہو اور جھٹلاتے ہو اس کے بعد کہ تم نے انسان اور روح انسان کو پہچانا، پھر تم دین، جزا اور قیامت کو جھٹلاتے ہو۔ "أَلَيْسَ اللَّهُ

Presented by Ziaraat.Com

بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ" کیا خدا سب حاکموں سے بالاتر نہیں ہے؟ کیوں نہیں!! خدا ہی قدرت، علم و حکمت اور عدالت میں سب سے بالاتر ہے۔ اگر ہم نے مان لیا کہ خدا سب حاکموں سے بالاتر ہے۔ ساری صفات جو ایک حاکم میں ہونی چاہئیں اس میں موجود ہیں جیسا کہ اگر ایک آدمی حکم کرنا چاہے، حاکیت کی کرسی پر بیٹھا ہو تو اس کے لئے عدالت و حکمت، علم و قدرت یہ ساری صفات ضروری ہیں۔ پس اگر ہم نے مان لیا کہ خدا میں سب صفات ہیں، سب حاکموں سے بالاتر ہے، سب سے مافوق ہے تو پھر ہمیں ماننا پڑے گا کہ آخرت اور قیامت ہے جہاں پر خدا کی حکومت ہو گی اور جہاں پر خداوند متعال انسان کو اگر اس نے نیکیاں کی ہوں گی تو ان کی پاداش دے گا اور اسے بہشت میں بھیج دے گا اور اگر اس نے جرائم اور گناہ کئے ہوں گے تو اسے جہنم اور سزا ملے گی۔

"اَلَیْسَ اللّٰہُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ"

یہ استفہام انکاری ہے یعنی آیا خداوند متعال سب حاکموں سے بالاتر حاکم نہیں ہے؟ یقیناً بالاتر ہے!! اور اس کے مقابل کوئی کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سورہ پورا ہو گیا ہے۔ یہ حقیقت میں انسان کا سورہ ہے۔ چونکہ اس میں انسان کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں اور چونکہ اس سورہ کی ابتداء وَالتِّیْنِ سے ہوتی ہے اس لئے اسے سورہ وَالتِّیْنِ کا نام دیتے ہیں۔ آخر میں ایک حدیث پڑھتا ہوں۔ مولا امیر المومنینؑ فرماتے ہیں۔

"جَاهِدُوْا اَهْوَائَكُمْ كَمَا تُجَاهِدُوْنَ اَعْدَائَكُمْ"

تم جہاد کرو اپنی خواہشات نفسانی کے ساتھ جس طرح کہ تم جہاد کرتے ہو اپنے دشمنوں کے ساتھ یعنی انسان اگر اپنے نفس اور خواہشات نفسانی کو دشمن سمجھے تو پھر آیا یہ ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے دشمن کی بات کو مانے؟ ہرگز نہیں!! کیونکہ اسے خوف ہوتا ہے کہ ہو سکتا ہے دشمن کی طرف سے میرے لئے کوئی سازش ہو، مجھے

Presented by Ziaraat.Com

کوئی دھوکہ دینا چاہتا ہو۔ تو اگر ہم نے اپنی خواہشات نفسانی کو اور اپنے نفسوں کو اپنا دشمن فرض کر لیا تو پھر ہم کبھی اس کے دھوکے میں نہیں آئیں گے اور اس کی باتوں کو نہیں مانیں گے۔ جس طرح ہم دشمن کے خلاف ہر وقت ہوشیار رہتے ہیں اسی طرح ہم اپنے نفس اور خواہشات نفسانی کے مقابلے میں بھی ہمیشہ تیار رہیں گے۔ اس لئے کہ جو انسان دشمن کی بات مانتا ہے وہ گویا خود اپنے آپ کو ہلاک کرتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنے نفس اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرے گا وہ اپنے آپ کو ہلاک کرے گا۔ اس لئے خواہشات نفسانی ہمیشہ خلاف عقل ہوتی ہیں۔ دین کے خلاف ہوتی ہیں۔ جو حکم عقل دیتی ہے خواہشات نفسانی اس کے مقابل میں ہوتی ہیں، تو جو انسان عقل کی مخالفت کر کے خواہشات نفسانی کی پیروی کرے گا یقیناً اس کے مقدر میں ہلاکت ہوگی۔

بنابراین ہم سب کو اپنی خواہشات نفسانی کے ساتھ جہاد و مخالفت کرنی چاہئے۔ ہم نے واقعاً اگر خواہشات نفسانی کی مخالفت کی اور ہمیشہ اس کے ساتھ جنگ جاری رکھی تو یہ ہوگا جہاد اکبر۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب اصحاب جنگ سے واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "مَرْحَباً بِقَوْمٍ..... " یعنی خوش قسمت ہیں وہ اہل قوم جو جہاد اصغر سے فارغ ہوگئے اسے انجام دے دیا اور اب ان کو جہاد اکبر کرنا ہے۔ تو اصحاب نے عرض کیا یارسولؐ اللہ کیا یہ جو ہم اپنے بیوی بچوں اور دوسری سب چیزوں کو چھوڑ کر تیروں، تلواروں، نیزوں اور موت کے مقابلے میں گئے، آیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی جہاد ہو سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں! وہ جہاد بالنفس ہے۔ اپنی خواہشات نفسانی کی مخالفت کرنا اپنی خواہشات نفسانی کا مقابلہ کرنا جہاد اکبر ہے۔ لہذا ہمیں اس حدیث کی طرف توجہ کرنا چاہئے۔

"جَاهِدُوْا اَهْوَائَكُمْ" اپنے نفس اور خواہشات نفسانی کی مخالفت کرو۔ "کَمَا تُجَاهِدُوْنَ اَعْدَائَكُمْ" جس طرح تم اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو اور ان

Presented by Ziaraat.Com

کی مخالفت کرتے ہو۔

خدایا بحق محمد وآل محمد علیہم السلام ہمیں جہاد اکبر کی توفیق دے اور پھر ہمیں اس جہاد اکبر میں اپنے بڑے دشمن نفس پر غلبہ کی توفیق عنایت فرما۔ہمیں خواہشات نفسانی سے آزادی عنایت فرما۔ہمیں اپنے نفس کی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں اپنے عیوب سے آگاہی اور ان کا ازالہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ہمارے اعمال کو قبول اور ان میں خلوص عطا فرما۔جہنم کی آگ سے ہمیں آزادی عطا فرما۔اسلام اور مسلمین کو فتح ونصرت عطا فرما۔رہبر انقلاب اسلامی حضرت امام خمینی کا سایہ ہمارے سروں پر مستدام فرما۔صدام اور صدامیوں کو سرنگوں فرما۔کربلائے حسینی " کا راستہ زائرین حسینی پر آزاد فرما۔بحق محمد وآل محمد علیہم السلام ان بھائیوں کی جو بھی شرعی حوائج ہیں انہیں پورا فرما۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّد

موضوع۔تفسیر سورہ التین

مقام۔پشاور

مناسبت۔ماہ رمضان المبارک

Presented by Ziaraat.Com

انسان کامل کے موضوع پر قائد شہیدؒ کا درس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

" وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی " (النجم۔۳۹)

اگر فرصت ہوئی تو انشاء اللہ آئندہ پروگراموں میں ہم انسان کامل پر بحث کریں گے۔جس طرح اپنے گرد مادی اشیاء پر غور کرنے سے ہمیں ان کی دو بنیادی اقسام نظر آتی ہیں۔بالکل اسی طرح انسان بھی معنویات،اخلاقیات و افکار کے لحاظ سے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک انسان کامل اور دوسرے انسان ناقص۔ سب سے پہلے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم انسان کامل کو پہچانیں کہ انسان کامل کیا ہے؟اور پھر ہم بھی انسان کامل بننے کی کوشش کریں۔کیونکہ اس کے بغیر ہم زمین پر خلیفۃ اللہ کہلانے کے مستحق نہیں ہوسکتے اور پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کے مقصد سے بھی دور ہیں۔

آج صرف اپنے محترم بھائی ذیشان صاحب(خدا انہیں ہمیشہ کامیابی و کامرانی عطا فرمائے) کی فرمائش کے مطابق ہم اپنے ایران ' لبنان اور شام کے دورے کے حوالے سے کچھ بات کریں گے۔ البتہ " انسان کامل" کے موضوع پر مقدمتاً کچھ روشنی ڈالتا چلوں۔

انسان کامل کون؟

اسلام میں مختلف اقدار کے اعتبار سے انسان کی قدرو قیمت میں فرق ہے اور اسلامی نکتہ نظر سے انسان کامل وہ ہے جس میں سب قدریں ایک ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ بعض اقدار کی طرف وہ متوجہ ہو لیکن بعض اقدار میں وہ بالکل صفر ہو۔

انسان میں مختلف اقدار سے مراد شجاعت' عبادت' آزادی' عدالت اور عشق

Presented by Ziaraat.Com

وغیرہ ہے۔ بعض افراد ایسے ہوتے ہیں کہ وہ صرف ایک قدر مثلاً عبادت کی طرف توجہ دیتے ہیں البتہ یہاں عبادت کے معنی مخصوص ہیں یعنی عبادت سے مراد نماز و روزہ ہے جو مخصوص قسم کے ہوں۔

ایک انسان ہے جو صرف انہی چیزوں کی طرف متوجہ ہے اور اس میں یہ پہلو بہت اچھی طرح رشد کر رہا ہے لیکن جو دوسری اقدار مثلاً آزادی' عدالت یا اجتماعی زندگی یا پھر عشق (البتہ عشق سے ہماری مراد عشق حیوانی نہیں) ان پر وہ خاطر خواہ توجہ نہیں دیتا اور کوشش کرتا ہے کہ ساری خامیاں نماز روزے سے پُر کرے۔ جتنی بھی کمزوریاں ہیں ان کو دور کرنے کے لئے چاہتا ہے کہ نماز پڑھے ، روزے رکھے۔ جس طرح شہید مطہریؒ نے اپنی کتاب "جاذبہ ودافعہ علیؑ" (جس کا انگریزی میں ترجمہ بھی ہو چکا ہے) میں فرمایا ہے کہ خوارج بدبختوں نے دوسری چیزوں کو بھلا دیا تھا اور زندگی کی دیگر اقدار کو پورا کرنے کے لئے چاہتے تھے کہ فقط عبادت پر ہی اکتفا کریں جو یقیناً ناممکن ہے۔

مثال کے طور پر آپ کی زندگی کے لئے ہوا اور پانی دونوں ضروری ہیں۔ اب اگر آپ کو ہوا تو مہیا ہو جائے لیکن پانی نہ ملے تو کیا آپ زندہ رہ سکتے ہیں؟ یقیناً نہیں! کیونکہ ہوا تو پانی کی جگہ پوری نہیں کر سکتی۔ اسی طرح اگر آپ کو پانی مل جائے اور ہوا نہ ملے تو بھی آپ زندہ نہیں رہ سکتے۔ لہٰذا انسانی جسم کی سالمیت کے لئے مادی نکتہ نظر سے ہوا' پانی' سورج کی روشنی اور مختلف گیسوں مثلاً آکسیجن وغیرہ کا مختلف مقدار میں ہونا ناگزیر ہے۔

اب اگر ان میں سے بعض چیزیں میسر ہوں اور بعض نہ ہوں تو انسانی زندگی کا برقرار رہنا ممکن نہیں یا پھر کچھ چیزیں ایسی ہیں مثلاً آکسیجن گیس وغیرہ جن کی کمی سے بھی انسانی بدن مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ معنوی اعتبار سے بھی انسانی زندگی کی صورتحال ایسی ہی ہے کہ انسان کے اندر موجود تمام اقدار کی یکساں توجہ

Presented by Ziaraat.Com

کے ساتھ پرورش کیے بغیر نہ صرف انسان کا کامل و سالم ہونا مشکل ہے بلکہ وہ متعدد بیماریوں کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔

یہاں ہم کلی طور پر ایک مثال بیان کرتے ہیں کہ اقدار کو اگر دو بنیادی اقسام "انفرادی زندگی اور اجتماعی زندگی" کے حوالے سے دیکھا جائے تو ایک انسان جو انفرادی زندگی سے متعلق اقدار یعنی نماز، روزہ، خمس، زکوٰۃ وغیرہ پر توجہ دیتا ہے جنہیں اعمال شخصی بھی کہتے ہیں۔ مثلاً نماز پڑھتا ہے، نماز جماعت میں حاضر ہوتا ہے، خمس نکالتا ہے لیکن اجتماعی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ نہیں جبکہ جہاں اس پر کچھ انفرادی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں وہاں اجتماعی طور پر بھی کچھ چیزیں اس پر واجب ہیں۔ مثلاً حریت و آزادی انسان کے لئے ایک قیمتی اور باارزش چیز ہے جسے انسانی اقدار میں سے تصور کیا جاتا ہے۔ جس کی طرف یہ توجہ نہیں کرتا اور اسے یہ بھی پروا نہیں کہ میں نماز تو پڑھ رہا ہوں لیکن جس جگہ اور جس نظام کے تحت میں زندگی گزار رہا ہوں اس کے نتیجے میں میں غلام ہوں، آزادی مجھے حاصل نہیں۔ خدا کے ساتھ مسجد میں راز و نیاز تو کر سکتا ہوں، اللہ اکبر کھل کر کہہ سکتا ہوں لیکن اجتماعی طور پر درد بیان کرنے کے لئے مجھے کوئی آزادی نہیں۔ اگر بیان کے ذریعے کام کرنا چاہتا ہوں یا پریس کے ذریعے تحریر کرنا چاہتا ہوں تو مجھے اجازت نہیں ہے۔ غرض اس طرف اس کا دھیان نہیں۔

یا پھر وہ نماز اور روزے کو تو واجب سمجھتا ہے لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کہ جو ایک اجتماعی فریضہ ہے اس کی طرف متوجہ نہیں یا یہ کہ معاشرے میں کیا ہو رہا ہے۔ مثلاً نوجوانوں کو خراب کرنے کے لئے کیا کیا منصوبہ بندی کی جا رہی ہے۔ مثلاً محلے میں فرض کیجئے جوان جن چیزوں کے عادی ہو رہے ہیں۔ وی سی آر پر انہیں غلط فلمیں دکھائی جا رہی ہیں۔ انہیں غلط قسم کے پروگراموں میں لے جایا جا رہا ہے اور موصوف کو احساس تک نہیں کہ یہ کچھ ہو بھی رہا ہے یا نہیں؟

Presented by Ziaraat.Com

بنابریں جو شخص اجتماعی فرائض پر توجہ نہ دے اور صرف انفرادی فرائض انجام دے تو اسے ہم انسان کامل و مومن نہیں کہہ سکتے۔ یہ اس وقت مومن اور انسان کامل ہوسکتا ہے جب انفرادی فرائض کے ساتھ ساتھ اجتماعی ذمہ داریوں کی طرف بھی متوجہ ہو اور اس چیز کو اسلام نے بہت اہمیت دی ہے۔ رسول خدا صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔

"مَنْ اَصْبَحَ وَلَمْ يَهْتَمَّ بِاُمُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ"

(بحار الانوار ۴۷۔ ۳۳۷)

کہ جس شخص کو سوائے اپنے آپ کے دوسرے مسلمانوں کے مسائل کی فکر نہ ہو وہ دائرہ اسلام ہی سے خارج ہے۔ لہٰذا کوئی شخص اس وقت مومن و انسان کامل ہوتا ہے جب اس کی نظر میں انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح کی ذمہ داریاں یکساں اہمیت کی حامل ہوں۔

درج بالا مثال کے برعکس ایک شخص ایسا ہے جسے معاشرے کی ناہمواریوں کا تو بہت شدت سے احساس ہے کہ ہمارے معاشرے میں کیا ہورہا ہے؟ کیوں ہم پر امریکہ مسلط ہے کیوں ہم پر روس مسلط ہے؟ کیوں ہمارے قوانین مغربی ہیں؟ ان چیزوں کی طرف وہ متوجہ ہے' کام بھی کر رہا ہے لیکن اگر کبھی ایسا اتفاق ہو کہ آپ اس شخص کے ہاں ایک آدھ رات مہمان ٹھہریں تو دیکھیں کہ نماز نہیں پڑھتا اور اگر پڑھتا بھی ہے رات دس گیارہ بجے تمام کاموں سے فارغ ہونے کے بعد جلدی جلدی۔ آپ صبح سویرے اٹھتے ہیں' نماز پڑھتے ہیں' وہ دس بجے اٹھتا ہے۔ اسی طرح فرض کریں جب آپ اس سے خمس و زکوٰۃ کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ کیا ضرورت ہے ہم حج پر جائیں' کیوں ہم خمس اور زکوٰۃ دیں؟ یہ جو میں بیس ہزار خمس نکالوں' بہتر ہے کہ اپنی تنظیم کے لئے ایک فوٹو اسٹیٹ مشین خرید لوں تاکہ ہم کام کرسکیں یا مثلاً کسی جوان کی شادی کرا دوں۔ اب یہاں

Presented by Ziaraat.Com

پر یہ بندہ خدا اشتباہ میں گرفتار ہے۔ اشتباہ یہ کہ پہلے اسے اپنے انفرادی فرائض و اجتماعی واجبات ادا کرنے چاہئیں البتہ اسلام میں ان مسائل کا حل بھی موجود ہے۔ مثلاً تنظیم کا مسئلہ غرباء کا مسئلہ' کسی جوان کی شادی کا مسئلہ یا کسی لڑکی کی شادی کا مسئلہ وغیرہ۔ لیکن ضروری ہے کہ آپ پہلے اپنے فرائض ادا کریں اس کے بعد مستحبات کی طرف آئیں۔ یہاں ایک چھوٹی سی مثال پیش کرتا چلوں کہ فرض کریں میں آپ کا مقروض ہوں۔ اب اگر میں واقعاً دیندار ہوں تو پہلے اپنا قرض آپ کو واپس کروں اس کے بعد مزید آپ کے ساتھ یا کسی دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنا چاہوں تو کروں۔ لیکن اگر میں آپ کا قرض ادا نہیں کرتا اور اس کی بجائے وہ رقم آپ کو یا کسی دوسرے کو بطور مدد یا انعام کے لئے دے دیتا ہوں تو آیا یہ صحیح ہے؟

نتیجہ سخن یہ ہے کہ فرائض اجتماعی ہوں یا انفرادی دونوں کی ادائیگی یکساں ضروری ہے۔

دورہ ایران و لبنان

ہم نے دینداری و تقویٰ کو ایران و لبنان کے جوانوں میں دیکھا ہے۔ البتہ ایران کے جوانوں کا تو ہم یہ کمال نہیں سمجھتے اور وہ اس لئے کہ امام جیسے رہبر ان کے پاس ہیں۔ اسلامی جمہوری جیسی حکومت جسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کرۂ ارض پر اگر کوئی حکومت ہے جس سے خدا و رسولؐ راضی ہو تو وہ ایران کی حکومت ہو سکتی ہے۔ نظام ان کا اسلامی' حکومت ان کی اسلامی' رہبر ان کا امام خمینی جیسی شخصیت' معاشرہ ان کا ایسا کہ جس میں آپ گناہ جیسی کوئی چیز نہیں دیکھیں گے۔ لہذا اگر اس قسم کے معاشرے کا جوان متدین نہ ہو' دیندار نہ ہو' حزب اللہی نہ ہو تو ہمیں تعجب کرنا چاہئے۔

Presented by Ziaraat.Com

لیکن ہمیں جو کمال و خوبی نظر آتی ہے اور واقعی تعریف کرنے کو جی چاہتا ہے وہ لبنان کے جوان ہیں کہ اب تک ان کا نظام فاسد ہے۔آپ جا کر دیکھیں آج بھی یہ علاقہ مغربی نظام کی غلاظتوں میں گھرا ہوا ہے۔

بیروت میں واقع گرین لینڈ کے مغرب کا علاقہ مسلمانوں اور مشرق کا علاقہ عیسائیوں کے قبضے میں ہے اور گرین لینڈ ان دونوں کے درمیان سرحدی چوکی کی حیثیت اختیار کر چکا ہے جہاں سے کوئی فریق دوسرے کے علاقے میں نہیں جا سکتا۔ ہمارے رفقاء کے بقول جو ان علاقوں تک گئے ہیں یہاں کے مکانات کی حالت ایسی ہوچکی ہے کہ انسان دن کے وقت بھی یہاں قدم رکھنے سے خوف کھاتا ہے۔ ہر وقت کے حملوں اور لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے یہ علاقہ تقریباً تباہ ہو چکا ہے۔بہت سے مکانات گر چکے ہیں اور باقی ماندہ بھی ٹوٹ پھوٹ کی وجہ سے رہائش کے قابل نہیں رہے۔ اس کے باوجود لوگ یہاں زندگی گزار رہے ہیں۔ لبنانی مسلمانوں کی ایک بدبختی یہ بھی ہے کہ یہاں کے عیسائی اپنے اوپر ہونے والے مظالم کا بدلہ یہاں کے مسلمانوں بالخصوص شیعوں سے لے رہے ہیں یعنی لبنان کے موجودہ حالات اور محاذ آرائیوں میں سب سے زیادہ نقصان مسلمان اور وہ بھی شیعوں کا ہو رہا ہے۔

تو جیسا کہ عرض کیا ہے ان کھنڈرات میں کہ جہاں دن کے وقت قدم رکھنے کا حوصلہ نہیں ہوتا یہ نوجوان چوبیس گھنٹے ہاتھوں میں اسلحہ لئے مورچے سنبھالے حملے کے لئے تیار رہتے ہیں۔

دنیا کے کئی دیگر ممالک کی طرح یہاں بھی طاغوتی نظام رائج ہے۔ فحاشی و بے حجابی عام ہے۔ ایسے ماحول میں کہ جب کوئی جوان گھر سے نکلے تو اسے ہر طرف گناہ و فساد کی دنیا نظر آئے ۔نظام باطل،معاشرہ فاسد،تربیتی اداروں میں تربیت کا کوئی پروگرام نہیں، اگر کوئی جوان دیندار اور حزب اللّٰہی نکلے تو یہ واقعی تعریف و ستائش کے لائق ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ہمیں ان جوانوں کی زندگیوں پر جو لبنان میں رہتے ہیں اور ہم نے انہیں نزدیک سے دیکھا ہے ایک نظر کرنی چاہیے۔ اگرچہ ہمارے لئے حقیقی اسوہ حسنہ رسول پاکؐ اور آئمہ اطہارؑ ہی کی ہستیاں ہیں۔

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" (سورہ احزاب۔ ۲۱)

لیکن بہرحال ان کے اسوۂ حسنہ کو ذہنوں میں تازہ کرنے کے لئے یا فرض کریں حضرت امام خمینی جیسی شخصیات علماء میں سے مراجع میں سے یا جوانوں میں سے پیدا کرنے کے لئے ایران و لبنان کے جوانوں کے طرز عمل کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اس طرح ہمیں بھی کم از کم اپنی زندگیوں میں کچھ تبدیلی لانی چاہیۓ۔

ان جوانوں کے ساتھ نشستوں کے دوران ہم نے دیکھا کہ زندگی کے اجتماعی و انفرادی دونوں پہلوؤں کی طرف ان کی توجہ ہے۔ مثلاً جنوبی لبنان میں جہاں ہم ان کے ساتھ تھے صبح کی نماز با جماعت ادا کی اور ایسا نہیں کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے کاموں میں مشغول ہوگئے ہوں نہ **تسبیحات** حضرت زہراؑ نہ **تعقیبات** نہ دعائیں' بلکہ دیگر دعاؤں کے علاوہ انہوں نے دعائے صباح امیر المومنینؑ بڑے وجد اور حال کے ساتھ پڑھی' یہ دعا ہر صبح وہ باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔

علاوہ ازیں ہم نے دیکھا کہ یہ جوان کاملاً تعلیمات اسلامی اور ہر وہ کام جو خدا و رسولؐ کی مرضی کے منافی ہو' کی طرف متوجہ ہیں۔ اور جن لڑکیوں کو ہم نے دیکھا وہ بھی انتہائی متدین اور حزب اللّٰہی' اسی طاغوتی ماحول میں مکمل اسلامی پردے میں اور حتیٰ کہ انہوں نے اپنے ہاتھ بھی چھپائے ہوئے تھے۔ اجتماعی طور پر بیٹھتیں اور مختلف امور پر بات چیت کرتی تھیں۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ ہماری ذمہ داریاں صرف لبنان کے لئے نہیں اور ہم جو کام کر رہے ہیں وہ صرف لبنان کے لئے نہیں ہے بلکہ عالم اسلام کے لئے ہے۔

واقعاً ہم نے وہاں یہ بات محسوس کی کہ ایران کا عظیم اسلامی انقلاب کہ جس

Presented by Ziaraat.Com

کے اثرات ہم سب پر پڑے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ انقلاب نہ ہوتا تو آج میں بھی اس طرح نہ ہوتا۔ ہمارے آج کے علماء بھی روایتی علماء کی طرح پرانی طرز فکر کے مالک ہوتے اور ہم میں اسلام کے لئے جو جوش و خروش پایا جاتا ہے ہو سکتا ہے وہ بھی نہ ہوتا۔ ایک تو یہ انقلاب خود مضبوط ہے اور اس کے علاوہ اس انقلاب کے لئے جو کام لبنان کے جوان کر رہے ہیں وہ نہ پاکستان کے عالم نے کیا ہے نہ پاکستان کے جوان نے۔

اس وقت لبنان کے جوان نے (ہماری مراد شیعہ جوان ہیں) انقلاب اسلامی کی قدرت اور قوت میں جو اضافہ کیا ہے وہ واقعی قابل داد ہے۔ اس کے لئے وہ مختلف طریقوں سے کام کرتے ہیں۔ مثلاً ایران کی اگر امریکہ، فرانس یا جرمنی وغیرہ سے کوئی کھٹ پٹ ہو جائے اور جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ طاغوتی حکومتیں اس تاک میں بیٹھی ہیں کہ کسی طرح انقلاب اسلامی کو بدنام کر سکیں اور اسے ناکام بنا دیں، یہاں لبنانی حزب اللہی جوان ان طاغوتی حکومتوں سے انتقام لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ انہیں ایران کے ساتھ مفاہمت کرنا پڑتی ہے۔ مثلاً میک فارلن کا قصہ البتہ ان کے بیان میں تضاد پایا جاتا ہے۔ کل کے کسی اخبار میں یا آج غالباً بش کا بیان تھا اور اس نے دو بیان دیئے ہیں، کمیٹی کے سامنے اس نے کہا ہے کہ ہم نے یہ اسلحہ جو ایران کو دیا تھا یرغمالیوں کو آزاد کرانے کے لئے یا مثلاً کسی اور حوالے سے بیانات میں تضاد ہے لیکن غرض یہ ہے کہ میک فارلن کا مسئلہ جس کی وجہ سے ایران میں حضرت امام خمینی نے فرمایا کہ اس واقعہ کے بعد وائٹ ہاؤس کو بلیک ہاؤس کہنا چاہیے اور جو دھماکہ اس میں ہوا ہے اس کے اثرات آپ بعد میں دیکھیں گے اور میک فارلن کے واقعہ سے جو کامیابی ایران کو سیاسی لیول پر ہوئی ہے اتنی بڑی کامیابی اس سے قبل نہیں ہوئی۔

اس میں زیادہ تر ہاتھ کس کا تھا؟ لبنان کے جوانوں کا۔ جس طرح خود انہوں

Presented by Ziaraat.Com

نے کہا اور آقائے رفسنجانی نے بھی فرمایا کہ انہوں نے ہمارے پاس افراد بھیجے ادھر تو ریگن نے کہہ دیا تھا کہ ہم ٹیررسٹ اور جو تخریب کار ہیں انہیں باج (تاوان) نہیں دیں گے لیکن ہم نے دیکھا کہ بعد میں اس نے تاوان دے دیا۔

بہرحال ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہمیں حزب الہی جوان جو انقلاب کے لئے بازو توانا اور بازو شمشیرزن ہیں کی زندگیوں سے آگاہ ہونا چاہئے۔ان سے رابطہ رکھنا چاہئے۔ اگرچہ حقیقی نمونہ عمل ہمارے لئے اہل بیت علیہم السلام ہیں لیکن بہرحال یہ نوجوان بھی انہی کی زندگیوں سے الہام لیتے ہیں۔تعلیمات اہل بیتؑ کے ساتھ ساتھ ان کی زندگیوں سے آگاہی ہمارے لئے باعث تقویت ہے۔

ان جوانوں نے دشمن کے خلاف کوئی ایکشن لینا ہو یا حملہ کرنا ہو تو پہلے دعا پڑھتے ہیں "عزاداری سید الشہداء" کرتے ہیں اس کے بعد حملے کے لئے جاتے ہیں۔ جس طرح آج بھی میرے خیال سے اخبار میں تھا کہ انہوں نے آنتوان لحد کی ملیشیا پر حملہ کر کے ۱۵ افراد کو ہلاک کر دیا ہے۔

بیروت میں ایک شخصیت نے مجھے بتایا کے اوائل انقلاب میں جب ہم بیروت آئے تو ہم نے چاہا کہ یوم عاشورہ اچھی طرح منایا جائے لیکن بدقسمتی سے یہاں کے لوگ دین سے دور ہو چکے تھے۔یہاں تک امام حسینؑ کے نام پر سینہ زنی کے لئے کوئی تیار نہ تھا۔ماتم کو عار سمجھتے تھے۔مرثیہ خوانی کے لئے ہم نے کچھ آدمیوں کو تیار کیا لیکن پھر بھی کوئی نہ تھا جو مرثیہ سنے اور سینہ زنی کرے۔رونا تو درکنار لوگ مجلس میں بہت کم آتے تھے۔ بس یوں سمجھ لیں کہ رسماً کچھ لوگ ایک جگہ جمع ہو جاتے تھے اور یہ بھی انہوں نے بتایا کہ روز عاشورہ گزرنے کے بعد یہ لوگ ایک خاص جملہ کہتے تھے۔جملہ تو اس وقت میرے ذہن میں نہیں البتہ اس کا مفہوم یہ تھا کہ ہم لوگ آسودہ ہو گئے ہیں۔ یعنی معاذ اللہ ہم کسی مصیبت میں گرفتار تھے اور اب وہ مصیبت ٹل گئی ہے۔ (استغفراللہ)

Presented by Ziaraat.Com

غرض اس کے بعد وہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نوجوان تیار کئے اور اب البتہ صورتحال یہ ہے کہ یہاں جوان ہمیشہ دشمن کے خلاف ایکشن لینے سے پہلے عزاداری سید الشہداءؑ برپا کرتے ہیں، ماتم کرتے ہیں اور وہ بھی ایسے انداز میں کہ بڑے سے بڑے جوش و خروش سے ماتم کرنے والے اپنا ماتم بھول جاتے اور جس انداز میں وہ اہل بیتؑ کی مظلومیت، عظمت و شجاعت اور ساتھ موجودہ مسلمانوں کی حالت، جنوبی لبنان کی حالت، امام خمینی کے حوالے سے، واقعاً ان سب چیزوں کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ اس میدان میں عزاداری امام حسین علیہ السلام جوانوں کے لہو کو گرم رکھے ہوئے ہے۔ اس ماتم حسین علیہ السلام نے ان جوانوں کو اسرائیل کے مقابلے میں استقامت عطا فرمائی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّد

موضوع۔ انسان کامل

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ رمضان مبارک

Presented by Ziaraat.Com

اخلاق کے موضوع پر قائد شہیدؒ کا پہلا درس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"یٰٓاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدۡحًا فَمُلٰقِيۡهِ "(الانشقاق۔۶)

خداوند متعال نے انسان کو پیدا ہی نہیں کیا بلکہ اسے راستہ بھی بتایا کہ اگر انسان اس راستہ پر گامزن ہو جائے تو وہ اہداف جن کے لئے وہ خلق کیا گیا ہے وہ حاصل ہو جاتے ہیں۔ہم ان چند دنوں میں انشاء اللہ اخلاق کے حوالے سے بحث کریں گے۔

علم اخلاق کا موضوع: علم اخلاق کا موضوع انسان ہے۔طب میں بھی موضوع انسان ہے لیکن اس لحاظ سے کہ یہ بیمار ہے یا تندرست اور علم اخلاق میں بھی لیکن اس لحاظ سے کہ آیا انسان صفات حسنہ کا مالک ہے یا صفات رذیلہ کا' کون سی صفات انسان کے لئے موزوں اور ضروری ہیں جو اس میں ہونی چاہئیں اور کون سی صفات اس کے لئے مضر ہیں جو اس میں نہیں ہونی چاہئیں البتہ یہاں ایک طریقہ فلاسفہ اور حکماء کا ہے اور ایک طریقہ انبیاء اور اولیاء کا۔ ہم اس وقت انبیاء کے طریقہ کار سے بحث کریں گے۔حکماء اور فلاسفہ کا طریقہ ان افراد تک محدود ہے جو برہان و دلیل سمجھتے ہیں اور تعلیم یافتہ طبقے سے مربوط ہیں لیکن ایک ان پڑھ انسان جو تہذیب و تمدن سے دور صحراؤں میں زندگی بسر کرتا ہو۔ اس کے لئے حکماء اور فلاسفہ کا طریقہ چنداں مفید نہیں ہے۔

لیکن انبیاءؑ کا طریقہ جہاں بوعلی سینا کے لئے ہے وہاں جاہل اور ان پڑھ انسان کے لئے بھی ہے۔جہاں انبیاء کے نسخے پر اگر ایک تعلیم یافتہ انسان عمل کرکے اس ہدف جو لقاء اللہ اور تقرب الی اللہ ہے کے مقام تک پہنچ سکتا ہے اسی طرح ایک ان پڑھ آدمی بھی اس نسخے پر عمل کرکے اس مقام تک پہنچ سکتا ہے۔ چونکہ انبیاءؑ

Presented by Ziaraat.Com

کا طریقہ عام اور سب کے لئے ہے اس لئے ہم انبیاء کے طریقہ کار سے بحث کریں گے۔ یہاں پر یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ انبیاءؑ جو مبعوث ہوتے ہیں وہ صحیح دین کی طرف راہنمائی کرتے ہیں چونکہ فطری طور پر سب اس بات کے قائل ہیں کہ یہ کائنات ایک برتر اور بالاتر ذات کے ارادے سے چل رہی ہے حتیٰ کہ وہ افراد بھی جو کافر ہیں۔ قرآن کہتا ہے اگر ان سے پوچھو۔

" مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ " (لقمان۔۲۵)

زمین و آسمان کس نے پیدا کئے ہیں؟ تو وہ جواب دیتے ہیں کہ خداوند متعال نے پیدا کئے ہیں۔ البتہ یہاں پر وہ خدا کے موضوع اور مصداق میں اشتباہ کرتے ہیں۔ وہ کسی اور چیز مثلاً طبیعت (Nature) کو خدا قرار دیتے ہیں۔ یہاں اگرچہ وہ لفظ خداوند متعال استعمال نہیں کرتے لیکن بہرحال نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ یہ زمین اور یہ سب چیزیں خدا نے پیدا کی ہیں۔ جنہیں وہ فطرت یا طبیعت کا نام دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ کمیونسٹ افراد بھی درحقیقت خدا کے قائل ہیں۔ اب یہاں پر انبیاءؑ خدا کا صحیح مصداق انہیں بتاتے ہیں۔ جس طرح ایک بچہ فرض کریں بھوک میں کچھ لینا چاہتا ہے جس سے اس کو غذا ملے۔ اب ناسمجھی میں وہ کبھی پتھر منہ میں ڈالتا ہے کبھی انگلی چوسنے لگتا ہے یا پھر کسی اور چیز کو منہ میں لیتا ہے لیکن اس کی ماں آکر دودھ اس کے منہ میں دیتی ہے اور اسے یہ بتاتی ہے کہ پتھر، انگلی یا کوئی اور چیز اس کے لئے موافق نہیں بلکہ اسے دودھ کی ضرورت ہے۔ اسی طرح انبیاءؑ لوگوں کو خالق حقیقی کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ ان سے کہتے ہیں کہ پتھر، سورج یا مادہ ان کا خدا نہیں ہے۔ بلکہ وہ جس نے انہیں پیدا کیا ہے جسے دیکھا نہیں جا سکتا اور نہ وہ جسم و جسمانیت رکھتا ہے بلکہ وہ ایسی ذات ہے جو علم مطلق ہے، کمال مطلق ہے یعنی جتنی بھی صفات حسنہ ہیں وہ ان صفات کا مجموعہ (مُسْتَجْمَعُ جَمِیْعِ کَمَالَات) ہے۔ اس کا فقط آثار کے ذریعے ادراک کیا جا سکتا ہے۔ یہاں

Presented by Ziaraat.Com

امیر المومنینؑ کے خطبے کے حوالے سے کچھ عرض کرنا چاہوں گا جس میں انہوں نے انبیاءؑ کی بعثت و اختیار اور حضرت آدمؑ کی خلقت وغیرہ کے متعلق فرمایا ہے۔ آپؑ پہلے خطبے میں فرماتے ہیں۔

"ثُمَّ جَمَعَ سُبْحَانَهُ مِنْ حَزْنِ الْاَرْضِ وَسَهْلِهَا
وعَذْبِهَا وَسَبَخِهَا تُرْبَةً سَنَّهَا بِالْمَاءِ حَتّٰى
خَلَصَتْ وَلَاطَهَا بِالْبَلَّةِ حَتّٰى تَرَبَتْ
فَجَبَلَ مِنْهَا صُوْرَةً ذَاتَ اَحْنَاءٍ وَوُصُوْلٍ وَ
اَعْضَاءٍ وَفُصُوْلٍ" (نہج البلاغہ۔ خطبہ۱)

اس کے بعد خطبہ آگے تک چلتا ہے۔ جہاں انبیاءؑ کے متعلق فرماتے ہیں۔

"وَوَاتَرَ اِلَيْهِمْ اَنْبِيَائَهُ لِيَسْتَأْدُوْهُمْ مِيْثَاقَ فِطْرَتِهِ"

یعنی خدا نے انسان کو پیدا ہی نہیں کیا بلکہ اس کی رہنمائی کے لئے لگاتار انبیاءؑ بھی بھیجے۔ "لِيَسْتَأْدُوْهُمْ مِيْثَاقَ فِطْرَتِهِ" تاکہ ان سے فطرت کے عہد و پیمان پورے کرائیں۔ پس دیکھو! یہ فطرت انسان کے اندر موجود ہے۔

"كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ"

خدا نے سب انسانوں کو فطرت پر پیدا کیا ہے لیکن مسئلہ یہ ہے کہ بعض اوقات کچھ ماحول کے گرد و غبار اور جس معاشرہ میں انسان رہتا ہے وہاں کے اثرات کی وجہ سے اس کی فطرت سو جاتی ہے۔ انبیاءؑ آئے تاکہ سوئی ہوئی فطرتوں کو بیدار کریں اور اس طرح مولاؑ فرماتے ہیں۔

"وَيُذَكِّرُوْهُمْ مَنْسِيَّ نِعْمَتِهِ"

یعنی خدا کی وہ نعمتیں جو انسان نے بھلا دی ہیں انہیں دوبارہ یاد دہانی کرائیں۔ پس انبیاءؑ کا طریقہ دلیل و برہان کا نہیں۔ بلکہ وہ خود فطرت پر ہاتھ رکھتے ہیں اور انسان کی سوئی فطرت کو بیدار کرتے ہیں۔ جس طرح حضرت ابراہیمؑ نے بھی ایسے

Presented by Ziaraat.Com

وقت میں لوگوں کو بیدار کیا جب بت پرستی رائج تھی اور لوگوں کی فطرت سو چکی تھی۔سورہ انبیاء ؑ میں خدا فرماتا ہے۔

" وَلَقَدْ ءَاتَيْنَآ إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُۥ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِۦ عَٰلِمِينَ " (انبیاء۔۵۱)

ابراہیمؑ کو ہم نے پہلے سے ہی رشد عطا کیا تھا اور ہمیں اس کا علم تھا۔ یہاں پر بھی معلوم ہونا چاہئے کہ ایسا نہیں کہ ہم کہیں حضرت ابراہیمؑ کو یا انبیاءؑ کو یا آئمہ ؑ کو خدا نے پہلے ہی سے یہ چیزیں دے دی تھیں لہٰذا اگر یہ چیزیں ہمیں دے دیتا تو ہم بھی ایسے ہو جاتے۔یہ بات غلط ہے کیونکہ خدا نے ان میں وہ استعداد پائی تھی اس لئے انہیں وہ مقام عطا کیا گیا۔لیکن اگر ان میں یہ استعداد نہ ہوتی تو یہ چیزیں ہرگز انہیں نہ دی جاتیں۔لہٰذا آئمہؑ میں یہ قابلیت موجود تھی تو خدا نے انہیں اس مقام سے نوازا۔ابراہیمؑ واسماعیلؑ ،موسیٰ ؑ وعیسیٰؑ اور نوحؑ اس استعداد کے حامل تھے کہ انہیں مقام نبوت عطا کیا گیا لہٰذا ایسا نہیں ہے کہ خدا اگر دینا چاہے تو ہمیں بھی دے سکتا ہے۔ ہم اور آپ میں وہ استعداد نہیں ہے جو انبیاء ؑ اور آئمہ ؑ میں تھی۔جس کی بنا پر وہ اس مقام تک پہنچ گئے۔تو یہاں پر خدا فرماتا ہے۔

" وَلَقَدْ ءَاتَيْنَآ إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُۥ مِن قَبْلُ "

ہم نے پہلے ہی سے ابراہیمؑ کو رشد عطا کیا تھا۔" وَكُنَّا بِهِۦ عَٰلِمِينَ " اور ہمیں اس کا علم تھا۔" إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ "یہاں پر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ جس معاشرے میں حضرت ابراہیمؑ رہتے اس میں بت پرستی تھی وہ دھاتوں' لکڑیوں اور پتھروں سے بت بنا کر ان کی پوجا کرتے تھے' اس کے علاوہ یہاں ''اب'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جبکہ وہ ان کا حقیقی باپ نہیں تھا بلکہ ان کا چچا تھا لیکن اگر عرب میں ایک چچا اپنے بھتیجے کو پالتا یا پرورش کرتا ہے تو اس کے لئے بھی ''اب'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔(دیگر روایات میں ''اب'' سے مراد نانا بھی لیا گیا ہے۔ادارہ)

" إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِۦ مَا هَٰذِهِ ٱلتَّمَاثِيلُ ٱلَّتِىٓ أَنتُمْ لَهَا عَٰكِفُونَ " (انبیاء۔۵۲)

Presented by Ziaraat.Com

جب حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ لوگ لکڑی، پتھر، دھات اور دوسری چیزوں سے بنے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے ہیں تو ان پر اعتراض کیا کہ " مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيلُ " یہ بت کیا ہیں؟ یہ تصاویر کیا ہیں؟ " اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ " جن کی تم پوجا کرتے ہو۔ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ۔

" قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ " (انبیاء۔۵۳)

اے ابراہیمؑ تم کیا اعتراض کرتے ہو؟ یہ تو ہمارے آباء واجداد کا طریقہ رہا ہے۔ ہم نے اپنے آباء کو دیکھا کہ " لَهَا عٰبِدِيْنَ " وہ بھی ان تماثیل کی پرستش کرتے تھے۔ پس تم ہمارے آباء واجداد کی سنتوں پر اعتراض نہ کرو۔

یہاں پر یہ بات بھی آپ کو معلوم ہونی چاہئے کہ عقیدہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک عقیدہ وہ ہوتا ہے جو انسان کو علم کی روشنی میں دلیل و برہان کے ذریعے حاصل ہوتا ہے اور دوسرا عقیدہ وہ ہے جو اندھی تقلید کے نتیجے میں حاصل ہوتا ہے۔ ایسا عقیدہ جو اندھی تقلید کے نتیجے میں بغیر دلیل اور بغیر علم کے حاصل ہو اسلام کی نظر میں اس کی حیثیت ایک پیسے کے برابر بھی نہیں۔ ان لوگوں کا عقیدہ کیا تھا؟ کیا واقعی انہوں نے کوئی دلیل قائم کی تھی یا ان کے پاس کوئی ٹھوس جواب موجود تھا؟ ان کے پاس کچھ نہیں تھا! فقط یہ تھا کہ چونکہ ان کے آباء واجداد ایسے تھے لہٰذا وہ بھی یہ رسم و رواج قائم رکھنا چاہتے تھے۔ اس لئے حضرت ابراہیمؑ نے جب ان کی یہ بات سنی تو کہا۔

" لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ " (انبیاء۔۵۴)

تم اور تمہارے آباء واجداد جو اس قسم کے بت پرست تھے سب کے سب ایک واضح گمراہی میں مبتلا تھے اور تم اس وقت بھی مبتلا ہو۔

اب یہاں حضرت ابراہیمؑ برہان لاتے تو صرف اس سے مسئلہ حل نہیں ہوتا تھا جیسا کہ اس سے پہلے آیات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ مثلاً جب ایک ستارہ نکلا تو

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ یہ میرا رب ہے اور پھر جب وہ غروب ہوا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو غروب ہونے والی چیز ہے ایک ایسی چیز جو زوال پذیر ہو میں اس کو اپنا معبود نہیں بنا سکتا۔ اس کے بعد جب سورج نکلا تو کہنے لگے کہ یہ اس سے بڑا ہے' یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ بھی غروب ہوا تو کہا کہ یہ بھی غروب ہونے والوں میں سے ہے۔

گویا حضرت ابراہیمؑ لوگوں کو بیدار کرنا چاہتے تھے اور اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے تھے کہ یہ سب چیزیں عدم سے وجود میں آئی ہیں اور دوبارہ فنا ہونے والی ہیں لہذا قابل پرستش نہیں ہیں۔ جب انہوں نے حضرت ابراہیمؑ سے یہ باتیں سنیں تو کہا۔

" اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ " (انبیاء۔۵۵)

کہ واقعی تم کوئی حق چیز لائے ہو یا خواہ مخواہ لعب و لہو کرتے ہو اور ہمیں تنگ کرنا چاہتے ہو۔

آپ جانتے ہیں کہ جب ایک ماحول میں غلط رسم ورواج ہوں اور وہاں ایک اہل حق پیدا ہو جائے تو اس کے خلاف لوگ عجیب وغریب محاذ کھڑا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح جب حضرت ابراہیمؑ نے ان کو دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ ''واقعا''' تم کوئی حق لائے ہو یا کھیل و تماشا کرتے ہو۔"

جناب ابراہیمؑ نے جواباً کہا۔

" بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ "

تم نہیں جانتے کہ جن چیزوں کی تم پیروی کرتے ہو یہ تمہارے خدا نہیں ہو سکتے۔ " رَبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ " تمہارا رب وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔

" وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ " (انبیاء۔۵۶)

Presented by Ziaraat.Com

اور میں تم پر اس بات کی شہادت دینے والا ہوں اور اس پر گواہ ہوں کہ یہ سب چیزیں خدا کی خلقت ہیں اور ان سب کا اور تمہارا رب خدائے واحد ہے۔ اس کے بعد دھمکی دی۔ "وَتَاللّٰهِ لَاَكِيدَنَّ اَصْنَامَكُمْ" اور اللہ کی قسم میں تمہارے بتوں کے ساتھ ضرور کچھ کروں گا۔

مطلب یہ کہ یہاں پر حضرت ابراہیمؑ نے بہت استدلال کیا لیکن وہ لوگ اس قدر بدبخت ہو چکے تھے، ان کے دلوں پر غلط رسم ورواج کے تالے پڑ چکے تھے کہ ان تالوں کو دلیل و برہان کے ذریعے نہیں توڑا جاسکتا تھا لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے دوسرا طریقہ اختیار کیا کہ جب عید کے دن ان کا کوئی تہوار تھا اور وہ سب لوگ کسی صحرا میں گئے ہوئے تھے، حضرت ابراہیمؑ کو موقع مل گیا۔ وہ بت خانے میں گھس گئے اور جتنے بھی بت تھے سب کو انہوں نے توڑ دیا فقط ایک بڑا بت چھوڑ دیا اور جس کلہاڑے سے بتوں کو توڑا تھا اسے بڑے بت کی گردن میں ڈال دیا۔ ایسا حضرت ابراہیمؑ نے اس لئے کیا۔ "لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ" کہ یہ اس کی طرف رجوع کریں اور جب یہ رجوع کریں گے تو خیال کریں گے کہ ان میں کسی بات پر آپس میں لڑائی ہو گئی ہوگی اور جو بڑا بت ہے اس نے سب کو مار دیا ہو گا۔ اس کے بعد جب یہ لوگ آئے اور بت خانے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سارے بت ٹوٹے پڑے ہیں، کسی کا پیر نہیں تو کسی کا سر نہیں، ایک بڑا بت سالم بچ گیا ہے۔

" قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ " (انبیاء۔۵۹)

"ہمارے ان خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے۔ وہ تو بڑا ظالم شخص ہے" جس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ ناروا سلوک کیا ہے۔ اس کے بعد آپس میں معلوم کرنے لگے کہ یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟

جس طرح آپ کو معلوم ہے کہ اگر ایک حکومت جس کی پالیسی اور منصوبہ ایک گروہ یا شخص کے خلاف ہو تو کوئی بھی واقعہ ہو تو حکومت سب سے پہلے اس شخص کو پکڑتی ہے جو اس کے خلاف ہے۔ تو اس موقعہ پر بھی جب انہوں نے دیکھا

Presented by Ziaraat.Com

کہ یہاں ہمارے ماحول میں سب کے سب ہمارے حق میں ہیں اور سب کے سب بت پرست ہیں، فقط ایک جوان ہے جو ہمارے اس نظریہ کے خلاف ہے، یہ کام اسی کا ہوسکتا ہے۔لہٰذا انہوں نے تفتیش شروع کی۔ "قَالُوا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ" آپس میں کہنے لگے کہ ہاں ہم نے سنا تھا کہ ایک جوان ہے جو ہمیشہ ہمارے ان بتوں کا تذکرہ کیا کرتا تھا، ان کی برائی کیا کرتا تھا۔ "يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ" (انبیاء۔۶۰) اس کو ابراہیمؑ کہتے ہیں یہ کام اس کا ہوسکتا ہے، اتنی بڑی جرأت ابراہیمؑ کے سوا کوئی اور نہیں کرسکتا۔ "قَالُوا فَأْتُوا بِهِ عَلَىٰ أَعْيُنِ النَّاسِ" اور پھر کہنے لگے کہ لوگوں کو جمع کرو اور اس (ابراہیمؑ) کو سب کے سامنے لاؤ۔ "لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُونَ" (انبیاء۔۶۱) شاید یہ اس کو دیکھ لیں اور گواہی دے دیں۔

"قَالُوا أَأَنتَ فَعَلْتَ هَٰذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ" (انبیاء۔۶۲)

ابراہیمؑ کو سامنے کھڑا کردیا گیا اور سوال و جواب کرنے لگے۔پہلا سوال یہ کیا کہ اے ابرہیمؑ کیا تم نے ہمارے بتوں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ "قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَٰذَا" ابراہیمؑ نے جواب دیا یہ سب کچھ ان میں سے بڑے بت نے کیا ہے۔ "فَاسْأَلُوهُمْ إِن كَانُوا يَنطِقُونَ" (انبیاء۔۶۳) تم ذرا معلوم تو کرو اپنے اس خدا سے جو ابھی زندہ ہے۔ "ان كَانُوا يَنطِقُونَ" اگر یہ بات کرسکتے ہوں۔

اب جیسا کہ شروع میں اشارہ کیا ہے کہ انبیاءؑ کا کام وجدان، ضمیر اور فطرت پر ہاتھ رکھنا اور اس کو بیدار کرنا ہوتا ہے۔یہاں بھی حضرت ابراہیمؑ چاہتے ہیں کہ ان کی فطرت کو بیدار کریں اور یہ کام ایسے ہوسکتا تھا۔ پس جب حضرت ابراہیمؑ نے خود بتوں سے پوچھنے کو کہا تو "فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ" (انبیاء۔۶۴) تو سب اپنے نفسوں کی طرف پلٹے اور سوچا کہ واقعی یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اب یہ بیدار ہو گئے یعنی ان کی فطرت بیدار ہو گئی اور سمجھ گئے کہ ہم نے بلاوجہ اس پر الزام لگایا ہے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ "تم خود ظالم ہو اتنا بڑا ظلم کر رہے ہو، ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو جو نہ بول سکتی ہیں نہ کھا سکتی ہیں اور نہ ہی شعور رکھتی ہیں۔ "ثُمَّ نُكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ" اب ان کے سر شرمندگی سے جھک گئے۔ اس

Presented by Ziaraat.Com

کے بعد حضرت ابراہیمؑ سے کہنے لگے۔ "لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ" (انبیاء۔۶۵) اے ابراہیم "تم بھی جانتے ہو کہ یہ بات نہیں کر سکتے۔ حضرت ابراہیمؑ " کو موقع مل گیا کہنے لگے۔

"اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ" (انبیاء۔۶۶)

اے بدبختو! پھر تم ایسی چیزوں کی پرستش کیوں کرتے ہو جو نہ تم کو نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع پہنچا سکتی ہیں۔ دیکھو اگر یہ کچھ کر سکتے تو اپنے آپ کو بچاتے۔ مگر جب یہ اپنے آپ کو نہیں بچا سکتے تو تم کو کیسے بچا سکتے ہیں۔

اسی کے ذیل میں ایک اور واقعہ ذہن میں آتا ہے کہ جب ہجرت نبوی کے بعد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ کے نتیجے میں مدینے میں کچھ نوجوان مسلمان ہو گئے اور وہاں تبلیغ کرنے لگے۔ یہ لوگ جہاں کہیں بتوں کو دیکھتے انہیں توڑ ڈالتے اور ادھر ادھر پھینک دیتے۔ ایک مرتبہ کچھ نوجوانوں نے جن میں عمرو بن جموح (جو ایک مشرک تھا اور بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہوا) کا بیٹا بھی تھا۔' عمرو بن جموح کے بت کو توڑنے کا پروگرام بنایا۔ انہوں نے وہ بت چوری کر لیا اور باہر پھینک دیا' عمرو نے وہ بت تلاش کر لیا۔ دوسری مرتبہ پھر ان نوجوانوں نے بت چرا کر پھینک دیا مگر اس نے پھر تلاش کر لیا۔ تیسری مرتبہ نوجوانوں نے بت کو نجاست میں پھینک دیا ادھر پاس کوئی جانور مرا پڑا تھا۔ بت کو اس جانور کے ساتھ باندھ دیا۔ اب یہ بندہ خدا ہر جگہ ڈھونڈنے لگا مگر اسے کہیں اپنا بت نہ ملا۔ آخر کار وہ نجاست کی طرف گیا' اب جو اس نے دیکھا کہ یہ بت یہاں پڑا ہوا ہے تو اس کے ضمیر کو جنبش ہوئی اور اس نے بت کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تجھ میں قدرت ہوتی تو اس طرح غلاظت میں نہ پڑا ہوتا۔ اس کے بعد اس کا ضمیر بیدار ہو گیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر جنگ احد میں بھی شرکت کی اور درجہ شہادت پر فائز ہوا۔

غرض یہ کہ یہاں پر حضرت ابراہیمؑ نے فطرت کی حساس رگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا کہ "اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" آیا تم خدا کے علاوہ عبادت کرتے ہو ان کی جو "مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ" نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ

Presented by Ziaraat.Com

کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اس کے بعد ان کو سرزنش کرنے لگے۔ "اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ" افسوس ہے تم پر اور ان چیزوں پر جن کی تم بندگی کرتے ہو۔ "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" خدا کے علاوہ "اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ" (انبیاء۔۶۷) آیا تمہارے پاس عقل نہیں ہے' تم نہیں سمجھتے جو چیز تم کو نہ ضرر پہنچا سکتی ہے۔ نہ فائدہ اس کی بندگی کیوں کرتے ہو؟

اب یہاں پر اگرچہ کچھ لوگوں کے دل بیدار ہو گئے لیکن پھر بھی وہ اتنی جلدی اپنی بت پرستی سے دست بردار نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ ان کا جو سردار تھا اس نے کہا کہ ابراہیمؑ کو آگ میں جلاؤ جس نے ایسا کام کیا ہے۔

"وَانْصُرُوْآ اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ" (انبیاء۔۶۸)

اپنے خداؤں کی مدد کرو اگر تم کام کرنے والے ہو۔ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا مگر آگ حکم خدا سے ٹھنڈی ہو گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

غرض میری یہ تھی کہ انبیاءؑ کا طریقہ عام ہوتا ہے۔ ایسا ہوتا ہے جس کا ایک فلسفی و تعلیم یافتہ انسان سے لے کر ایک ان پڑھ اور دیہاتی آدمی بھی ادراک کر سکتا ہے اور جو طریقہ حکماء کا ہوتا ہے وہ دلیل و برہان پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا اس کو سوائے ان افراد کے جو دلیل و برہان اور منطق کو سمجھتے اور جانتے ہوں دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔

صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّد

موضوع۔ اخلاق۔ ۱

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ رمضان المبارک

Presented by Ziaraat.Com

اخلاق کے موضوع پر قائد شہیدؒ کا دوسرا درس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ" (انشقاق-٦)

اخلاق میں جو طریقہ حکماء اور فلاسفہ کا ہے اس میں دشواریاں، محدودیت اور اشتباہات ہیں۔ اس کے مقابلے میں انبیاء علیہم السلام کا طریقہ اشتباہات سے بھی محفوظ ہے اس میں دشواریاں بھی نہیں ہیں اور وہ عمومیت کا حامل بھی ہے۔ حکیم اور فلسفی جو اخلاقی قسم کا ہو اس کا نظریہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا کام کیا جائے جس پر لوگ تحسین اور آفرین کہیں اور وہ کام نہ کیا جائے جس پر لوگ مذمت یا بدگوئی کریں۔ اسے انبیاء علیہم السلام بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ کام کریں جس پر لوگ تحسین و آفرین کہیں اور وہ کام نہ کریں جس پر لوگ مذمت کریں۔ مثال کے طور پر سچائی، حکماء اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ تم سچ بولو تاکہ لوگ تمہاری تعریف کریں اور جھوٹ ایک بری عادت ہے اس سے پرہیز کرو تاکہ لوگ تمہاری بدگوئی نہ کریں۔ اسلام اور انبیاء علیہم السلام اسے تسلیم کرتے ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام اس سے بالاتر چاہتے ہیں۔ وہ یہ کہ جو کام کرتے ہو اس پر اکتفا نہ کرو بلکہ اس سے آگے بڑھ کر رضایت خدا کو معیار قرار دو۔ جو کام تم کرتے ہو دیکھو آیا خدا اس کام سے راضی ہے یا نہیں؟ اگر خدا کی رضایت اس میں ہو تو اسے انجام دو اور اگر خدا راضی نہ ہو تو اس کام سے پرہیز کرو۔ اب جہاں تضاد نہیں ہے وہاں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن اگر شریعت اور معاشرے کے حکم میں تضاد ہو، مثال کے طور پر ایک غلط قسم کی چیز کسی معاشرے میں رائج ہوتی ہے۔ (کیونکہ کبھی معاشرہ غلط روش اپناتا ہے) جیسا کہ جاہلیت کے زمانے میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔ یہ ان کے لئے عادت ثانویہ بن گئی تھی۔ اب اگر ایک عادت لوگوں میں رائج ہو جائے اگرچہ وہ عقل کے خلاف ہی کیوں نہ ہو لیکن لوگ اسے رسم ورواج کے طور پر

Presented by Ziaraat.Com

پسند کرنے لگتے ہیں۔اگر آپ اس رسم ورواج کے مطابق کام کرتے ہیں تو لوگ آپ کی تعریف کریں گے اور کہیں گے یہ بڑا غیور آدمی ہے۔مثال کے طور پر اگر کسی جگہ پر ایک غیر شادی شدہ لڑکی کے ساتھ ایک لڑکے کا مسئلہ بن جائے ممکن ہے کہ یہ جس معاشرے میں رہتے ہیں وہاں کے لوگ کہیں کہ انہیں مار ڈالو۔ حالانکہ شریعت میں انہیں مارنا جائز نہیں ہے بلکہ انہیں کوڑے مارنے کا حکم ہے کیونکہ یہ غیر شادی شدہ ہیں۔لڑکا ہو یا لڑکی یہاں پر ان کا قتل جائز نہیں ہے۔بلکہ اس کو حاکم شرع کوڑے مارنے کا حکم دے گا۔اب جس معاشرے میں آپ رہتے ہیں اس میں مثلاً کوئی اپنی غیر شادی شدہ لڑکی کو کسی کے ساتھ دیکھے اور اسے قتل کردے تو لوگ اس کی تعریف کریں گے لہٰذا ایسی جگہ پر جہاں پر مسئلے میں تضاد پیدا ہو جائے' آیا آپ ان لوگوں کی تحسین اور آفرین کی طرف توجہ دیں گے یا خدا کی رضایت کو دیکھیں گے۔لہٰذا یہاں جو حکم اسلام دیتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر ایسے لوگ آپ کو آفرین نہ بھی کہیں لیکن رضایت خدا ہو تو آپ وہ کام کریں۔ مثال کے طور پر آیہ شریفہ میں بھی ہے کہ:

"قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ○ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ" (مائدہ۔۱۵'۱۶)

"يَهْدِيْ بِهٖ" خدا ہدایت کرتا ہے اس نور کے ساتھ اس کتاب کے ساتھ!! کس کی؟اس کی جو خدا کی رضایت کی پیروی کرے۔جس طرح آپ نے سنا ہے کہ وہ خطیب جس نے مسجد میں اٹھ کر یزید اور معاویہ کی تعریف کی تو امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے خطیب "اِشْتَرَيْتَ مَرْضَاتَ الْمَخْلُوْقِ بِسَخَطِ الْخَالِقِ" صرف لوگوں کو خوش کرنے کے لئے تاکہ لوگ تمہیں آفرین کہیں تم نے خدا کے غضب کو مول لیا اور اس کی رضا کو مدنظر نہیں رکھا۔ہمارے بعض خطباء میں بھی یہ چیز پائی جاتی ہے وہ دیکھتے ہیں کہ لوگ کس بات پر خوش ہوتے ہیں

Presented by Ziaraat.Com

انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ جو بات کرتے ہیں خدا اس سے راضی ہے یا نہیں۔ وہ فقط مجلس سے داد حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن یہاں انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ رضائے الٰہی کو لوگوں کی خوشنودی پر قربان نہ کرو اور رضوان اللہ اختیار کرو نہ لوگوں کی رضایت۔ یعنی معاشرے میں کچھ غلط چیزیں رائج ہوتی ہیں جو فطرت کے خلاف ہیں مثلاً لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا جبکہ انسان کی فطرت یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد سے محبت کرتے ہیں اور یہ فطرت ہر جاندار میں پائی جاتی ہے لہٰذا ایک مرغی بھی اپنے چوزے سے محبت کرتی ہے اور ایک گھونسلے میں رہنے والا پرندہ بھی اپنے بچوں سے محبت کرتا ہے۔ اب بچوں کی محبت ایک فطری امر ہے لیکن عرب معاشرے میں بیرونی طور پر ایسے حالات پیدا کیے گئے تھے کہ ان کی یہ فطرت مر گئی تھی۔انبیاءؑ کہتے ہیں کہ ایسے حالات میں اگر فطرت کے خلاف ایک عادت رائج ہو جائے جس پر لوگ راضی ہو جائیں تو تم اس کی مخالفت کرو کیونکہ اصل رضائے خدا ہے۔

رضائے الٰہی کا معیار:

اب جب انبیاء علیہم السلام ہمیں یہ کہتے ہیں (حکماء سے بالاتر) کہ ہر کام خدا کی رضایت کے مطابق انجام دو تو ہم کہاں سے سمجھیں کہ فلاں کام خدا کی رضایت کے مطابق ہے یا نہیں؟ یہاں انہوں نے ہمارے لئے معیار چھوڑا ہے۔

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"

(آل عمران۔۳۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہتے ہو کہ خدا تم سے محبت کرے تو اس کا معیار یہ ہے کہ جو کچھ میں امر کروں اس پر عمل کرو۔ اب انہوں نے ہمیں احکام بتائے جن کی اطاعت کرنا خدا کی رضایت کو حاصل کرنا ہے اور ان احکامات پر عمل نہ کرنا خدا کی رضایت کے خلاف کام کرنا ہے۔جس طرح آپ نے

Presented by Ziaraat.Com

سنا ہو گا کہ ایک مومنہ حضرت صادق آلِ محمدؐ سے عرض کرتی ہے۔ میں مریض ہوں ڈاکٹر کے پاس گئی اس نے مجھے نسخہ بتایا کہ اگر آپ چاہتی ہیں کہ اس مرض سے عارضی طور پر شفایاب ہو جائیں تو آپ کبھی کبھی شراب پیا کریں۔ اب آپ کی خدمت میں آئی ہوں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا جب آپ ڈاکٹر کے پاس گئیں اور اس نے یہ نسخہ تجویز کیا تو کیا آپ نے اس پر عمل بھی کیا یا نہیں؟ تو اس نے عرض کی یابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میرے امام ہیں میں چاہتی ہوں کہ جو کام بھی کروں پہلے آکر آپ سے اجازت لوں اگر آپ اجازت دیں تو انجام دوں ورنہ نہیں۔ تاکہ کل روز قیامت خدا کی عدالت میں جب میری پیشی ہو اور مجھ سے سوال کیا جائے کہ تم نے یہ کام کیوں انجام دیا تو میں کہہ سکوں خدایا امام صادق علیہ السلام تیری حجت نے مجھے اجازت دی تھی اور اگر خدا کہے کہ کیوں یہ کام انجام نہیں دیا تب بھی کہہ سکوں کہ تیری حجت نے اجازت نہیں دی تھی۔

اس پر امام علیہ السلام نے اصحاب کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اس قسم کا مستحکم اور مضبوط جواب آج تک کسی نے سنا ہے۔ اس کے بعد حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا خدا نے حرام میں شفا نہیں رکھی۔ اس لئے میں اجازت نہیں دے سکتا۔ اب میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ ماہ رمضان میں اگر ڈاکٹر آپ کو روزہ رکھنے سے منع کرے تو کیا آپ آج تک عالم دین کے پاس آئے ہیں اور پوچھا ہے کہ اب میرے لئے کیا حکم ہے؟ یا صرف ڈاکٹر کے کہنے پر اکتفا کیا۔ رضایت خدا کا معیار احکام خدا کی پیروی کرنا ہے۔

حکماء اور فلاسفہ کا اثر لوگوں پر ہوتا ہے لیکن وہ لوگوں کے دلوں پر تسلط پیدا نہیں کر سکتے جبکہ انبیاء علیہم السلام لوگوں کے دلوں پر حکومت کرتے ہیں اور ان کے دلوں پر تسلط پیدا کرتے ہیں۔ ایک مثال عرض کرتا ہوں، بوعلی سینا کا ایک شاگرد تھا جو ان سے اکثر کہا کرتا تھا کہ استاد آپ اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ آپ کو

Presented by Ziaraat.Com

نبوت کا دعویٰ کرنا چاہئے۔ میں جانتا ہوں کہ بہت سارے لوگ آپ کے مرید اور مطیع بن جائیں گے۔بوعلی سینا اسے منع کرتا اور چپ کرا دیتا۔ یہاں تک کہ ایک دن ہمدان جو ایران کا سرد ترین علاقہ ہے' ایک کمرے میں رات کے وقت بوعلی سینا کو پیاس لگی' اس نے اپنے شاگرد سے پانی لانے کو کہا۔اب چونکہ گرم کمرے سے باہر نکلنا بہت سخت تھا لہٰذا شاگرد بہانے بنانے لگا اور مختلف تاویلیں کرنے لگا مثلاً استاد اس وقت آپ گرم کمرے میں سو رہے ہیں اگر آپ کو ٹھنڈا پانی لا کر دوں تو آپ کو نزلہ ہو جائے گا۔ بوعلی سینا چپ ہو گیا' باہر نزدیک ہی مسجد تھی۔ کچھ دیر گزری تو مؤذن کی آواز آئی(اس دور میں لاؤڈ سپیکر تو نہیں تھا کہ مؤذن کمرے میں بیٹھا مائیک لگا کراذان دے رہا ہے۔ہم نے تو یہ بھی سنا ہے کہ بہت سی جگہوں پر یہ مؤذن ٹیپ پر اذان لگاتا ہے اور خودسوجاتا ہے۔دوسروں کوٹیپ کی بلندآواز سے جگاتا ہے۔آپ کو معلوم ہوگا کہ امام خمینی ماہ رمضان اور محرم میں فرماتے ہیں کہ ۱۰ بجے کے بعد لاؤڈ سپیکر بند کردیا جائے تاکہ ساتھ والے گھروں میں ہمسایوں کوتکلیف نہ پہنچے جبکہ ایران سراسر شیعہ ملک ہے۔اب جب لاؤڈ سپیکر میں بلند آواز سے اذان ہو رہی ہو اور خودمؤذن سو رہا ہو تو یہ اسلام میں جائز نہیں ہے لیکن کیا کریں بہت ساری ایسی چیزیں ہو رہی ہیں کہ جنہیں لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ اسلامی ہیں........)بوعلی سینا نے موقع پا کر اپنے شاگرد سے کہا دیکھو تم مجھے کہتے تھے کہ میں نبوت کا دعویٰ کروں میں ابھی تم سے کہتا ہوں کہ دوسروں کی نسبت تمہیں میرے علم کے بارے میں زیادہ پتہ ہے اور تمہارا مجھ پر زیادہ ایمان ہے لیکن میں نے تم سے ایک گلاس پانی مانگا تو تم بہانے بنانے لگے اور کمرے میں سے ایک قدم باہر نہیں نکلے لیکن یہ دیکھو مؤذن پتہ نہیں اس کا گھر مسجد سے کتنی دور ہو گا'اس نے سردی میں آکر وضو کیا اور اللہ اکبر کی صدا بلند کر رہا ہے تا کہ اذان کہنے سے امر خدا کو بجا لائے یعنی نبی ایسا ہونا چاہئے کہ لوگوں کے دلوں میں نفوذ کرے۔اس طرح سے کہ لوگ سردی 'گرمی اور ضرر و زیان کو نہ

Presented by Ziaraat.Com

دیکھیں۔گویا انبیاءؑ لوگوں کے دلوں میں یوں نفوذ کرتے ہیں کہ لوگ ان کے اصولوں پر سخت پابند ہو جاتے ہیں۔

تابعی رسولؐ کی مثال

تاریخ میں لکھتے ہیں کہ مدینہ کے ایک فقیہ اور تابعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہتے تھے۔ عبدالملک ابن مروان جو بنی امیہ کے سلاطین میں سے تھا اس کو پتہ چلا کہ مدینہ کے فقیہ کی ایک لڑکی ہے۔ اس نے آدمی بھیجا کہ جاؤ فقیہ کی بیٹی کا میرے بیٹے ولید کے لئے رشتہ مانگو۔ آدمی آیا اجازت لی' فقیہ کے پاس آیا۔ فقیہ' فقیہ ہے اس کا مال ومتاع تو کچھ نہیں سادہ قسم کی زندگی ہے۔ آدمی بات شروع کرتا ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت عبدالملک پورے عالم اسلام کا مطلق العنان بادشاہ ہے اور تیس ریاستوں پر اس کی حکومت ہے' آپ اس کے مقابل میں کچھ بھی نہیں ہیں۔اس کا لڑکا ولید شہزادہ ہے اور فلاں و فلاں ہے ۔ہم چاہتے ہیں کہ آپ کی لڑکی کا اس کے ساتھ رشتہ ہو جائے۔آپ ترازو کے ایک پلڑے میں اپنی بیٹی کو بٹھائیں' دوسری طرف ہم سونا رکھیں گے اور صرف اس پر اکتفا نہیں کریں بلکہ اس کے علاوہ مدینے میں آپ کے جتنے مسائل ہیں ہم حل کر دیں گے نیز آپ کی زندگی کو آرام وآسائش سے بھر دیں گے' یہ کریں گے وہ کریں گے وغیرہ۔اسی طرح ہزار قسم کی باتیں جو دنیا والے کرتے ہیں پس آپ اپنی بیٹی ولید کے لئے دے دیں۔

یہ باتیں سننے کے بعد فقیہ (یہ شخص فقیہ بھی تھا اور تابعین میں سے بھی تھا۔ صحابی وہ ہوتا ہے کہ جس نے صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درک کیا ہوتا ہے لیکن تابعی وہ ہوتا ہے کہ جس نے صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو درک نہیں کیا ہو لیکن اصحاب رسولؐ کو درک کیا ہو) نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا ٹھیک ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

لیکن اب مجھ سے جواب سنو۔حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ۔

"اِنَّ الدُّنْیَا لَا تَعْدِلُ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ"

یہ دنیا مچھر کے پر برابر بھی قیمت نہیں رکھتی' یہ دنیا جس کی تم نے اس قدر تعریف کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے تو عبدالملک کے پاس جو کچھ ہے وہ ایک مچھر کے پر سے بھی کمتر ہے۔ تم جو کچھ بھی مجھے دے دو اگر میری بیٹی کے مقابلے میں مچھر کا پر مجھے دو گے تو یہ کیا چیز ہو گی؟ تم نے کہا کہ اس کا قصر ہے اس کے گھر میں یہ چیز ہے وہ چیز ہے یہ ٹھیک ہے لیکن تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جس کو تم قصر سمجھتے ہو ہم اس کو قبر سمجھتے ہیں اور جس طرح قبل از اسلام لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کرتے تھے۔

"وَاِذَا الْمَوْءٗدَۃُ سُئِلَتْ. بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ.(التکویر۔۸،۹)

تو کیا میں بھی اپنی لڑکی کو زندہ قبر میں ڈال دوں جس میں اخلاق نہ ہو' جس میں اسلام نہ ہو اور جس میں تقویٰ اور ایمان نہ ہو'ایسا شخص حیوان سے بھی بدتر ہے۔اس واقعہ کے بعد بھی عبدالملک نے بہت کوشش کی اور آدمی بھی بھجوائے لیکن فقیہ نے اپنی لڑکی نہ دی اور انہیں واپس کر دیا۔ایک دن یہی فقیہ بیٹھا تھا' دروازے پر دستک ہوئی پوچھا کون ہے؟ جواب ملا آپ کا شاگرد ہوں۔فقیہ نے کہا یہ چند دن آپ کہاں تھے۔ شاگرد نے جواب دیا'میری بیوی مریض تھی میں نے بہت علاج کیا مگر کیا کروں خدا کی قضا و قدر تھی' وہ مرحوم ہو گئی اور اس کے بعد چند دن لوگ تعزیت کے لئے آتے رہے۔اس لئے میں آپ کے درس سے شرف یاب نہیں ہو سکا۔اس کے بعد استاد نے کہا تو پھر آپ نے دوبارہ شادی نہیں کی۔ کہنے لگا استاد محترم آپ کو معلوم ہے کہ میں فقیر آدمی ہوں'میری ساری کمائی دو درہم ہے۔فقیر آدمی وہ بھی رنڈوے کو کون لڑکی دیتا ہے۔انہوں نے کہا میں تمہیں اپنی لڑکی دوں گا۔وہ حیران ہو گیا کہ کہاں میں اور کہاں استاد؟وہ بھی فقیہ جیسی

Presented by Ziaraat.Com

بزرگ شخصیت مجھ جیسے آدمی کو بیٹی دینے پر آمادہ ہیں!!

استاد نے پوچھا آپ کے پاس کتنی رقم ہے؟ شاگرد نے بتایا کہ میرے پاس تو ان دو درہموں کے علاوہ کچھ نہیں' استاد نے کہا درحقیقت جو کچھ آپ کے پاس ہے وہ دوسروں کے پاس نہیں۔ آپ کے پاس ایمان اور تقویٰ ہے' علم و کمال ہے۔ اس کے بعد فوری طور پر استاد نے اپنی بیٹی کا اس کے ساتھ عقد کر دیا۔ وہی بیٹی جس کو عبد الملک اپنے بیٹے ولید کے لئے درہم و دینار کے بدلے لینا چاہتا تھا' استاد نے اس کو اپنے ایک غریب شاگرد کے ساتھ بیاہ دیا۔ جب عقد ہو گیا تو شاگرد نے اجازت لی اور اپنے گھر چلا گیا۔ افطار کا کچھ انتظام کیا' نماز پڑھ کر روزہ افطار کرنے لگا تو دروازے پر دستک ہوئی پوچھا کون ہے۔ استاد نے جواب دیا میں ہوں' یہ پریشان ہو گیا اور سوچا کہ شاید استاد پشیمان ہو گیا ہے کیونکہ میں غریب آدمی ہوں' بہرحال جلدی سے اٹھا' باہر نکلا' استاد محترم اگر آپ حکم کرتے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ آپ کیوں رات کے وقت تشریف لائے ہیں۔ استاد نے کہا کوئی بات نہیں۔ میں نے سوچا کہ آپ کے ساتھ کوئی نہیں ہے۔ آپ گھر میں تنہا ہیں' آپ کے لئے ایک رفیق حیات اور مونس کی ضرورت ہے اور جب میں نے لڑکی آپ کو دے دی ہے تو کیا ضرورت ہے کہ میں اسے اپنے گھر رکھوں۔ آپ کی بیوی کو لے آیا ہوں۔ یا اللہ' بسم اللہ۔

یہ ایک فقیہ کا حال ہے۔ اس کے دل پر یہ اثر کس نے کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے علاوہ کوئی اور چیز ہے' اتنا مال و زر، مقام و منزلت کو ٹھکرا دیا اور ایک غریب طالب علم کو جس کے پاس دو درہم کے علاوہ کچھ نہ تھا اس کو اپنی بیٹی دے دی۔ یہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کے نتائج اور اثرات ہیں کہ لوگوں کے دلوں پر ایسا اثر کرتی ہیں کہ دنیا کی سب چیزوں کو کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ اب آپ دیکھئے ہم کیا سلوک کرتے ہیں۔ ایک طریقہ ہمارے پٹھانوں کے ہاں

Presented by Ziaraat.Com

رائج ہوتا ہے ایک طریقہ آپ کے ہاں۔ ہمارے ہاں کیا ہوتا ہے؟ ہمارے ہاں لڑکی کو حیوان سمجھ کر اس کے ساتھ حیوان کی طرح سلوک کیا جاتا ہے۔ ساٹھ، ستر ہزار روپے میں اس کو بیچ دیتے ہیں۔ لڑکی کا باپ یا بھائی تھوڑی سی رقم سے لڑکی کے لئے کچھ چیزیں خریدتے ہیں باقی ساری رقم ان کی جیب میں چلی جاتی ہے اور آپ کے ہاں کیا ہوتا ہے۔ وہاں اس سے بھی بدتر۔

مثال کے طور پر جو باپ غریب ہے اور جہیز نہیں دے سکتا اس بے چارے کی لڑکی گھر ہی میں بیٹھی رہتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی لڑکی کم جہیز لاتی ہے تو سسرال والے اس بیچاری کو طعنے دیتے ہیں پھر اخبارات میں آتا ہے کہ نا معلوم وجہ سے کسی لڑکی نے خودکشی کر لی ہے جبکہ یہ بھی غلط ہے اور وہ بھی غلط۔

اسلام میں کیا طریقہ ہے؟ اسلام میں طریقہ یہ ہے کہ جس طرح مرد اپنے مقدر کا خود مالک ہے مرد کو اپنی زندگی کا خود فیصلہ کرنا چاہئے اسی طرح ایک عورت کو بھی اپنے مقدر کا خود فیصلہ کرنا چاہئے۔ البتہ یہاں پر ایک بات قابل ذکر ہے جو آپ کے ذہن نشین ہونی چاہئے کہ ایک لڑکی باکرہ ہوتی ہے اور ایک غیر باکرہ۔ باکرہ وہ لڑکی ہوتی ہے جو غیر شادی شدہ ہو۔ غیر باکرہ وہ ہوتی ہے جس کا پہلا شوہر مر چکا ہو یا پہلے شوہر نے شادی کے بعد اسے طلاق دے دی ہو۔ باکرہ لڑکی کے لئے خصوصاً حضرت امام خمینی کے فتویٰ کے مطابق باپ کی اجازت شرط ہے یعنی لڑکی فقط اپنی مرضی سے شادی نہیں کر سکتی بلکہ باپ کو بھی راضی ہونا چاہئے۔ سبب واضح ہے کہ لڑکیوں اور لڑکوں کے فیصلے جذباتی ہوتے ہیں لہٰذا ہو سکتا ہے کہ اگر باپ کے بغیر ایسا کوئی فیصلہ کریں تو کچھ دن بعد ان کے ازدواج کا مقدس رشتہ ٹوٹ جائے۔ چونکہ باپ تجربہ کار ہے اس نے زندگی میں کچھ نشیب و فراز دیکھے ہیں لہٰذا جو فیصلہ کرے گا وہ سوچ سمجھ کر کرے گا۔ پس لڑکی کے باپ کی رضایت کو شرط قرار دینا بھی لڑکی کے حق میں ہے، لڑکی کے فائدے میں ہے نہ لڑکی کے ضرر میں۔ البتہ

Presented by Ziaraat.Com

لڑکی کو یہ حق حاصل ہے کہ فیصلہ وہ خود کرے۔ایک تو یہ کہ وہ راضی ہے کہ فلاں لڑکے کے ساتھ شادی کرے تو اس میں باپ کی رضایت شرط ہے دوسری بات یہ ہے کہ اس کے لئے جو حق مہر مقرر کیا جائے وہ لڑکی کا حق ہے۔باپ کا حق نہیں باپ کے لئے ایک پیسہ لینا بھی حرام ہے اور شوہر بھی یہ شرط نہ لگائے کہ اتنا جہیز ہونا چاہئے۔مثلاً صوفہ سیٹ گاڑی وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ جہیز سادہ ہو اور اس کے باپ کی استطاعت کے مطابق ہو اور جو طریقہ ہمارے ہاں لڑکی کو ناجائز طریقوں پر فروخت کرنے کا ہے جائز نہیں اور جس میں جہیز حد سے زیادہ مقرر کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔اسلامی طریقے میں سادگی ہے۔ایسے موقعوں پر بے دریغ خرچ کرنے کی بجائے قرآن فرماتا ہے جو لوگ تم میں سے غیر شادی شدہ ہیں ان کی شادی کروا دو اور جو تم میں سے صالح قسم کے غلام ہیں ان کی بھی جلد شادی کروا دو' کس لئے؟ تاکہ خدا اپنے فضل سے تمہیں غنی قرار دے۔ ہمارے ہاں جو بے چارہ شادی کرتا ہے اس کا بیڑہ غرق ہو جاتا ہے۔اگر لڑکا ہو تو ساٹھ ستر ہزار روپے دے تو زندگی بھر سود اس کے پیچھے رہتا ہے۔اسی طرح فرض کریں ایک باپ بیٹی کے جہیز کے لئے ادھر ادھر سے قرض لیتا ہے تو بری طرح پریشانیوں میں گر جاتا ہے جبکہ اسلام میں شادی کا فلسفہ یہ ہے۔" تاکہ خدا اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے" بہرحال سب اس وجہ سے پریشان ہیں کہ ہم اسلامی اصولوں سے دور ہو گئے ہیں۔

ہم میں یہ غلط رسوم ورواج ہیں اسی لئے ہم مشکلات میں مبتلا ہیں تو عرض یہ کر رہا تھا کہ جو طریقہ انبیاء علیہم السلام کا ہے وہ دل وجان میں اثر کرتا ہے اور فلسفیوں اور حکماء کا جو طریقہ ہے وہ انسان پر ظاہری اثر کرتا ہے۔

صَلِّ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ مُحَمَّد

موضوع۔ اخلاق۔۲

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ رمضان المبارک

Presented by Ziaraat.Com

اخلاق کے موضوع پر قائد شہید " کا تیسرا درس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحاً فَمُلٰقِیْهِ "(انشقاق۔۶)

میں عرض کر رہا تھا کہ علم اخلاق کا موضوع انسان ہے لیکن اس لحاظ سے کہ یہ انسان جو افعال ارادتاً انجام دیتا ہے خواہ وہ نیک ہوں یا برے اور ان کا سرچشمہ اندھی تقلید نہ ہو بلکہ ان کا سرچشمہ انسان کے نفس میں ہو تو اس کے لئے ایک طریقہ حکماء اور فلاسفہ کا ہے اور ایک طریقہ انبیاء علیہم السلام کا ہے۔لیکن ہم حکماء اور فلاسفہ کے طریقے کو اختیار نہیں کرتے بلکہ انبیاء علیہم السلام کے طریقے کو اپنائیں گے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جو طریقہ حکماء اور فلاسفہ کا ہے مثلاً ارسطو' افلاطون' بوعلی سینا اور فارابی نے جو طریقہ بتایا ہے وہ کامل اور اخلاق فاضلہ کا حامل نہیں ہے۔اولاً یہ کہ خود اخلاق فاضلہ کیا ہے؟ آیا اخلاق فاضلہ وہی ہے جو ان فلاسفہ نے ہمیں بتایا ہے اسی طرح کیا اس اخلاق فاضلہ تک پہنچنے کا راستہ بھی وہی ہے جو حکماء اور فلاسفہ نے ہمیں بتایا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً فلاسفہ اور حکماء جو کچھ ہمیں بتائیں ممکن ہے وہ اخلاق فاضلہ ہو اور ممکن ہے کہ وہ اخلاق فاضلہ نہ ہو۔اسی طرح اس اخلاق تک پہنچنے کے لئے جو راستہ وہ بتاتے ہیں ممکن ہے وہ راستہ درست ہو اور ممکن ہے کہ غلط ہو۔اس کی وجہ یہ ہے کہ فلاسفہ اور حکماء جتنے بھی بڑے ہوں وہ معصوم نہیں ہیں۔ہمیں ان کے کہنے پر اعتبار نہیں آتا۔ ہو سکتا ہے وہ اشتباہ کریں۔ بنابریں چونکہ فلاسفہ و حکماء اشتباہ اور غلطی سے معصوم نہیں ہیں اور سب کے سب حالات پر ان کو احاطہ و مہارت نہیں ہے اس لئے ہمیں ان کی بات پر پورا اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا ۔چونکہ جب انسان یہ احتمال دے کہ جو شخص بات کر رہا ہے ہو سکتا ہے ٹھیک ہو اور ہو سکتا ہے غلط۔ جہاں یہ احتمال ہو وہاں انسان کو اس بیان کی

Presented by Ziaraat.Com

جانے والی بات پر سو فیصد یقین نہیں آئے گا۔

دوسری وجہ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ ان کا راستہ دلیل اور برہان پر مبنی ہے یعنی ان کے راستے پر وہی آدمی چل سکتا ہے جو دلیل و برہان کی بات سمجھتا ہو اور تعلیم یافتہ ہو لیکن جو شخص زمیندار ہے' سادہ مزدور ہے' ان پڑھ ہے وہ تو دلیل و برہان کو سمجھ ہی نہیں سکتا پس حکماء اور فلاسفہ کا راستہ فقط پڑھے لکھے طبقے تک محدود ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ان کے راستے میں وقت لگتا ہے ان کے راستے میں خرچ کی ضرورت ہے۔ مثلاً افلاطون' ارسطو اور بوعلی سینا نے اخلاق کے اصول بتائے ہیں اور اخلاق کی کتابیں لکھی ہیں اب اگر ایک شخص چاہتا ہو کہ اخلاق فاضلہ تک پہنچ جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ کتاب خریدے' اس کے لئے ضروری ہے کہ اپنے لئے معلم اخلاق اور استاد تلاش کرے جو اسے اخلاق کی تعلیم دے۔ اب ایک آدمی جو صبح سے رات تک ایک کارخانے میں کام کرتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے یا دکانداری میں مصروف رہتا ہے اس کے پاس اتنا وقت کہاں؟ اگر وقت ہو بھی تو ہر آدمی کے پاس اتنے پیسے کہاں ہیں کہ وہ اپنے لئے ایک معلم اور استاد کا انتظام کر سکے۔

عمر کے لحاظ سے بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری عمر محدود ہے اور ہمارے دن کے چوبیس گھنٹے مختلف مصروفیات میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ پس فلاسفہ اور حکماء کے طریقے پر ہم نے تین اعتراض کئے ہیں۔

پہلا اعتراض یہ ہے کہ وہ غلطیوں سے مبرا نہیں ہیں۔ یعنی ہو سکتا ہے جو باتیں وہ بتائیں وہ ٹھیک ہوں اور ہو سکتا ہے وہ باتیں غلط ہوں۔ جب اس بات کا احتمال موجود ہو کہ یہ انسان جو مجھے راستہ بتانے والا ہے شاید مجھے غلط ایڈریس بتا رہا ہو' شاید غلط نشانی بتا رہا ہو تو پھر انسان کو اس پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہم کہتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے لئے معصوم ہونا ضروری ہے اس طرح امام اور خلیفہ جو نبی کا قائم مقام ہے اور اس کی مسند پر بیٹھتا ہے اس کا بھی معصوم ہونا ضروری ہے۔ کس لئے؟ مثلاً فرض کریں کہ ہمیں کسی مسئلہ میں شک پڑ جائے تو ہم اس کی طرف رجوع کریں گے جو مسند خلافت و امامت پر بیٹھتا ہے۔اب اگر ہم یہ احتمال دیں کہ یہ خلیفہ یا امام جو مجھے بتا رہا ہے ہو سکتا ہے ٹھیک ہو اور ہو سکتا ہے کہ ٹھیک نہ ہو تو پھر ہمیں یقین نہیں آسکتا یعنی ہم اس کی بات پر یقین نہیں کر سکتے کہ واقعاً حکم خدا ہے اور لوح محفوظ میں یہی حکم لکھا ہوا ہے۔

پھر ہمیں ایک اور آدمی کی ضرورت ہے جو ہمیں شک کے عالم میں راہنمائی کرے اس مشکوک حالت سے ہمیں نکالے یہاں پھر ہمیں دیکھنا ہو گا کہ آیا وہ بھی اشتباہ اور غلطیوں سے پاک ہے یا نہیں؟اور اگر وہ بھی معصوم نہ ہو تو پھر ہم شک میں پڑ جائیں گے کہ اس کی بات درست ہے یا نہیں ؟ اگر معصوم نہیں تو پھر ہمیں ایک اور آدمی کی ضرورت پڑے گی جو بتائے کہ وہ ٹھیک کہہ رہا ہے یا نہیں؟ اس طرح(منطق اور فلسفے کی اصطلاح میں) ''تسلسل'' پیش آئے گا یا اس سے ''دَور'' لازم آئے گا جو کہ محال ہے۔(فلسفہ کی اصطلاح میں محال ناممکن کو کہتے ہیں۔ادارہ)

پس دو صورتیں سامنے آتی ہیں ایک یہ کہ وہ ذات جو ہمیں احکام الٰہی بتائے وہ معصوم ہو اس طرح ہمیں یقین ہو گا کہ جو کچھ یہ کہتا ہے وہ سو فیصد حکم خدا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس سے خطا سرزد ہونے کا امکان ہو تو پھر ہم شک اور تردد میں مبتلا رہیں گے حالانکہ(عمل و اطاعت کے لئے)انسان کو یقین ہونا چاہئے کہ جس کی طرف وہ رجوع کر رہا ہے وہ جو حکم بتائے گا وہ واقعاً حکم الٰہی ہو گا۔

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ جس طرح نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اسی طرح اس کے قائم مقام امام اور خلیفہ کا بھی معصوم ہونا ضروری ہے تاکہ ہمیں تسلی ہو جائے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے وہ حکم خدا ہے۔ پھر ہم بلاجھجک اس پر عمل کر سکیں

Presented by Ziaraat.Com

گے۔ فلسفی اور حکیم جتنے بھی بڑے ہوں وہ معصوم نہیں ہیں۔

بنا برایں جس راستے کے بارے میں انسان کو شک ہو کہ پتہ نہیں یہ مجھے منزل تک پہنچائے گا بھی یا نہیں تو انسان اس کو اختیار نہیں کرتا ' جبکہ اس کے مقابلے میں انسان کو ایسا راستہ ملے جس کے بارے میں اسے یقین کامل ہو کہ یہ مجھے منزل مقصود تک پہنچا دے گا تو وہ اسے اختیار کرے گا۔ پس ہمارا پہلا اعتراض یہ ہے کہ چونکہ حکماء اور فلاسفہ اشتباہ اور خطا سے معصوم نہیں ہیں اس لئے ہم ان کے راستے کو انتخاب نہیں کر سکتے۔

دوسرا اعتراض ہمارا یہ تھا کہ ان کا راستہ محدود ہے اور فقط ان افراد کے لئے مخصوص ہے جو دلیل اور برہان کو سمجھتے ہیں۔ اس لئے بوعلی سینا یا افلاطون یا ارسطو جو بات آپ کو کہتے ہیں یا بتاتے ہیں وہ دلیل اور برہان کے ذریعے بتاتے ہیں۔ لیکن وہ شخص جو کھیتی باڑی کرتا ہے یا وہ سادہ سا مزدور جو کارخانے میں کام کرتا ہے وہ بندۂ خدا' دلیل و برہان اور ان کی دوسری اصطلاحات کو کہاں سے سمجھتا ہے اور ان کے مقابلے میں ایک ایسا راستہ ہے جو غیر محدود ہے اور اس کا دروازہ ہر آدمی کے لئے کھلا ہے' پڑھا لکھا اور ان پڑھ دونوں اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ پس ہمیں دوسرے راستے کا انتخاب کرنا چاہئے جو عمومیت رکھتا ہے۔

ہمارا ان پر تیسرا اعتراض یہ تھا کہ ان کے راستے پر چلنے کے لئے بہت زیادہ وقت درکار ہے یعنی اگر واقعاً انسان چاہے کہ وہ اس مثالی اخلاق تک پہنچے جو بوعلی سینا' ارسطو اور فارابی نے بیان کیا ہے اور ان کی لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہے' اول تو یہ کتابیں اتنی مشکل ہیں جنہیں پڑھنے کے لئے استاد کی ضرورت ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ایک شخص جو چوبیس گھنٹوں میں سے آٹھ گھنٹے کام کرتا ہے اور پھر اسے معاشرتی مسائل اور گھریلو مسائل کا بھی سامنا ہو تو اسے ان باتوں کے لئے کہاں وقت ملتا ہے۔ اسی طرح ایک آدمی جس کی تنخواہ کم ہے ' جسے بچوں کا

Presented by Ziaraat.Com

پیٹ پالنے کے لئے محنت مزدوری کرنا پڑتی ہے' اسے اتنا پیسہ کہاں میسر ہے کہ وہ ان کتابوں کو پڑھنے کے لئے کسی استاد کو کچھ رقم دے سکے۔پس ان فلاسفہ کے طریقے میں وقت کا مسئلہ بھی درپیش ہے اور وسائل کا بھی۔

لہٰذا ایک ایسا طریقہ اور راستہ تلاش کرنا چاہئے جس میں وقت کی بھی بچت ہو اور ہمارا کوئی خرچہ بھی نہ ہوتا ہو۔اسی راستے کو ہمیں انتخاب کرنا چاہئے۔

ان دلائل کی بنا پر ہم یہ کہتے ہیں کہ حکماء اور فلاسفہ نے جتنی بھی کوششیں کی ہیں ہم ان کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ "شَكَرَ اللّٰهُ مَسَاعِيَهُمْ" خدا ان کی مساعی کو قبول فرمائے۔ان کی ساری کوششیں اپنی جگہ پر لیکن ہم ان کے مقابلے میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے راستے کو اپنائیں گے۔ یہاں پر ہم قرآن کی بات کہتے ہیں کہ ارشاد فرماتا ہے۔

"يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ" (انشقاق۔۶)

"اے انسان تمہیں خدا کی طرف لے جایا جائے گا۔(ایک دفعہ انسان اپنے ارادہ کے ساتھ اور ایک دفعہ اگر وہ نہیں جانا چاہے گا تو اسے اس کی طرف دھکیلا اور کھینچا جائے گا) تمہیں اپنے خدا کی طرف جانا ہے تا کہ اس سے ملاقات کرو یعنی اپنے رب سے ملاقات کرلو۔"

اس آیہ مبارکہ اور اس طرح کی دیگر آیات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ انسان کی غرض خلقت "لقاء اللہ" خدا سے ملاقات ہے' یعنی تقرب الی اللہ کے مقام پر فائز ہونا ہے۔

اب یہاں پر عرض کروں کہ جب ہم نظام عالم پر نظر ڈالتے ہیں اور جن چیزوں کو خدا نے خلق کیا ہے ان کو دیکھتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ خداوند متعال نے ہر چیز کو اس کی استعداد کے مطابق' اس کے مقصد کے حصول اور اس کے کمال تک پہنچنے کے لئے سارے لوازمات مہیا کیے ہیں۔آپ چیونٹی کی مثال لے

Presented by Ziaraat.Com

لیں۔یہ چھوٹی سی مخلوق کیا ہے؟لیکن اس کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں اس کے ہدف اور کمال کے لئے ضروری تھیں وہ اسے مہیا کی ہیں۔ نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام نے ایک خطبے میں چیونٹی کے متعلق اور اس کی تخلیق کی باریکیوں اور جو چیزیں خداوند متعال نے چیونٹی کو عطا کی ہیں ان کے متعلق بحث کی ہے۔اسی طرح شہید مطہریؒ ایک جاندار کی مثال دیتے ہیں جو عام مکھی سے بڑا اور شہد کی مکھی سے چھوٹا ہوتا ہے۔اس مثال سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ خدا حکیم ہے اور یہ عالم خود بخود نہیں چل رہا بلکہ ایک ذات ہے جس کے ارادے کے تحت یہ سب کچھ اپنے کمال کی جانب رواں دواں ہے۔ان چیزوں پر جب انسان غور وخوض کرتا ہے اور دقت کرتا ہے تو انسان کو خدا کی حکمت کا پتہ چلتا ہے۔

شہید مطہریؒ لکھتے ہیں کہ یہ ایک چھوٹا سا جاندار ہے اور جب وہ لوگ جو خدا کے منکر ہیں اس کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ لا جواب ہو جاتے ہیں۔ یہ جاندار اپنی زندگی بسر کرتا ہے اڑتا پھرتا ہے لیکن مرنے سے کچھ عرصہ پہلے اسے احساس ہو جاتا ہے کہ ایک دو دن میں مجھے مرنا ہے۔اس وقت وہ کیا کرتا ہے؟وہ ایک کیڑے کو تلاش کرتا ہے۔اس کو اپنے منہ سے ڈستا ہے۔اس کے ڈسنے سے وہ کیڑا نیم مردہ ہو جاتا ہے نہ مرتا ہے اور نہ بالکل زندہ ہوتا ہے۔یعنی بے ہوشی کی حالت میں ہوتا ہے ۔ اس کے بعد یہ چھوٹا سا جاندار اس کیڑے پر بیٹھ کر انڈہ دیتا ہے اور انڈہ دینے کے بعد خود مر جاتا ہے۔ اب خدا کی حکمت دیکھیں۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے انڈے سے بچہ نکلتا ہے۔اب دیکھیں اس بچے نے ماں دیکھی ہے نہ باپ ۔ سکول دیکھا ہے نہ استاد۔لیکن کیا کرتا ہے؟اس کیڑے کو کھانا شروع کر دیتا ہے۔ جب کیڑا ختم ہونے لگتا ہے تو اس بچے میں اڑنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔اس کے بعد اڑتا ہے' زندگی گزارتا ہے' کھاتا پیتا ہے اور پھر جب اس کے مرنے کے دن نزدیک آتے ہیں تو یہ بھی اسی طرح کیڑے کو تلاش کرتا ہے اسے ڈستا ہے اور

Presented by Ziaraat.Com

اس پر انڈہ دیتا ہے۔اس طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اب یہاں یہ دیکھیں کہ اس نے ماں کو دیکھا ہے نہ باپ کو۔نہ استاد کو دیکھا ہے نہ مدرسے گیا ہے۔ کس نے اسے بتایا ہے؟ یہاں پر کیمونسٹ جو خدا کے منکر ہیں لاجواب ہو جاتے ہیں۔ ان سے پوچھیں یہ کیسے ہوا؟ کس نے اسے بتایا؟ آیا واقعاً وہ نیچر (Nature) اور طبیعت جو خود بے شعور ہے اس نے اسے یہ باتیں بتائی ہیں؟ پھر یہ دیکھیں وہ جاندار اس کیڑے کو نہ اتنا تیز ڈنک مارتا ہے کہ وہ کیڑا مر جائے کیونکہ اگر وہ تیز ڈنک مارے تو وہ مر کر سڑ جائے گا اور اگر اس کا بدن گل سڑ کر خراب ہو جائے گا تو وہ بچہ جو اس انڈے سے پیدا ہو گا وہ کہاں سے کھائے گا۔اور نہ ہی وہ اتنا آہستہ ڈنک مارتا ہے کہ وہ کیڑا ادھر ادھر چلتا رہے۔اس لئے کہ اگر وہ کیڑا ادھر ادھر چلتا رہے تو وہ انڈہ اس کے اوپر سے گر کر ضائع ہو جائے گا۔انسان اس بات پر حیران ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس چھوٹے سے حیوان کے لئے جو چیزیں درکار تھیں خداوند متعال نے اسے عطا کی ہیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون سے کہتے ہیں۔

"رَبُّنَا الَّذِيٓ اَعۡطٰى كُلَّ شَيۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰى" (طہ۔۵۰)

یعنی ہمارا رب وہ ہے جس نے سب چیزوں کو پیدا کیا نہ صرف پیدا کیا بلکہ اس کے بعد جو چیزیں اس کے کمال تک پہنچنے کے لئے درکار تھیں ان کی طرف صحیح طریقے سے راہنمائی بھی کی۔

اب یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے یہ چھوٹا سا حیوان' یہ مچھر' یہ چیونٹی جو کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ مثلاً آپ ان کو پکڑتے ہیں اور انگلیوں سے مسلتے ہیں تو یہ ختم ہو جاتی ہیں' اس چھوٹے سے حیوان کے کمال کے لئے جو چیزیں درکار ہیں' وہ تو خداوند متعال نے عطا کی ہیں لیکن یہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے یہاں تک کہ "فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ" (حجر۔۳۰) مسجود ملائکہ ہے سب کے سب

Presented by Ziaraat.Com

فرشتے اس کے سامنے سر بسجود ہوتے ہیں اور زمین میں خلیفۃ اللہ کی سند حاصل کرتا ہے۔ کس طرح ممکن ہے یہ عجیب وغریب انسان، مثلاً آپ اس انسان کو مادی لحاظ سے دیکھیں کہ اس مادی دنیا میں مادی وسائل کو بروئے کار لا کر اس نے اپنی عقل سے کام لے کر دوسرے سیاروں کی طرف سفر کیا، فضاؤں کو اس نے مسخر کیا اور سمندروں کی تہہ تک پہنچ گیا یعنی یہ انسان زبردست اور عدیم النظیر استعداد کا مالک ہے۔

اب کیسے ممکن ہے کہ خدا ایسے با استعداد انسان کے لئے کمال تک پہنچنے کا کوئی انتظام نہ کرے۔ کیا ایسا ممکن ہے؟ اگر ہم واقعاً خدا کو حکیم سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ حکمت کے بغیر کوئی کام انجام نہیں دیتا تو پھر ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس انسان کے کمال تک پہنچنے کے لئے اور لقاء اللہ کے مقام پر فائز ہونے کے لئے خداوند متعال نے ضرور راستہ مہیا کیا ہے اور انسان کے سامنے ایک راستہ رکھ دیا ہے اگر اس قدر استعداد کا مالک انسان اس راستے پر چلے جو خدا نے اس کے سامنے رکھا ہے تو وہ کہاں سے کہاں تک پہنچ سکتا ہے۔

یہ راستہ وہی ہے جو انبیاء علیہم السلام کا راستہ ہے جو خدا کے نمائندے ہیں اور خدا کی طرف سے آئے ہیں۔ وہ ہمیں صحیح راستہ بتاتے ہیں۔

دیکھئے یہ ایک واضح بات ہے کہ مثلاً ہم کربلا جانا چاہتے ہوں (انشاء اللہ خدا جلد از جلد صدام کو نابود کرے) اب یہ راستہ جس پر پہلے ہم نہیں گئے، ہم کیا کریں گے۔ ہمیں ضرور خود ایک مرتبہ جانا پڑے گا تاکہ ہم خود اس کو دیکھ سکیں کہ کیا راستہ ہے یا ان افراد سے پوچھیں گے جنہیں اس راستہ کا پورا علم ہے یا مثال کے طور پر پاکستان میں کے۔ٹو (K-2) کی چوٹی پر چڑھنے کے لئے خود آپ اپنے طور پر اس راستے کو طے کریں گے یا دوسروں سے معلوم کریں گے۔ ہمارے لئے مشکل ہے کہ یہ راستہ جو لقاء اللہ (خدا کے تقرب) کا راستہ ہے اس کے لئے خدا نے

Presented by Ziaraat.Com

انسان کو پیدا کیا ہے یہ تو ایسا راستہ ہے جو ایک دفعہ اس پر جاتا ہے واپس نہیں آتا' پس خود اپنے طور پر اسے طے نہیں کر سکتے۔ اب دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس راستے کو ان افراد سے پوچھیں جنہیں ان راستوں کا مکمل علم ہے۔ وہ افراد جن کو اس راستے کا پورا پورا پتہ ہے وہ کون ہیں؟

وہ انبیاء علیہم السلام ہیں اور خدا کے صالح بندے ہیں جن کو خدا نے فقط اس مقصد کے لئے مبعوث فرمایا تا کہ لوگوں کو خدا تک پہنچنے کا راستہ بتا دیں ۔ اے انسان اگر تجھے لقاء اللہ (خدا کے تقرب) تک پہنچنا ہے تو صرف اور صرف یہ راستہ ہے جو ہم تمہیں بتائیں گے نہ کہ وہ راستہ جو دوسرے لوگ تمہیں بتائیں گے۔

اب وہ راستہ جس کی طرف انبیاءؑ نے ہماری رہنمائی کی ہے' ہے صراط مستقیم کہتے ہیں۔اور اسے ہم سبیل اللہ (یعنی خدا کا راستہ) کا نام دیتے ہیں۔اگر ہم اس راستے پر گامزن ہو گئے تو اس راستے کا انجام لقاء اللہ ہو گا۔

"اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ" (بقرہ۔۱۵۶)

''ہم خدا کے لئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

اب اپنے اصلی مقصد کی طرف آتا ہوں جیسے عرض کر رہا تھا کہ انبیاء علیہم السلام جو راستے بتاتے ہیں زیادہ تر ان کا کام ضمیر' وجدان اور فطرت کے ساتھ ہے۔فطرت کا راستہ ایسا ہے جو سب کے لئے قابل قبول ہوتا ہے اور سب کے لئے اس کو طے کرنا آسان ہوتا ہے۔البتہ جیسے کل بھی عرض کیا تھا کہ بعض اوقات جب ماحول بہت خراب ہوتا ہے' ماحول میں گرد و غبار ہوتا ہے اور وہ گرد و غبار انسان کے ضمیر پر پڑ جائے تو انسان کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے جس سے انسان کے ضمیر کے بلب کی روشنی انسان کو صحیح راستہ نہیں دکھاتی۔

انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ضمیروں کو بیدار کرنا ہے اور ضمیروں کے بلبوں پر پڑے ہوئے گرد و غبار کو ہٹانا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق جو واقعہ میں نے کل عرض کیا تھا اس واقعہ پر دو اعتراض کیے جاتے ہیں۔ایک اعتراض یہ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ۔

"ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰۤاِبْرٰهِيْمُ" (انبیاء۔۶۲)

کیا ہمارے بتوں کے ساتھ تم نے یہ سلوک کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا:

"قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ" (انبیاء۔۶۳)

ان میں سے جو بڑا ہے اس نے یہ کام انجام دیا ہے۔تم ان چھوٹے بتوں سے پوچھ لو۔ اگر وہ بول سکتے ہیں۔

اسی طرح سورہ صافات کی آیا ۸۸، ۸۹ میں آیا ہے کہ

"فَنَظَرَ نَظْرَةً فِى النُّجُوْمِ ○ فَقَالَ اِنِّىْ سَقِيْمٌ۔"

حضرت ابراہیمؑ نے ستاروں کی طرف نظر کی اور فرمانے لگے۔ "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" کہ بے شک میں مریض ہوں۔

ان دو آیات پر اعتراض ہوتا ہے کہ مکتب تشیع انبیاء کو معصوم سمجھتا ہے۔ اس بات کو یہاں تفصیلی طور پر عرض نہیں کرتا۔صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے عرض کرتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تو نبی تھے بلکہ اولوالعزم پیغمبر تھے۔ پس انہوں نے یہاں پر معاذ اللہ جھوٹ نہیں بولا؟ کیونکہ ان سے پوچھا گیا کہ بتوں کو تم نے توڑا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا۔

"بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ"

کہ یہ کام اس بڑے بت نے کیا ہے ان سے پوچھ لو اگر یہ بول سکتے ہیں جبکہ بتوں کو خود انہوں نے توڑا تھا۔

اسی طرح دوسری آیت میں فرمایا ہے میں مریض ہوں جبکہ وہ مریض نہیں تھے یعنی انہوں نے معاذ اللہ جھوٹ بولا تھا۔

Presented by Ziaraat.Com

اس اعتراض کے متعلق مفسرین نے اپنی تفاسیر میں جواب دیا ہے خصوصاً اس دور کے عظیم مفسر مرحوم علامہ سید محمد حسین طباطبائیؒ نے "المیزان" میں یہ جواب دیا ہے۔

(یہاں درس کی کیسٹ ختم ہوگئی تھی بعد کے مطالب تفسیر سے نقل کیے گئے ہیں)

مذکورہ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ "بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ" یہ خبر سنجیدہ نہ تھی اور روزمرہ کی گفتگو خصوصاً بحث و مناظرے میں اس طرح ہوتا ہے کہ مدمقابل جسے مسلم سمجھتا ہے اسے صیغہ امر یا استفہام یا خبر کی صورت میں پیش کیا جائے اور یہ جھوٹ شمار نہیں ہوتا کیونکہ "جھوٹ وہ ہوتا ہے جس میں قرینہ موجود نہ ہو" جبکہ یہاں واضح قرینہ موجود ہے۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت!

"اِنَّمَا قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ اِرَادَةُ الْاِصْلَاحِ وَدَلَالَةٌ اِنَّهُمْ لَا يَفْعَلُوْنَ ثُمَّ قَالَ وَاللّٰهِ مَا فَعَلُوْهُ وَمَا كَذِبَ"

یعنی ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اس لئے کی تاکہ ان کے افکار کی اصلاح کریں اور انہیں سمجھائیں کہ اس طرح کے کام بتوں کے بس کی بات نہیں۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا کہ قسم بخدا یہ کام بتوں نے انجام نہیں دیا تھا اور نہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جھوٹ بولا تھا۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات جملہ شرطیہ کی صورت میں کہی تھی یعنی یوں کہا تھا۔"اگر یہ بول سکتے ہیں تو ان سے پوچھ لو کہ یہ کام اس بڑے بت نے انجام دیا ہے"اس صورت میں یہ بات خلاف واقع اور جھوٹ نہیں کیونکہ یہ بت بول سکتے تھے اور نہ ہی انہوں نے یہ کام انجام دیا تھا۔

آیت "اِنِّىْ سَقِيْمٌ" کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وقت مشرکین کی یہ عادت تھی کہ وہ بتوں کے سامنے غذا وغیرہ رکھ کر خود جنگل میں چلے جاتے تھے اور واپسی پر بزعم خود اس متبرک غذا کو کھاتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ جب وہ باہر جانے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ساتھ چلنے کو کہا لیکن آپؑ نے کہا

Presented by Ziaraat.Com

کہ "اِنِّیْ سَقِیْمٌ" یعنی میں مریض ہوں۔اس جملے کے بارے میں تین احتمالات دیئے گئے ہیں۔

پہلا یہ کہ آپؑ واقعاً مریض تھے اور ویسے بھی بتوں کو توڑنے کی خاطر ساتھ نہیں جانا چاہتے تھے یعنی اگر صحیح و سالم بھی ہوتے تو ان شرک آلود رسوم میں شرکت نہ فرماتے ابھی تو واقعاً مریض تھے لہٰذا فرما دیا "اِنِّیْ سَقِیْمٌ"

دوسرا احتمال یہ ہے کہ آپ جسمانی طور پر تو مریض نہ تھے لیکن مشرکین کے شرک کو دیکھ کر روحانی اذیت میں مبتلا تھے اور اسے بھی ایک طرح کی بیماری سے تعبیر کیا جا سکتا ہے کیونکہ روحانی اذیت جسمانی تکلیف سے زیادہ شدید ہوتی ہے۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ آپؑ نے باہر نہ جانے کے لئے توریہ کرتے ہوئے یہ کہا ہو اور مراد یہ ہو کہ آئندہ مریض ہو جاؤں گا لیکن یہ احتمال انبیاء علیہم السلام کے بارے میں نہیں دیا جا سکتا۔لہٰذا پہلے دو احتمال قوی ہیں۔

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

موضوع۔ اخلاق۔۳

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ رمضان المبارک

Presented by Ziaraat.Com

اخلاق کے موضوع پر شہید حسینیؒ کا چوتھا درس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"یٰاَیُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِیْهِ" (انشقاق۔۶)

اخلاق میں موضوع "انسان" ہے اور آج ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ انسان کیا ہے؟ انسان مرکب ہے دو اجزاء کا۔ ایک یہ ظاہری جسم اور ایک دوسری چیز ہے جس کے متعلق قرآن مجید میں چار تعبیریں آئی ہیں۔ کبھی نفس استعمال ہوا ہے تو کبھی قلب، کبھی روح اور کبھی عقل۔ پس انسان مرکب ہے جسم اور ساتھ ایک ایسی چیز کا جو جسم نہیں رکھتی اگرچہ موجود چیز ہے لیکن اسے حواس خمسہ سے درک نہیں کیا جاسکتا اور یہ بھی میں نے عرض کیا کہ جو طریقہ اخلاق کا ہے اور جس پر ہمیں چلنا چاہئے وہ طریقہ انبیاء اور معصومین علیہم السلام کا ہے۔ ان کے علاوہ اور جو بھی طریقے ہوں وہ بہرحال غلطیوں سے خالی نہیں ہیں جبکہ یہ وہ راستہ ہے جو غلطیوں سے بھی محفوظ ہے اور عمومیت بھی رکھتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اسی پر چلنا چاہئے اور یہ کہ انسان مرکب ہے اس سلسلہ میں بھی ہم قرآن کی طرف رجوع کریں گے۔ اس کے علاوہ عقل کیا چیز ہے؟ روح کیا چیز ہے؟ نفس کیا ہے؟ قلب کیا ہے؟ ان کے متعلق بھی اپنی اس مجلس کے تقاضے کے مطابق کچھ وضاحت کریں گے۔ پہلے ہم آتے ہیں نفس کی طرف۔ نفس کی وہ تعریف جو فلاسفر حضرات کرتے ہیں ہم اس میں نہیں الجھنا چاہتے۔ صرف اتنا عرض کریں گے کہ یہ ایک باغ ملکوت کا پرندہ ہے جو خداوند متعال نے اس جسمانی قفس میں ڈال دیا ہے اور یہ خداوند متعال کی ایک عنایت ہے۔ اس کی طرف سے ایک مرحمت ہے، ایک لطف ہے کہ جو خداوند متعال نے ہم پر کیا ہے اور انسان کی انسانیت بھی یہی ہے۔ انسان کی انسانیت جسم میں نہیں ہے بلکہ انسان کی انسانیت اس چیز میں ہے جو ملاء اعلیٰ یا عالم ملکوت سے یہاں پر بھیج دی گئی ہے۔ یہ نفس جس کے متعلق قرآن میں ذکر کیا گیا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ اس کے مراحل ہیں۔ قسمیں نہیں کہ ہم کہیں نفس کی دو قسمیں ہیں یا چار قسمیں ہیں۔ ایسا نہیں ہے بلکہ نفس کی فقط ایک قسم ہے اور اس کے مختلف مراحل ہیں۔

قرآن مجید کی تعبیر میں نفس کا ایک مرحلہ نفس امارہ ہے۔

"وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ" (یوسف۔۵۳)

حضرت یوسف علی نبینا وآلہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ" میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا!! "اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ" بے شک یہ نفس انسان کو زیادہ برائی کی طرف بلاتا ہے۔ زیادہ گناہ کی طرف امر کرتا ہے۔ "اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ" صرف وہ لوگ اس سے مستثنٰی ہیں جن پر میرے رب کا رحم وکرم ہو۔ بنا بریں پہلا مرحلہ نفس کا "نفس امارہ" ہے۔ یہ بھی آپ کو جاننا چاہیئے کہ انسان جیسا کہ سورہ "التین" میں ہے۔

"وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ وَھٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ" (التین۔۱تا۵)

یعنی خداوند متعال فرماتا ہے کہ میں نے انسان کو کس طرح خلق کیا؟ بہترین تقویم میں۔ لیکن یہ انسان پھر کیا کرتا ہے؟ "اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ" جو سب سے پست مقام ہے اس کی طرف چلا جاتا ہے۔ "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ" میں نے اس انسان کو بہترین تقویم میں خلق کیا۔ یعنی تقویم کے لحاظ سے قوام کے لحاظ سے جو چیز اس کے لئے ضروری ہے وہ میں نے اسے دی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کے دو پیر ہیں اور مستقیم القامہ ہے۔ نہیں اس لحاظ سے نہیں۔ یعنی شکل وصورت کے لحاظ سے نہیں۔ ورنہ حیوانات میں بھی آپ کوئی ایسی چیز پیدا کر سکتے ہیں جو انسان سے بھی زیادہ خوبصورت ہو لیکن جو چیز خدا نے انسان کو دی ہے وہ ادراک اور عقل ہے۔ یہ چیزیں ایسی ہیں جو دوسرے جانوروں یا

Presented by Ziaraat.Com

حیوانات میں نہیں ہیں لیکن یہ انسان پھر بھی کیا کرتا ہے؟ "أَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ" تک جاتا ہے۔ دیکھیں یہاں ہم اس طرح تعبیر کرتے ہیں کہ کبھی انسان بلندی کی طرف جاتا ہے اور کبھی پستی کی طرف جاتا ہے۔ فرض کریں آپ کا ایک گھر ہے۔ اس گھر میں آپ نے تہہ خانہ بنایا ہے۔ اس تہہ خانے میں اگر آپ جائیں، تو اسے عربی میں "دَرَك" کہیں گے۔ "فِيْ دَرَكِ اَسْفَل" نیچے جانے کو کیا کہتے ہیں؟ "دَرَك"
انسان کبھی بلندی کی طرف جاتا ہے اور کبھی نشیب کی طرف جو شخص نشیب کی طرف جاتا ہے ایک ہی دفعہ میں نہیں جاتا یا جو شخص بلندی کی طرف جاتا ہے ایک ہی دفعہ میں پرواز نہیں کرتا بلکہ یہ مراحل طے کرتا ہوا آخری بلندی تک اوپر جاتا ہے اور نیچے جانے والا بھی آہستہ آہستہ نیچے جاتا ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم جب نشیب کی طرف جاتے ہیں تو ہماری ابتداء کہاں سے ہوتی ہے۔ ہماری ابتداء یہی "نفس امارہ" ہے۔ اگر ہم نے نفس امارہ کی طرف توجہ نہ دی تو یہ ہمیں نشیب کی طرف لے جائے گا۔ اب جس انسان میں نفس زندہ ہے اگر اس نے اس کی طرف توجہ نہ دی تو اس انسان کی نشیب کی طرف ابتداء یہاں سے ہو جاتی ہے۔
یہاں ایک واقعہ ذہن میں آتا ہے کہ ایک بندہ خدا جس کی داڑھی سفید ہو چکی تھی ایک رات اس نے سوچا کہ میں آخر کب تک خدا کی معصیت میں مبتلا رہوں گا' کب تک یہ گناہ کرتا رہوں گا' اب تو مجھے توبہ کر لینی چاہئے۔ میری داڑھی سفید ہو گئی ہے۔ اب کل پرسوں مجھے قبر میں جانا ہے' چلو توبہ ہی کر لوں۔ بہرحال اس نے توبہ کر لی۔ مگر مسئلہ یہاں یہ ہے کہ جب آپ نے شروع سے نفس کی طرف توجہ نہیں دی تو پھر اگر آپ توبہ کریں بھی تو کوئی فائدہ نہیں۔
خیر توبہ کرنے کے بعد اس شخص نے نماز شب (تہجد) بھی پڑھی۔ نماز صبح بھی پڑھی' اس کے بعد کہا چلو تھوڑی دیر کے لئے قبرستان جاتا ہوں تاکہ مجھے کچھ عبرت حاصل ہو' درس حاصل ہو۔ وہ قبرستان چلا گیا وہاں فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد

Presented by Ziaraat.Com

جب واپس آنے لگا تو شہر میں داخل ہوتے ہی دیکھا کہ ایک دیہاتی نے اپنے باغ سے تازہ انگور لا کر دکان کے سامنے رکھے ہیں۔ اس نے جب یہ تازہ انگور دیکھے تو کہا کہ خریدنا چاہئیں۔ جیب میں ہاتھ ڈالا' دیکھا کہ ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔ اس کو انگور کھانے کا شوق تھا' ادھر پیسے بھی نہیں تھے۔ اسی اثناء میں اس نے دیکھا کہ وہ دیہاتی اپنے کام میں مصروف ہے۔ اس نے آہستہ سے انگور کے دو خوشے اٹھا کر اپنے کمبل کے نیچے چھپا لئے' جب وہ جانے لگا تو دیہاتی متوجہ ہو گیا اور اس کے پیچھے بھاگا' اس کا کمبل اٹھا کر اس کے نیچے سے جو انگور تھے وہ اس نے چھین لئے اور کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی' ہم نے اتنی زحمت کی ہے اور تم چوری کر کے لے جا رہے ہو۔ دیہاتی کی یہ بات سن کر وہ بہت شرمندہ ہوا۔

اب مسئلہ چونکہ نفس امارہ کا تھا' ابھی اس نے نفس امارہ کو کچھ نہیں کیا تھا' پس صرف وہ چاہتا تھا کہ ایک دفعہ دعائے توبہ پڑھنے سے یا دو رکعت نماز پڑھنے سے مسئلہ حل کر لوں۔ خیر آگے چلا تو دیکھا کہ ایک غلام ہے جس نے ہو سکتا ہے رات بھر اپنے مالک کے گھر کی پاسبانی کی ہو وہ دہلیز کی جگہ پر کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہے جس پر اس نے سر ٹکایا ہوا ہے اور گویا وہ سو رہا ہے۔ وہ شخص جب اس کے پاس پہنچا تو اس نے دل میں کہا کہ یہ چیز جو اس کے ہاتھ میں ہے اسے یوں ہٹائے کہ یہ گر جائے اور خوب ہنس ہنس کر مزہ اڑائے۔ وہ نزدیک آ کر یہ کام کرنا چاہتا تھا کہ غلام بیدار ہو جاتا ہے اور اس کی طرف دیکھ کر کہتا ہے کہ تجھے شرم نہیں آتی' رات تو تم نے پشیمان ہو کر توبہ کی اور نماز پڑھی پھر قبرستان جا کر وہاں فاتحہ پڑھی۔ اس کے بعد تم نے آ کر انگور چرائے اور اب مجھ بیچارے سے کیا چاہتے ہو؟

یہ باتیں ثابت کرتی ہیں کہ اس نے درحقیقت بد بخت نفس امارہ کو ٹھیک نہیں کیا تھا' اس لئے اس کی یہ حالت ہے اور اس کے مقابلے میں یہ کالا غلام جس

Presented by Ziaraat.Com

نے واقعاً اس نفس پر کنٹرول کیا ہے' اس کے نتیجے میں اس کے نفس کو وہ نورانیت حاصل ہو چکی ہے کہ اس نورانیت کے ساتھ وہ دیکھ رہا ہے کہ اس شخص نے پہلے کیا کیا تھا اور اب اس کے کیا ارادے ہیں۔

پس پہلا مرحلہ کہاں سے شروع ہوتا ہے؟ اسی نفس امارہ سے۔ اگر ہم نے نفس امارہ کے لئے کچھ نہیں کیا تو پھر یہاں سے ہم نشیب کی طرف جائیں گے اور ابتداء بھی یہیں سے ہوتی ہے کہ انسان کا اچھائی کو جی نہیں چاہتا۔ مثال کے طور پر کوئی شخص پہلے دن کوئی بڑا قاتل نہیں ہے۔ بڑا ڈاکو نہیں ہے۔ بڑا گناہگار بھی نہیں ہے۔ پہلے دن وہ کیا ہے؟ وہ یہ کہ جب آپ اسے کہتے ہیں کہ اٹھو نماز پڑھو تو نماز پڑھنے کے لئے اس کا جی نہیں چاہتا' اس پر نماز پڑھنا بہت سخت ہے۔ اگر کہیں کہ روزہ رکھو تو روزہ نہ رکھنے کے لئے ہزار بہانے بناتا ہے۔ یہ پہلا مرحلہ ہے جو یہاں سے شروع ہوتا ہے۔اب اگر یہ ہوشیار رہے اور جب اس نے دیکھ لیا کہ میرا نفس خراب ہے اور اس کے لئے اس نے کچھ دوا کی تو کام ٹھیک ہو جائے گا۔ لیکن اگر اس نے غفلت برتی تو پھر یہ آگے بڑھے گا۔ مثلاً فرض کیجئے کہ میں نے کسی کی غیبت کی۔ اب یہاں پر یہ مسئلہ چھوٹا سا ہے لیکن میں اگر اس پر پشیمان ہو گیا اور فوراً واپس لوٹ گیا تو ٹھیک ہے ورنہ اگر آج اس غیبت پر پشیمان نہ ہوا تو پھر آگے دوسرا مرحلہ آئے گا اس کے بعد تیسرا مرحلہ اور پھر آخر میں یہ مجھے وہاں تک پہنچائے گا کہ جس کے متعلق قرآن کی تعبیر ہے۔

" خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ " (بقرہ۔ ۷)

اس کے بعد پھر نہ قرآن کی آیات مجھ پر اثر کریں گی نہ احادیث اہل بیت اور نہ کوئی اور چیز۔ بنابریں ہمیں اسی جگہ پر توجہ دینی چاہئے جہاں سے پہلا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔

احادیث میں بھی ہے کہ جب بندہ مومن گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک

Presented by Ziaraat.Com

سیاہی آجاتی ہے یعنی اس کے دل میں جو نورانیت ہے اس نورانیت میں ایک سیاہ دھبہ آجاتا ہے۔اب اگر اس مومن نے توبہ کی تو سیاہی کا وہ دھبہ ختم ہو جائے گا۔ اگر اس نے توبہ نہیں کی اور مزید گناہ کرتا رہا تو پھر وہ سیاہ دھبہ بڑھتا رہے گا یہاں تک کہ اس کے دل کی نورانیت سیاہی میں بدل جائے گی۔ اس کے بعد یہ کچھ نہیں دیکھے گا یعنی پھر یہ نہیں دیکھے گا کہ یہ حق ہے کہ اس کی پیروی کرے اور یہ باطل ہے کہ اس سے اجتناب کرے۔

پس ہمیں اسی مرحلہ پر توجہ کرنی چاہیے۔جس طرح کینسر کا مرض ہے یا دوسرے مہلک قسم کے مرض ہیں کہ اگر ابتداء میں آپ نے ان کا علاج کیا تو ٹھیک ہو جائیں گے لیکن اگر آپ نے ابتدائی مراحل میں علاج نہیں کیا تو اس کے بعد وہ مرض اپنا کام کرے گا اور آپ کو تباہ کر دے گا۔

نفس کا دوسرا مرحلہ:۔

نفس کا دوسرا مرحلہ نفس لوامہ ہے۔

"لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَامَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ" (قیامت۔۱،۲)

"لَآ اُقْسِمُ" میں قسم کھاتا ہوں! کس چیز کی قسم کھاتا ہوں؟ قیامت کی!! میں قسم کھاتا ہوں قیامت کی۔

"وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ"

اور میں قسم کھاتا ہوں نفس لوامہ کی۔

"لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیَامَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ"

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو لوامہ ہے۔یعنی جو زیادہ ملامت کرنے والا ہے۔

"اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ" (قیامت۔۳)

Presented by Ziaraat.Com

کیاانسان گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے ؟ یعنی جو مر چکا ہے قبرستان میں اس کی ہڈیاں منتشر پڑی ہیں آیا ان کو ہم جمع نہیں کریں گے؟

" بَلٰیٰ قٰدِرِیْنَ عَلٰیٰ اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ " (قیامت ۔۴)

ہاں ہم یہ قدرت رکھتے ہیں کہ ان کی انگلیوں کے سروں کو بنائیں یعنی یہ انسان جس کے اعضاء سب منتشر ہیں یہ خیال نہ کرے کہ دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا ہم اس کو دوبارہ زندہ کریں گے اور پھر ہم اس سے سوال وجواب کریں گے کہ تم نے زندگی کیسے گزاری؟

نفس امارہ' نفس کے لئے ایک بری صفت ہے لیکن نفس لوامہ نفس کے لئے ایک اچھی صفت ہے۔ اس لئے کہ انسان جب ایک گناہ کرتا ہے یا اس سے کوئی برائی سرزد ہوتی ہے تو وہ اس پر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے ۔قبل اس کے کہ اس کو دوسرے لوگ ملامت کریں کہ یہ تم نے کیا کیا؟ خود اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔مثال کے طور پر اگر نماز صبح اس سے قضاء ہو گئی تو قبل اس کے کہ والدین اس کو کہیں ' بیٹا تم نے کیوں نماز نہیں پڑھی؟ وہ خود ہی اپنے نفس کو مخاطب کر کے اپنے آپ کو ملامت کرے گا کہ بد بخت کیوں تم رات تک بیدار رہتے ہو کہ صبح تمہاری نماز قضاء ہو جاتی ہے۔ یا جب کسی محفل میں غیبت کرتا ہے اس کے بعد جب گھر آتا ہے تو وہ خود پریشان ہوتا ہے۔ اسے رات کو نیند نہیں آتی' سوچتا ہے کیوں میں نے غیبت کی' کیوں ایک مومن بھائی کا گوشت کھایا؟ حالانکہ خدا نے قرآن میں منع کیا ہے۔ بنابریں نفس لوامہ وہ ہے کہ انسان کو برائی پر ملامت کرے۔ یعنی یہ وہ حالت ہے کہ انسان کا ضمیر بیدار ہے۔ انسان کا نفس ابھی تک فاسد نہیں ہوا ہے۔ بنابریں جب اس سے گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کو گناہ سمجھ کر' برائی سمجھ کر خود اس پر بے چین ہوتا ہے۔ لہذا مومن کے لئے حدیث میں جو ایک صفت اور علامت ذکر کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

"مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهُ وَسَائَتْهُ سَيِّئَتُهُ فَهُوَ مُؤمِنٌ" (کنزل العمال، ص ۷۰۰)

وہ شخص جو اچھے کام کرنے پر خوش ہو اور اگر کوئی برائی، کوئی گناہ اس سے سرزد ہو جائے تو وہ اس پر بے چین ہو جائے وہ مومن ہے۔

اب آپ دیکھیں، آپ اگر روزہ رکھتے ہیں، مستحب روزہ رکھتے ہیں اور ایک مومن کے ساتھ، ایک غریب آدمی کے ساتھ افطار کرتے ہیں ایک اچھا کام کرتے ہیں۔ آیا واقعاً آپ اس کام پر خوشی کا احساس کرتے ہیں؟ اسی طرح اگر آپ نے غیبت کی، اگر آپ سے گناہ سرزد ہوا اگر آپ نے خدانخواستہ کسی کا حق غصب کیا اور اس کے بعد اس پر ناراحت ہیں آپ کو نیند نہیں آتی، پریشان و مضطرب ہیں تو آپ کو سمجھ لینا چاہئے کہ آپ کے دل میں ایمان ہے۔ یعنی یہ جو برائی کا آپ کو احساس ہوتا ہے کہ میں نے ایسا کیوں کیا؟ یہ کون ہے جو آپ سے کہتا ہے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ یہ آپ کا نفس لوامہ ہے۔ قبل اس کے کہ دوسرے لوگ آپ کا محاسبہ کریں، آپ پر مقدمہ چلائیں، یہ نفس لوامہ آپ پر مقدمہ چلاتا ہے اور آپ سے سوال و جواب کرتا ہے کہ اے بد بخت! تم نے ایسا کام کیوں کیا؟ تمہیں شرم نہیں آتی کہ یہ کام کرتے ہو؟ پس نفس لوامہ ایک بہترین صفت ہے۔

البتہ بعض افراد جو زیادہ گناہ کرتے ہیں، ان کا نفس لوامہ ختم ہو جاتا ہے لہٰذا ان کے پاس فقط نفس امارہ رہ جاتا ہے اور صرف گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ بعض اوقات جو شخص مومن ہے اسے چھوٹے سے گناہ پر بھی نفس لوامہ ملامت کرتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں آپ کا مومن بھائی آیا بجائے اس کے کہ آپ اس کے ساتھ ہاتھ ملاتے آپ نے ہاتھ نہیں ملایا۔ اب یہ کوئی خاص مسئلہ نہیں ہے لیکن چونکہ آپ کا نفس لوامہ زندہ ہے وہ آپ پر ملامت کرتا ہے کہ آخر کیوں آپ نے بے اعتنائی کی؟ آخر آپ کا مومن بھائی ہے کم از کم اس سے ہاتھ ملاتے اس کی احوال پرسی کرتے کہ

Presented by Ziaraat.Com

اسے کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔

یا مثال کے طور پر غیبت کا مسئلہ۔ اگر آپ غیبت کرتے ہیں تو یہ کوئی قتل تو نہیں ہے لیکن پھر بھی آپ رات بھر پریشان رہتے ہیں کہ کسی طریقے سے میں اس مومن بھائی کو راضی کروں۔ لیکن گناہ اگر بہت بڑا ہو تو وہاں مومن تو کیا غیر مومن کا بھی نفس لوامہ اس کو ملامت کرتا ہے۔

مثلاً وہ شخص جس نے ہیروشیما پر بم گرایا تھا۔ اس نے جب امریکہ میں جا کر اخبارات میں پڑھا کہ ایک ہی دن میں ہیروشیما میں میرے بم گرانے سے اتنے ہزار لوگ جس میں بے گناہ بچے تھے' عورتیں تھیں' قتل ہوئے ہیں تو اب اس بدبخت کا وہ نفس لوامہ' وہ وجدان' وہ ضمیر بیدار ہوا اور اس پر ملامت کرنے لگا کہ تم نے کیوں ایسا کیا ہے ؟ لہذا اس وقت کے اخبارات نے لکھا کہ وہ پاگل ہو گیا تھا۔ وہ پاگل نہیں تھا حقیقت میں اس کا نفس لوامہ اس کو ملامت کرتا تھا اور بار بار اس سے سوال کرتا تھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا بلکہ صرف ایک ڈگری یا ایک سند لینے کے لئے تم نے اتنا بڑا جرم کیا یعنی وہ گناہ اتنا بڑا تھا کہ اس کے مردہ ضمیر کو بھی وہ نفس لوامہ ملامت کرنے لگا۔

پس گناہ اگر اس حد تک بڑا ہو اور نفس ملامت کرے اور گناہگار کہے کہ میرا نفس لوامہ زندہ ہے تو وہ اہم نہیں اہم یہ ہے کہ نفس لوامہ انسان کو اسے چھوٹے چھوٹے گناہوں اور خطاؤں پر ملامت کرے۔ ورنہ اتنے سنگین جرائم پر تو نفس لوامہ بڑے بڑے گناہگار کو بھی جو نیکی کا نام تک نہ جانتا ہو' کچھ نہ کچھ احساس دلاتا ہے۔ مثلاً شام کا رہنے والا ایک بڑا شخص (میں نام نہیں لوں گا) جب مرنے لگا تو کہتا تھا کہ میں نے فلاں فلاں کو کیوں قتل کیا ؟ کیوں فلاں کے قتل کا آرڈر دیا ؟ یعنی اس کے گناہ اس قدر سنگین تھے کہ عادی مجرم ہونے کے باوجود موت کے وقت نفس لوامہ اس پر تازیانے برسانے لگا۔ یہ ہے کہ بڑے جرائم پر نفس لوامہ کا ملامت

Presented by Ziaraat.Com

کرنا اہم نہیں ہے بلکہ ہمیں ایسا ہونا چاہئے کہ ہماری چھوٹی چھوٹی خطاؤں پر بھی نفس لوامہ ہمیں ملامت کرے کہ تم نے کیوں ایسا کیا ؟ اور کیوں ہوش میں نہیں آئے؟

پس نفس لوامہ، نفس کی ایک بہترین حالت ہے اور جن کے دلوں میں یہ نفس موجود ہے وہ خوش قسمت لوگ ہیں۔ اس لحاظ سے کہ وہ اگر ایک قدم بھی کبھی نشیب کی طرف جائیں تو نفس لوامہ انہیں بیدار کرتا ہے انہیں گرنے سے اور ہلاکت سے بچا لیتا ہے۔ لہٰذا ہمارے لئے نفس لوامہ کو اپنے اندر بیدار رکھنا بہت ضروری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس لوامہ ہمارے اندر ختم ہو جائے اور پھر ہم ایسے مراحل تک پہنچ جائیں کہ اگر بڑے سے بڑا گناہ بھی کریں تو ہمیں احساس تک نہ ہو کہ یہ گناہ ہے یا کچھ اور ہے۔

خداوند متعال ہم اور آپ سب کو توفیق عنایت فرمائے کہ ہم نفس امارہ کو کنٹرول کریں اور نفس لوامہ ہمارے دلوں میں ہمارے سینوں میں زندہ ہو جائے۔

آگے مباحث انشاء اللہ کل عرض کریں گے۔

سامعین کے سوالات

سوال:۔ جناب اسلام میں ہماری فقہ میں گانے بجانے میں جو آلات استعمال ہوتے ہیں ان کا سننا حرام ہے تو انقلاب اسلامی ایران کے ترانے بھی تو ہیں جن میں موسیقی کے جدید ترین آلات استعمال ہوتے ہیں؟

جواب:۔ دیکھیں اصل مسئلہ غناء کا ہے کہ غناء اسلام میں حرام ہے، موسیقی حرام ہے اس سلسلے میں امام خمینی مدظلہ العالی سے پوچھا گیا تھا۔ خصوصاً ان ترانوں کے سلسلے میں تو امام نے جواب دیا تھا کہ وہ ترانے جو انسان کی فکر وعقل کو خاموش نہ کریں، غافل نہ کریں یا اس کو نشہ نہ دیں بلکہ اس کو حق کی طرف لائیں جس طرح کہ آپ نے دیکھا ہے کہ حملہ وغیرہ میں جب فوجیوں کے لئے اس قسم

Presented by Ziaraat.Com

کے بینڈ بجائے جاتے ہیں تو ان کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے لہٰذا اس طرح کی موسیقی میں کوئی حرج نہیں۔ (امام نے اس طرح جواب دیا تھا) لیکن آج کل اس قسم کی کیسٹیں موجود ہیں جن میں ان آلات کے ساتھ مرثیہ خوانی کرتے ہیں مثلاً طبلہ یا ہارمونیم بجاتے ہیں۔اس قسم کی مرثیہ خوانی سننا حرام ہے یا نہیں؟اس پر ہم نے عرض کیا تھا کہ امام خمینی کے فرمان کے مطابق ہر وہ چیز جو آپ کی عقل وفکر کو غافل کر دے اس کو مدہوش کر دے آپ کو حق وحقیقت سے بیگانہ کر دے جس طرح کہ آپ نے عام لوگوں میں سنا ہے کہ انسان اس کے نتیجے میں دنیا و مافیہا سے غافل ہوجاتا ہے پھر مثلاً عشق اور ان چیزوں کی وادی میں چلا جاتا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ (مزید تفصیلات کے لئے رہبر کبیر امام خمینی " کے جدید فتاویٰ جو انہوں نے رحلت سے قبل دیئے تھے' سے رجوع کیا جائے۔ادارہ)

سوال:۔ ایک قطعہ اراضی جو کہ وقف مقبوضہ مالکان ہے۔ یعنی فقط مالک کی ضرورت کے لئے وقف ہے۔ اگر کوئی مالکان کی اجازت کے بغیر اپنا مردہ اس اراضی میں دفن کرتا ہے..........اور اطلاع کرنے کے باوجود وہ کچھ نہیں کرتے اور نہ خبر لیتے ہیں تو اب اصل مالک کو کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئے؟

جواب:۔ وقف کے سلسلے میں عرض یہ ہے کہ موقوفہ چیز جس کام کے لئے وقف کی گئی ہو اس کے علاوہ دوسرے کام میں استعمال نہیں ہو سکتی۔ یہ شرعی حکم ہے۔فرض کریں آپ نے ایک جگہ کو وقف کیا ہے جس میں آپ کو مسجد تعمیر کرنی ہے تو مسجد کے علاوہ کوئی اور چیز تعمیر نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اگر مدرسہ کے لئے ہے تو مدرسہ تعمیر ہوگا اور اگر امام بارگاہ کے لئے ہے تو امام بارگاہ تعمیر ہو گی۔ اگر آپ نے وقف کیا ہے یہ گھر ہے اس سے میری اولاد اور اولاد میں سے بھی فرض کریں کہ جو اہل علم ہیں(دینی طلباء ہیں)وہ فائدہ اٹھاتے رہیں تو جس طریقے کے مطابق وقف ہے اسی طریقے کے مطابق استعمال ہونی چاہئے۔اس کے علاوہ دوسرے

Presented by Ziaraat.Com

طریقے سے اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔اب خواہ اس میں مردہ دفن کرنا ہو یا کوئی اور کام ہو لیکن اگر وقف کے مطابق نہیں ہے تو صحیح نہیں ہے۔

سوال:۔ تو پھر ان مدفونوں کو وہاں سے نکالنا چاہئے؟

جواب:۔ اب انہیں راضی ہونا چاہئے اور ویسے تو جن لوگوں نے انہیں وہاں دفن کیا ہے انہوں نے غلط کیا ہے لیکن چونکہ دفن شدہ لوگوں کا کوئی قصور نہیں کہ انہیں نبش قبر کیا جائے کیونکہ اس طرح مومن کے مردے کی توہین ہوتی ہے۔تو کم ازکم اسلام کی خاطر ایمان کی خاطر اس کو بخشنا چاہئے اور انہیں معاف کر دینا چاہئے۔

سوال:۔ ایک عورت کے لئے کتنا حجاب ضروری ہے؟

جواب:۔ نماز میں دونوں ہاتھ (کلائی سے نیچے تک) اور چہرے کا چھپانا واجب نہیں ہے۔اس کے علاوہ جسم کے باقی حصے کو چھپانا واجب ہے۔اسی طرح بازار میں (گھر سے باہر اور خصوصاً نامحرم سے) خاتون کا چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ باقی جسم کو چھپانا واجب ہے۔ بالخصوص ان کے لئے محسنات اور زینت کو چھپانا ضروری اور خواتین اتنے تنگ کپڑے نہ پہنیں کہ جن سے ان کا جسم نمایاں ہو۔

سوال:۔ ہمارے معاشرے میں اگر چہرہ ننگا ہو تو اسے پردہ نہیں سمجھا جاتا کیا بہتر نہیں کہ یہاں خواتین چہرے کو چھپائیں جیسا کے قدیم ایام سے ہوتا چلا آیا ہے؟

جواب:۔ دیکھیں آقا صاحب اگر کوئی عورت چہرہ چھپاتی ہے تو یہ احسن طریقہ ہے۔بہتر تو یہی ہے کہ چھپا لے۔لیکن بات یہ ہو رہی تھی کہ کس حد تک چھپانا واجب اور ضروری ہے۔ باقی رہا قدیم کا مسئلہ تو قدیم ایام میں کئی قسم کے پردے تھے ایک قسم کا پردہ دیہاتوں میں ہوتا ہے جس میں سارا جسم ڈھانپا جاتا ہے' ایک قسم کا پردہ تعلیم یافتہ شہری خواتین کرتی ہیں جو بالکل صحیح نہیں۔ان کے بازو اور ماتھے کے اوپر بال ننگے ہوتے ہیں اور صاف نظر آتے ہیں ان کو چھپانا واجب ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

پس اگر کوئی عورت احتیاط کرتی ہے اور اپنے پورے جسم کو چھپاتی ہے تو یہ نورِ علیٰ نور ہے اور ایسا ہونا چاہیے۔

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّد

موضوع۔ اخلاق۔4

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ رمضان المبارک

Presented by Ziaraat.Com

نفس کے حالات پر شہید حسینیؒ

کا پہلا درس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ" (انشقاق۔ ۶)

نفس انسانی کی مختلف حالتیں ہیں ان میں سے نفس امارہ کا ذکر کر چکا ہوں جو انسان کے لئے سوائے بدبختی اور ہلاکت کے کوئی اور نتیجہ نہیں دیتا۔ نفس کی دوسری حالت نفس لوامہ ہے۔ انسان جب گناہ کرتا ہے یا اس سے اشتباہ سرزد ہوتا ہے تو یہ نفس انسان کو ملامت کرتا ہے اور یہ نفس کی ایک اچھی حالت ہے۔ نفس کی تیسری حالت نفس مطمئنہ ہے۔

"يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً" (فجر۔ ۲۷، ۲۸)

نفس مطمئنہ انسان کے لئے بہترین حالت ہے۔ یقیناً یہ خدا کے خاص الخاص بندوں میں پائی جاتی ہے۔ ان میں یہ اعلیٰ اور بلند ترین درجے پر ہوتی ہے لیکن اگر دیگر افراد بھی انبیاء، اولیاء اور آئمہ اطہار علیہم السلام کی سیرت اور اسوہ پر صحیح طور پر عمل کرلیں تو نفس مطمئنہ کا کچھ نہ کچھ مقام ان عام افراد کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ جب بندے کو یہ حالت حاصل ہوتی ہے تو مشکل اور مصیبت جتنی بھی بڑی ہو اور تکالیف جتنی بھی زیادہ ہوں ان کے مقابلے میں صاحب نفس مطمئنہ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے اور ان مسائل، مصائب اور مشکلات کے مقابلے میں اس شخص کے اندر نہ تو اضطراب پیدا ہوتا ہے اور نہ اسے کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ فرض کریں کہ اگر ایک عام انسان کے لئے ایک عجیب و غریب اور خطرناک قسم کا واقعہ پیش آجائے تو ہو سکتا ہے کہ وہ اس واقعہ سے اتنا متاثر ہو اور اسے اتنا صدمہ پہنچے کہ وہ دیوانہ ہو جائے یا پھر دل کا دورہ پڑنے سے اس کی موت واقع ہو جائے۔ لیکن اگر صاحب نفس مطمئنہ کے لئے اس

Presented by Ziaraat.Com

سے کئی زیادہ مشکلات بھی ہوں تو وہ ان کے مقابلے میں مطمئن نظر آتا ہے۔ وہ بالکل محسوس نہیں کرتا کہ کچھ ہوا بھی ہے یا نہیں، یعنی صاحب نفس مطمئنہ کا خدا پر ایمان متزلزل نہیں ہوتا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ حالت کس طریقے سے حاصل ہوسکتی ہے۔

اس کا طریقہ خود خداوند متعال نے ہمیں بتایا ہے کہ

" اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ " (رعد ۔ ۲۸)

کہ خبردار اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے دلوں کو ایسی خصوصیت حاصل ہو جائے اور تمہارے نفسوں کو اطمینان حاصل ہو جائے تو اس کا راستہ ذکر خدا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے۔ "اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" خدا کے ذکر سے قلوب کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے مقام پر پروردگار فرماتا ہے۔

" اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ " (طہ۔۱۴) میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو، ذکر یہ نہیں ہے کہ آپ تسبیح ہاتھ میں لے کر سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہیں، ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کے ہاتھ میں تسبیح ہو اور وہ سو مرتبہ یا ہزار مرتبہ شب و روز اللہ اکبر اور سبحان اللہ کہتا ہو لیکن اس کا دل سویا ہوا ہو۔ اس دل پر پردہ پڑا ہوا ہو اور اس کا دل خدا سے غافل ہو تو یہ شخص ذکر نہیں کر رہا بلکہ ذکر سے مراد یہ ہے کہ انسان حقیقی معنوں میں خدا کی طرف متوجہ ہو اور جو چیز بھی اس کے سامنے آئے تو فوراً اس کا ذہن خدا اور اس کے حکم کی طرف متوجہ ہو۔ وہ دیکھے کہ کیا خدا نے اسے حلال کیا ہے یا حرام !! گویا ذکر سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے لئے خدا کو حاضر و ناظر سمجھے جیسا کہ اس حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب امام صادق علیہ الصلوۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ

" عَلٰى مَا ذَا بَنَيْتَ اَمْرَكَ يَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ "

اے فرزند رسولؐ! آپ نے اپنی زندگی کی بنیاد کن اصولوں پر استوار کر رکھی

Presented by Ziaraat.Com

ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے چند چیزوں کو اصول بنایا ہے۔ ان اصولوں کو بیان کرنے سے پہلے عرض کرنا ضروری ہے کہ حقیقت میں آئمہ طاہرین علیہم الصلوۃ و السلام ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ انبیاء اور آئمہ علیہم السلام ہمارے اور خدا کے درمیان رابطہ ہیں۔ وہ اپنے عمل سے ہمیں متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے جو کچھ اس حدیث میں فرمایا ہے حقیقت میں ہم سب کو عمل کی طرف دعوت دی ہے۔ لہٰذا امامؑ فرماتے ہیں کہ پہلا اصول جو میں نے اپنی زندگی میں اختیار کیا ہے وہ یہ کہ

"عَلِمْتُ اَنَّ عَمَلِیْ لَا یَعْمَلُ غَیْرِیْ"

مجھے اس کا علم ہے کہ جو کچھ مجھے کرنا چاہئے اسے میرے علاوہ اور کوئی انجام نہیں دے گا۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے میری جو ڈیوٹی قرار دی ہے اور جو کچھ مجھ پر اس نے واجب قرار دیا ہے وہ مجھے ہی انجام دینا ہے اور اسے میرے علاوہ کوئی اور انجام نہیں دے گا۔ لہٰذا میں نے کمر ہمت باندھ لی ہے۔ پھر امامؑ فرماتے ہیں۔

"عَلِمْتُ اَنَّ اللّٰهَ مُطَّلِعٌ عَلَیَّ فَاسْتَحْیَیْتُ" (بحار الانوار' ج ۸۲' ص ۱۳۲)

میری زندگی کا دوسرا اصول یہ ہے کہ مجھے یقین ہے کہ میں جہاں بھی جاؤں خدا مجھے دیکھ رہا ہے پس اس وجہ سے میں خدا سے حیا کرتا ہوں۔ پس اگر ہمیں واقعی طور پر یہ مقام حاصل ہو جائے تو پھر نامحرم کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھیں گے۔ ہم اپنی زبان سے غیبت نہیں کریں گے' ظلم کے مرتکب نہیں ہوں گے' اور حرام امور بجا نہیں لائیں گے۔ پس صاحب نفس مطمئنہ وہ ہے جو ہر وقت خدا کو یاد کرتا ہے۔ "اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" ذکر خدا ہی سے انسان کے دل کو اطمینان حاصل ہوتا ہے اگر ہم اور آپ چاہتے ہیں کہ ہمارے نفس کے لئے یہ حالت حاصل ہو جائے اگرچہ اس کا اعلیٰ ترین درجہ تو انبیاء' اولیاء اور آئمہ اطہار علیہم الصلوۃ و السلام کے لئے ہے لیکن اس کے کم ترین درجے اور مقام تک ہم سب پہنچ سکتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں لہٰذا اگر ہم اور آپ اس مقام کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو خدا نے ہمیں راستہ بتا دیا ہے۔ "اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" خدا کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ "اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ" نماز قائم کرو تاکہ نتیجے میں تمہارے دلوں میں میری یاد زندہ ہو جائے اور جب تمہارے دلوں میں میری یاد زندہ ہو جائے تو پھر تکلیف جتنی بھی بڑی ہو اس کے مقابلے میں مضطرب اور پریشان نہیں ہو گے۔ لہٰذا ہر انسان کے نفس مطمئنہ کا مقام جتنا بلند ہو گا اتنا ہی صاحب نفس مطمئنہ مصیبتوں کے مقابلے میں مطمئن نظر آئے گا' پریشان اور مضطرب نہیں ہو گا۔

شب جمعہ ہے۔چند کلمے مصائب بھی پڑھتے ہیں۔صاحب نفس مطمئنہ کی بہترین مثال سید الشہداء علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔یہاں تک کہ سید قطب جو مصر میں اہلسنت والجماعت کے بہت بڑے عالم گزرے ہیں'میرے خیال میں انہوں نے اپنی تفسیر "فِیْ ظِلَالِ الْقُرْاٰن" میں لکھا ہے کہ روز عاشورہ سید الشہداء علیہ السلام کی مشکلات و مصیبتیں جتنی زیادہ ہوتی گئیں'سید الشہداء علیہ السلام کا چہرہ اتنا ہی نورانی ہوتا گیا۔عام طور پر انسان مصیبت میں گرفتار ہو تو اس کے چہرے پر اضطراب و پریشانی کی علامات ظاہر ہوتی ہیں لیکن سید الشہداء علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ روز عاشورہ اصحاب شہید ہوتے رہے۔ اہل بیت شہید ہوئے' یہاں تک چھ مہینے کا بچہ گود میں شہید ہو گیا۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ جو صاحب اولاد ہو اور جس کا ننھا منھا بچہ ہو جس کو دیکھ کر وہ خوش ہوتا ہے' جب وہ بچہ انسان کی گود میں آخری سانس لے رہا ہو اور جان دے رہا ہو تو باپ اسے کیسے برداشت کرے گا لیکن سید الشہداء علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق لکھتے ہیں کہ جتنا ان کی شہادت کا وقت نزدیک ہوتا رہا جتنی ان پر مصیبتیں آتی رہیں اتنا ہی سید الشہداء علیہ السلام کا چہرہ نورانی ہوتا گیا اور یہاں سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام کے مبارک سینے میں نفس مطمئنہ کا آخری مقام موجود تھا کہ وہ مصیبتیں حسین علیہ

Presented by Ziaraat.Com

السلام کے دل میں کچھ اضطراب پیدا نہ کر سکیں۔اسی طرح ان کی بہن حضرت زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کو جتنی مصیبتیں پیش آئی ہیں اس پر انسان حیران ہو جاتا ہے اور وہ مصیبتیں جو حضرت زہرا سلام اللہ علیہا پر آئیں جن کے متعلق خود بی بی فرماتی ہیں۔

" صُبَّتْ عَلَيَّ مُصَائِبُ لَوْاَنَّهَا صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَا لَيَالِيَاً "

لہٰذا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کی مصیبتیں کم تھیں لیکن اپنی ناقص عقل سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس بی بی سے کربلا والی بی بی کی مصیبتیں زیادہ ہیں اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پاتے ہیں' بی بی پر مصیبتیں تو آئیں لیکن گھر میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام حیدر کرار موجود ہیں' حسن وحسین علیہما السلام موجود ہیں' اصحاب موجود ہیں' سلمانؓ و ابوذرؓ موجود ہیں' وہ ان کے ہاں آتے ہیں لیکن کیسے اندازہ لگایا جا سکتا ہے اس بی بی کی مصیبت کا کہ جب کربلا میں ادھر سید الشہداء علیہ السلام ذوالجناح سے زمین پر آتے ہیں اور سر تن سے جدا ہوتا ہے ادھر دشمن خیموں کی طرف رخ کرتے ہیں۔ سیدانیوں کے تبرکات لوٹ کر خیموں کو آگ لگا دیتے ہیں۔ آپ اندازہ لگائیں کوئی نہیں ہے جو ان کو پرسا دے کوئی نہیں ہے کہ جو اس بی بی کو تسلی دے' بلکہ تسلی دینے کی بجائے ان پر وار کئے جاتے ہیں' انہیں طعنے دیئے جاتے ہیں' یہاں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ بی بی بھی اس نفس مطمئنہ کی مالکہ تھی جو نفس مطمئنہ سید الشہداء علیہ السلام کو حاصل تھا۔

وَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى اَعْدَائِهِمْ اَجْمَعِيْنَ

موضوع۔ نفس کے حالات۔۱

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ رمضان المبارک

Presented by Ziaraat.Com

نفس کے حالات پر شہید حسینیؒ

کا دوسرا درس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

"یٰٓاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحاً فَمُلٰقِیْہِ" (انشقاق ـ ۶)

گزشتہ درسوں میں ہم نے عرض کیا تھا کہ انسان میں ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت کو کبھی قلب سے اور کبھی روح سے تعبیر کیا گیا ہے، اسے کبھی نفس سے اور کبھی عقل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں ہم نے نفس کے متعلق کچھ اشارے کئے تھے کہ نفس کے مختلف حالات ہیں، نفس ایک ہی ہے اور ایک سے زیادہ نہیں ہے لیکن اس کے حالات مختلف ہیں۔ نفس کی ایک حالت اور مرتبہ نفس امارہ ہے اور یہ ایک بُری حالت ہے۔ نفس کا ایک مرتبہ اور حالت نفس لوامہ ہے جب انسان گناہ اور غلطی کرتا ہے تو یہ نفس کو ملامت کرتا ہے اور یہ نفس کی اچھی حالت ہے۔

نفس کا ایک اور مرتبہ نفس مطمئنہ ہے۔ نفس کی یہ حالت اور مرتبہ انبیاء اور آئمہ علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کو حاصل ہوتا ہے۔ نفس مطمئنہ کا بلند ترین درجہ ان نفوس قدسیہ کے لئے ہے البتہ اگر کوئی مومن مخلص اور موحد زحمت اور کوشش کرے تو نفس مطمئنہ کی حالت اسے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

آج ہم قلب کے بارے میں کچھ عرض کریں گے۔ البتہ قلب سے یہاں ہماری مراد گوشت کا ٹکڑا نہیں ہے جو انسان کے سینے میں موجود ہے اور اس کے بدن کا مرکز ہے اگرچہ جب انسان اس پر بھی غور و فکر کرتا ہے تو وہ توحید کی ایک کتاب نظر آتا ہے یعنی انسان جب دقیق نظر سے اس قلب کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ توحید تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ کس طریقے سے خداوند متعال نے اس چیز کو انسان کے اندر پیدا کیا ہے۔ بہرحال ہم اس لحاظ سے اس پر بحث نہیں کرتے اس پر

Presented by Ziaraat.Com

ہم ایک اور لحاظ سے گفتگو کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ قلب مادی جسم سے ماوراء ایک اور معنی رکھتا ہے جسے حواس خمسہ سے محسوس اور درک نہیں کیا جا سکتا۔ اس مفہوم کے لحاظ سے قلب کے مختلف حالات ہیں۔

قلب کی ایک حالت اور مرتبہ صحیح و سالم ہونا ہے اور دوسرا مرتبہ مریض ہونا ہے اور یہ قرآن کی تعبیر ہے۔ قلب کا مرض، جسم کے مرض سے خطرناک تر ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین علی علیہ السلام ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

"اَلَا وَاِنَّ مِنَ الْبَلَاءِ الْفَاقَةُ"

''خبردار بلاؤں میں سے ایک فقر ہے''

یعنی انسان جب فقیر اور غریب ہو جائے تو زندگی کی مشکلات اور شدائد میں سے اس کے لئے یہ بہت بڑی مشکل اور سختی ہے۔ فقر و فاقہ یہ بڑی بلا اور مصیبت ہے۔

"وَاَشَدُّ مِنَ الْفَاقَةِ مَرَضُ الْبَدَنِ"

مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس فقر و فاقے سے بھی خطرناک تر انسان کے بدن کا مریض ہونا ہے۔ یعنی جب انسان کا بدن بیمار پڑ جائے تو یہ فقر و فاقے سے بھی زیادہ انسان کے لئے مصیبت اور مشکل کا باعث ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ فقیر ہو جائیں تو کوئی بات نہیں ہے کیونکہ فقر و فاقہ کے باوجود آپ کا بدن سالم ہے لیکن اگر آپ مریض ہو جائیں اور پیسے بھی آپ کے پاس ہوں تو وہ پیسے آپ کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں یا مثلاً آپ کا کوئی عضو مفلوج ہو گیا تو آپ کس طرح سے کام کر سکیں گے۔ مولا علی علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

"وَاَشَدُّ مِنَ مَرَضِ الْبَدَنِ مَرَضُ الْقَلْبِ" (نہج البلاغہ۔ کلمات قصار، ۳۸۸)

آپ فرماتے ہیں کہ بدن کے مرض سے دل کا مرض بہت خطرناک ہے اس لئے کہ جب انسان کا بدن مریض ہو جائے مثال کے طور پر اگر میری آنکھیں خراب ہو جائیں تو چلو میری آنکھیں خراب ہو گئیں ہیں اور میں نہیں دیکھ سکتا۔ میری یہ

Presented by Ziaraat.Com

دو روزہ زندگی آنکھوں کے بغیر جیسے تیسے گزر جائے گی۔ مجھے تکلیف ضرور ہو گی لیکن کتنے دن؟ دو دن!!! اب جب میں مر جاؤں گا تو میرے لئے آنکھوں کا تو کوئی مسئلہ نہیں ہو گا اور اسی طرح جسم کے دوسرے اعضاء و جوارح کا مسئلہ ہے عین اسی دنیا میں اگر یہ مریض بھی ہو جائیں تو اس دنیا میں کچھ مشکلات پیش آئیں گی لیکن مرنے کے بعد وہ شخص جس کی دنیا میں آنکھیں تھیں اور وہ جس کی آنکھیں نہیں تھیں برابر ہیں۔ لیکن اگر قلب مریض ہو تو اس مرض کا نقصان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہو گا۔ قبر میں انسان کے لئے مسئلہ بنے گا' برزخ میں بھی اور پھر قیامت میں بھی مسئلہ ہو گا اور خدانخواستہ اگر قلب انسان مریض ہو تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔

اب آپ بتائیں! بدن کے مرض سے آپ کے لئے زندگی میں مشکلات ہوں گی لیکن قلب کے مرض سے آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تکلیف میں مبتلا رہیں گے۔

پس کون سا مرض خطرناک تر ہے؟ قلب کا یا بدن کا؟

اب جب ہم یہ کہتے کہ دل کا مرض تو اس سے مراد جسمانی دل نہیں ہے بلکہ ہماری مراد وہ دل ہے جو موہبت الٰہی ہے اور عطیہ الٰہی ہے اور وہ جسم نہیں رکھتا یعنی وہ مادہ نہیں ہے کہ اسے آپ لمس کر سکیں۔ لیکن وہ موجود ہے جسے فلاسفے کی اصطلاح میں مجرد کہتے ہیں۔ ہم اس دل کی بات کرتے ہیں کہ یہ اگر مریض ہو جائے تو وہ انسان کے لئے بہت خطرناک ہے اس گوشت والے ٹکڑے کی نسبت جب وہ مریض ہو جائے۔ ایک اور مقام پر امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" فَإِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ دَوَاءُ دَاءِ قُلُوبِكُمْ " (نہج البلاغہ' خطبہ ۱۹۶)

جب تمہارے دل مریض ہو جاتے ہیں تو یہ تقویٰ الٰہی ان کے لئے دوا ہے لہٰذا آپ ڈاکٹر کے پاس مت جائیں' کوئی ڈاکٹر آپ کو اس کا نسخہ نہیں دے سکتا' یہ

Presented by Ziaraat.Com

صرف تقویٰ ہے جو مریض دلوں کی دوا ہے۔ اسی طرح جب ہم آیات قرآنی کو دیکھتے ہیں تو قرآن کا ارشاد ہوتا ہے۔

"وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا" (اسرا۔۸۲)

خداوند متعال قرآن کے متعلق فرماتا ہے کہ یہ قرآن شفاء اور رحمت ہے۔ کس لئے ؟ مومنین کے لئے! یعنی اگر مومن کے دل میں مرض پیدا ہو جائے تو اس کے لئے شفاء قرآن ہے۔

لیکن یہی قرآن ان لوگوں کے لئے جو صاحب دین نہیں ہیں اور جو مریض ہیں' نہ صرف شفاء نہیں ہے بلکہ ان کے لئے اور بھی خطرناک ہو سکتا ہے اور زیادہ نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ الغرض عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ایک مرض قلبی ہے اور ایک مرض بدنی۔

مرض قلبی زیادہ خطرناک ہے اور جب یہ انسان اس مرض قلبی میں مبتلا ہو جائے تو پھر اس کا علاج کوئی طبیب یا ڈاکٹر نہیں کر سکتا۔ پھر آپ کو قرآن اور اہل بیت علیہم السلام کی طرف سے پہنچنے والی احادیث اور دعاؤں کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ قلب کی مرض کا علاج قرآن اور آئمہ ھدیٰ علیہم السلام کی احادیث میں ہے۔

اب مسئلہ یہ پیش آتا ہے کہ ہم کہاں سے سمجھیں کہ ہم مریض ہیں یا نہیں ؟ جب انسان کا جسم مریض ہوتا ہے تو انسانی جسم کے نظم میں اختلال پیدا ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر جب معدہ مریض ہو جائے تو وہ صحیح طور پر غذا ہضم نہیں کرتا یا گردے کا مرض ہو جائے تو انسان کو درد محسوس ہوتا ہے۔ اب میں کہاں سے سمجھوں کہ میرا دل مریض ہے یا نہیں؟ اس کے لئے بھی علامات ہیں۔ اس کی ایک علامت یہ ہے کہ کوئی بھی اچھا کام آپ اپنے دل کے سامنے پیش کریں۔ اگر

Presented by Ziaraat.Com

آپ کے دل نے اسے قبول کیا اور اس کا استقبال کیا تو آپ کو سمجھ لینا چاہئے کہ آپ کا دل صحیح ہے۔ اگر آپ نے کوئی اچھا کام دل کے سامنے رکھا اور دل اس سے ادھر ادھر بھاگتا ہے اور اس سے نفرت کرتا ہے تو آپ کو سمجھنا چاہئے کہ آپ کا دل مریض ہے۔ مثال کے طور پر روزہ ' نماز ' خمس ' زکات ' غریبوں کی مدد کرنا ' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اچھے اور نیک کام ہیں۔ آپ مشاہدہ کریں کہ واقعاً آپ کا دل انہیں کرنے کو چاہتا ہے یا نہیں؟ مثلاً آپ ایک دکاندار ہیں۔ آپ دکانداری بھی کرتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ آپ آسمان کی طرف بھی نگاہ کرتے ہیں یا گھڑی کی طرف بھی دیکھتے ہیں کہ کہیں مغرب کا وقت نہ ہو جائے یا زوال کا وقت نہ ہو جائے لہذا جب دیکھتے ہیں کہ ساڑھے بارہ بج گئے ہیں تو آپ کاروبار چھوڑ کر فوراً نماز کے لئے چلے جاتے ہیں۔ یہ بات آپ کے صحیح و سالم ہونے کی علامت ہے۔ اس کے برعکس اگر آپ نماز کو اہمیت نہیں دیتے' آپ بیٹھے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب سورج غروب ہونے لگتا ہے تو آپ نماز کے لئے اٹھتے ہیں تو آپ کو جان لینا چاہئے کہ آپ کے دل میں کچھ نہ کچھ مرض ہے۔ اسی طرح روزے اور دوسرے اعمال کے ساتھ آپ کا اس طرح کا سلوک آپ کے مریض ہونے کی علامت ہے۔ جب آپ سے کوئی کہے کہ بندہ خدا! حج پر جاؤ' حج آپ پر واجب ہے تو آپ کہیں کہ بابا جائیں گے' ابھی تو میں جوان ہوں۔ ابھی کچھ اور گناہ کر لوں۔ بعد میں ایک ہی مرتبہ زیارت امام حسین علیہ السلام کے لئے کربلا جاؤں گا اور امام رضا علیہ السلام کی زیارت کے لئے بھی جاؤں گا اور ایک ہی مرتبہ توبہ کر لوں گا۔ اب اس بندہ خدا کو یہ پتہ نہیں ہے کہ اس وقت تک میں زندہ رہوں گا یا نہیں؟ ہو سکتا ہے کہ میں یہاں سے حج کے لئے روانہ ہو جاؤں اور راستے میں ایکسیڈنٹ ہو جائے ' کیا پتہ ہے ؟ بنابریں اگر کوئی اس قسم کی باتیں کرتا ہے ' واجبات کو اہمیت نہیں دیتا اور واجبات سے کتراتا ہے تو اسے سمجھنا چاہئے کہ اس کا

Presented by Ziaraat.Com

دل مریض ہے۔ فرض کریں کہ اگر وہ ایک اچھی محفل و مجلس میں پانچ دس منٹ بیٹھتا ہے تو اس کا دل تنگ ہو جاتا ہے لیکن جب وہ سینما میں بیٹھتا ہے' یا ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھ رہا ہوتا ہے یا انڈیا کی فلم دیکھ رہا ہوتا ہے تو دو دو تین تین گھنٹے گزر جاتے ہیں لیکن اسے احساس بھی نہیں ہوتا۔ ایسا لگتا ہے جیسے اسے کوئی اور کام ہی نہیں ہے۔ اب اس کو دکانداری بھی بھول جاتی ہے اور اگر کسی کے ساتھ اس نے وعدہ کیا ہوتا ہے تو وہ یہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔اس شخص کا دل گناہوں میں بڑی دلچسپی لیتا ہے تو ایسے شخص کو سمجھنا چاہئے کہ اس کا دل مریض ہے۔

اس بنا پر اگر کوئی شخص تکبر میں مبتلا ہے تو وہ مریض ہے کیونکہ تکبر دل کا ایک مرض ہے اب اگر اس بے چارے شخص کا آپ کسی سپیشلسٹ ڈاکٹر سے علاج کرانا چاہتے ہیں تو اس کا علاج نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی ڈاکٹر اس بیماری کا نسخہ نہیں دے سکتا جس سے اس کا تکبر' خشوع اور خضوع میں بدل جائے۔ یا مثال کے طور پر ایک آدمی حریص ہو گیا ہے وہ چاہتا ہے کہ پیسے جمع کرے۔ حلال طریقے سے ہوں یا حرام طریقے سے۔ ادھر سینما ہال بنایا ہے' ادھر مسجد کے لئے چندہ اکٹھا کر کے کھا جاتا ہے' سمگلنگ کرتا ہے اور شراب بیچتا ہے۔ وہ ان سب ذرائع کو استعمال کرتا ہے' وہ صرف پیسے جمع کرنا چاہتا ہے' اسے پیسے کا لالچ ہو گیا ہے اور اپنے پیسوں میں سے کسی کو ایک پائی بھی نہیں دیتا۔البتہ حرام کے پیسے دینے کا فائدہ نہیں ہے۔اگر حرام کی کمائی سے انسان حج پر بھی چلا جائے تو اس کا حج قبول نہیں ہے۔

فرض کریں ایک آدمی سینما چلاتا ہے اس کے پاس لاکھوں کے حساب سے پیسہ جمع ہو گیا ہے۔ اب آپ اسے کہتے ہیں کہ تو مستطیع ہو گیا ہے' حج پر چلا جا۔ بابا! وہ مستطیع نہیں بلکہ حرام کے پیسے کے ساتھ انسان صاحب استطاعت نہیں ہو سکتا۔ پس اگر وہ حج بھی کر لے تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ کربلا چلا جائے۔ کچھ فائدہ

Presented by Ziaraat.Com

نہیں ہے۔ یا ایک اور بدبخت ہے جو حسد کی بیماری میں مبتلا ہو گیا ہے۔ یہ قلبی مرض ہے۔ حاسد شخص اپنی سعادت اور خوشحالی کے بارے میں نہیں سوچتا وہ ہر وقت اپنے رقیب کے متعلق سوچتا رہتا ہے۔ فرض کریں وہ دکاندار ہے تو اس کا رقیب ایک دکاندار ہو گا۔وہ دکانداری کی لائن میں اس سے رقابت کرتا ہے یا وہ خطیب ہے تو خطابت کے میدان میں دوسرے خطیب سے رقابت کرتا ہے۔ اسی طرح وہ کسی اور فن کا ماہر ہے تو اسی میدان میں دوسرے سے حسد کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ میرا رقیب ترقی نہ کرے۔ وہ یہ فکر کرتا رہتا ہے کہ اپنے رقیب کو کس طرح بدبخت کرے' اس کے دل میں حسد ہے۔یہ حسد کیا ہے؟ قلب کی بیماری ہے۔اب اس کا علاج کیا ہے؟ کیا دکاندار آپ کو اس کا علاج بتا سکتا ہے؟یا کوئی ڈاکٹر اس کی دوا تجویز کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! شاید آپ نے یہ قصہ سنا ہو گا کہ ایک بندہ خدا تاجر تھا۔ وہ بڑے پیسے والا تھا۔ اس کا ایک رقیب تھا۔وہ بھی تجارت کرتا تھا۔ یہ تاجر اس سے تجارت میں آگے بڑھ گیا۔اسے حسد ہو گیا۔ اس نے کیا کیا؟ ایک غلام کو خریدا اور اس کی خوب خاطر مدارات کی۔ بجائے اس کے کہ یہ غلام تاجر کی خدمت کرتا' مالک نے غلام کی خدمت کی۔ایک دن یہ تاجر غلام سے کہنے لگا کہ تم کو پتہ ہے کہ میں نے تمہیں کس لئے خریدا تھا؟ اس نے کہا نہیں! تمہیں پتہ ہے میں تمہارا کس لئے احترام کرتا ہوں؟ اس نے کہا نہیں! اس کے بعد اس نے کہا کہ میں ایک کام تم سے کروانا چاہتا ہوں۔ غلام نے کہا میں تو آپ کا زرخرید غلام ہوں۔آپ جو کچھ کہیں گے میں مانوں گا اور اس پر عمل کروں گا۔ مالک نے کہا پہلے مجھ سے وعدہ کرو تم یہ کام ضرور کرو گے اور جب تم وہ کام کر دو گے تو تمہیں آزاد بھی کر دوں گا۔ غلام نے کہا ٹھیک ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ جو آپ کہیں گے میں اس پر عمل کروں گا۔اس کے بعد مالک نے کہا یہ جو میرے ساتھ ہمسایہ ہے یہ میرا رقیب ہے۔یہ مجھ سے آگے بڑھ گیا ہے اور میں یہ

Presented by Ziaraat.Com

سب کچھ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔تم یہ زہر کی بھری ہوئی تھیلی لو اور یہ تیز دھار چاقو رات کی تاریکی میں مجھے اوپر لے جا کر اس کی چھت پر ذبح کر ڈالو تا کہ جب پولیس آئے تو اسے پکڑ کر لے جائے اور میرے قتل کے جرم میں اسے جیل میں ڈال دے اور یوں اس کا تمام کاروبار ختم ہو جائے۔ کیونکہ پولیس کو پتہ ہے کہ ہم دونوں آپس میں رقیب ہیں۔ اس لئے یہ الزام اسی پر ہی لگے گا۔ شہید مطہریؒ کے الفاظ میں غلام نے کہا تم جیسا بیوقوف آدمی تو قتل کے لئے مناسب ہے۔تم جیسے کو تو قتل ہی کرنا چاہئے۔ غلام رات کی تاریکی میں مالک کو چھت پر لے گیا اور اسے ذبح کر دیا اور جب صبح ہوئی تو پتہ چلا کہ وہ شخص فلاں کی چھت پر مردہ پڑا ہوا ہے لہٰذا سب نے کہا کہ یہ قتل اس کے علاوہ کون کر سکتا ہے جبکہ ان دونوں میں رقابت بھی تھی اور اس کی لاش بھی اس کی چھت پر پڑی ہوئی ہے۔پولیس نے رقیب تاجر کو پکڑ لیا اور جیل میں بند کر دیا۔ ادھر اس غلام کا نفس لوامہ بیدار تھا۔ چند دن گزر جانے کے بعد اس کے نفس نے اسے ملامت کی کہ آخر کیوں اس بے چارے کو بے گناہ قید میں پھنسا دیا ہے اس کا کاروبار سب کچھ تباہ ہو گیا ہے۔ یہ سوچ کر اس نے عدالت کے سامنے اپنا تعارف کرایا اور قاضی کو تمام ماجرا سنا دیا۔ یہ قصہ سننے کے بعد قاضی نے اس تاجر کو آزاد کر دیا اور غلام کو معاف کر دیا۔

آپ ملاحظہ کریں کہ یہ سب کچھ حسد کی وجہ سے تھا۔یہ حسد جب کسی میں پیدا ہو جاتا ہے تو پھر یہ دل کا ایک مرض ہے اس کا علاج دنیاوی دواؤں کے ذریعے سے نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا علاج دینی لحاظ سے،نفسیاتی لحاظ سے، معنوی اور روحانی لحاظ سے کیا جائے یعنی حقیقت میں اسے سمجھایا جائے کہ یہ جو تم حسد کرتے ہو اس کے یہ نقصانات ہیں۔

ایک اور نفسیاتی کیفیت ہے جس کا نام ہے غبطہ۔جسے ہم اردو میں رشک کہتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ حسد اور غبطہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔غبطہ یہ ہے کہ ایک شخص جتنا کام کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ میں اس سے آگے بڑھوں' اسے یہ فکر نہیں ہوتی کہ میرا دوست اور ساتھی کیا ہے اور کیا نہیں؟ اس کے نزدیک یہ زیادہ اہم نہیں ہے۔ اسے زیادہ تر اپنے بڑھنے کی فکر ہوتی ہے جبکہ حاسد کو حسد کی وجہ سے ہمیشہ دوسرے کی فکر لگی رہتی ہے کہ کہیں وہ ترقی نہ کر جائے۔ مثلاً وہ تباہ و برباد ہو جائے' چاہے مجھے کچھ ملے یا نہ ملے۔ ہماری پشتو زبان میں ایک مثال ہے کہ ایک شخص نبیؑ کے پاس آیا اور کہا کہ اے خدا کے نبیؑ جب آپ خدا کے پاس جاتے ہیں تو ہماری بھی ایک حاجت ہے اسے بھی اپنے رب تک پہنچا دیں۔ نبیؑ نے پوچھا تمہاری حاجت کیا ہے؟ اس نے کہا مثلاً ہمارا بیل نہیں ہے ہمارے لئے کچھ کریں تو نبیؑ نے کہا کہ ٹھیک ہے' آپ کا بیل نہیں ہے لیکن آپ کے ہمسائے کے پاس گدھا نہیں ہے۔ کیا اس کے لئے بھی کہہ دوں؟ اس نے جواب دیا نہیں۔ ہمیں بیل نہیں چاہئے تاکہ اسے گدھا نہ مل سکے۔یہ ہے حسد کہ آپ دوسروں کے مفادات'ترقی اور کاروبار کو نہیں دیکھ سکتے اور چاہتے ہیں کہ وہ کسی طریقے سے تباہ ہو جائے۔چاہے مجھے کچھ حاصل ہو یا نہیں۔لیکن اسے ہرگز نہ ملے۔

میں عرض کر رہا تھا کہ حسد ایک بیماری ہے۔اسی طرح تکبر بھی ایک قلب کی بیماری ہے۔ اسی طرح حرص' دنیا پرستی' اقتدار طلبی وغیرہ یہ سب دل کی بیماریاں ہیں۔آپ صدام بد بخت کو دیکھیں یہ اقتدار طلبی کے مرض کا شکار ہو گیا ہے۔ اب وہ نہیں سمجھتا کہ مجھے ایک دن مرنا ہے اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نابود ہو جاؤں گا۔

اب اس کا دل اس قدر مریض ہے کہ قرآن ایسے لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے۔

" اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا " (محمد۔۲۴)

کیا وہ لوگ قرآن میں تدبر نہیں کرتے اور نہیں سوچتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں۔ جب ایسے افراد دل کے مریض ہو جاتے ہیں ان کے دل ادراک

Presented by Ziaraat.Com

کی صلاحیت کھو دیتے ہیں اور حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ پس ثابت ہوا کہ اقتدار طلبی ایک مرض ہے۔جس کو یہ جنون ہو جائے پھر اسے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

ہمارے علاقے میں حکومت لوگوں کو پرمٹ دیتی ہے۔یہ ایک بہت بڑا مرض ہے۔ قبائل میں جتنے بھی ملک لوگ ہیں وہ حکومت سے پرمٹ لیتے ہیں اور پھر وہ حکومت کی خدمت گزار بن جاتے ہیں۔ مجھے ایک شخص بتا رہا تھا کہ ان ملکوں میں سے ایک شخص مجمع عام میں کہہ رہا تھا کہ یہ پرمٹ وغیرہ ایک نشہ ہے۔ جتنے بھی بڑے بڑے ملک ہیں ان کے پاس کافی پیسہ ہے۔ ان کے کارخانے ہیں' بعض کی ایجنسیاں ہیں پتہ نہیں ان کی کتنی زمینیں ہوتی ہیں اور نجانے ان کے پاس کیا کچھ ہوتا ہے۔ سب کچھ ہونے کے باوجود یہی ملک جب پی۔اے۔ (P.A) کے پاس جاتے ہیں تو اس سے پانچ سو روپے تک لیتے ہیں شاید اس سے کمتر بھی لے لیتے ہیں۔ یہ کیوں ہے؟ اس ملک کے قول کے مطابق اس میں نشہ ہے ہم خود نہیں سمجھتے کہ یہ کیا مسئلہ ہے۔ جب وہ دیتے ہیں تو یہ اندھا دھند لے لیتے ہیں۔ شاید ان کے پیسے لینے میں مزہ ہوتا ہے۔ یہ ایک بیماری کی طرح ہے۔ جب کسی کو لگ جائے تو جان نہیں چھوڑتی۔ اس طرح دوسری قسم کی بُری صفات ہیں یہ سب بیماریاں ہیں۔

یہ جو ہم کہتے ہیں کہ فلاں زمانے میں کچھ امتیں تھیں جنہوں نے خدا کی معصیت و نافرمانی کی اور انبیاء علیہم السلام کی بات کو نہیں مانا تو وہ امتیں مسخ ہو گئیں یعنی کوئی بندر بن گئے اور کوئی ریچھ بن گئے یعنی ان کی شکلیں ہی بدل گئیں لیکن اگر شکلیں نہ بھی بدلی ہوں تو وہ عادات جو ان حیوانات میں تھیں انہوں نے اپنائی تھیں۔ انسان کی انسانیت معنویت کے ساتھ ہے۔ بعض اوقات انسان جب ایسا بن جاتا ہے کہ وہ صرف حیوانی صفات کو اپناتا ہے یعنی حیوان کی طرح صرف کھاتا پیتا اور شہوت رانی کرتا ہے اب اگر ایک انسان کی سوچ اور فکر اسی حد تک محدود

Presented by Ziaraat.Com

ہو جائے کہ وہ کسی طریقے سے پیسہ کمائے' خوب کھائے' خوب زندگی کرے اور خوبصورت عورتوں کے ساتھ شادیاں کرے اور نائٹ کلبوں اور مختلف جگہوں پر جائے اور اپنے غریزہ شہویہ کی آتش کو خاموش کرے۔ یہ افراد کیا ہیں؟ حقیقت میں یہ وہی حیوان ہیں۔ اگر کسی میں درندگی زیادہ ہو گئی ہے تو وہ قیامت کے دن حیوانی درندے کی شکل میں محشور ہو گا۔ روایات میں آیا ہے کہ قیامت کے دن لوگ اپنی اپنی نیتوں پر محشور ہوں گے۔ مثلاً ایک شخص کی دنیا میں یہ کوشش تھی کہ وہ پیسہ جمع کرے اور حریص تھا اور اس کی حرص حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی تو یہ شخص چیونٹی کی شکل میں محشور ہو گا۔ اسی طرح ایک شخص کا کام ڈنک مارنا تھا یعنی زندگی بھر باتوں ہی باتوں میں دوسروں پر چوٹ لگاتا تھا ایسا شخص قیامت کے دن بچھو کی شکل میں محشور ہو گا۔ جو شخص ان حیوانات کی صفات کو اپناتا ہے بظاہر اس کا رنگ اور شکل تو انسان کی طرح ہوتی ہے لیکن باطن میں یہ حیوان سے بدتر ہے۔ یہ قصہ آپ نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام اپنے غلام کے ساتھ حج پر تشریف لے گئے۔ جب غلام نے دیکھا کہ ہزاروں کا مجمع لگا ہوا ہے تو عرض کیا یابن رسول اللہ اس سال تو بڑے حاجی آئے ہیں۔ تو مولاؑ نے فرمایا۔

" مَا اَكْثَرَ الضَّجِيجَ وَاَقَلَّ الْحَجِيجَ " (بحار الانوار' ج۹۹ ص۵)

یعنی مجمع تو بہت زیادہ ہے لیکن ان میں حاجی بہت کم ہیں اس لئے وہ شخص کہتا ہے کہ امامؑ نے امامت کی قوت سے مجھ میں ایسا تصرف کیا کہ میں دوبارہ جب ان لوگوں کی طرف دیکھا تو کوئی کسی حیوان کی شکل میں تھا اور کوئی دوسرے حیوان کی شکل میں۔ یعنی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چڑیا گھر ہے اور اس میں مختلف قسم کے حیوانات ہیں۔ کہیں کہیں انسان نظر آتا تھا۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ انسان جب حیوانوں کی صفات اور عادات کو اپناتا ہے تو یہ انسان' انسان نہیں رہتا بلکہ حیوان بن جاتا ہے بلکہ قرآن کی تعبیر

Presented by Ziaraat.Com

میں "بَلْ هُمْ أَضَلُّ" (اعراف۔ ۱۷۹) ہو جاتا ہے۔ یعنی بعض اوقات ان حیوانات سے بھی آگے بڑھ جاتا ہے اور ان حیوانات سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ قلوب کی دو حالتیں ہیں۔ بعض قلوب صحیح، تندرست اور سالم ہیں اور بعض قلوب مریض ہیں۔ مرض کی پہچان تو ہو گئی کہ فلاں جھوٹ کے مرض میں مبتلا ہے اور فلاں تکبر کے مرض میں مبتلا ہے۔ فلاں کو خود پرستی کا مرض لاحق ہے اور فلاں اقتدار طلبی کی بیماری کا شکار ہے۔ امراض مختلف ہیں اب ان کا علاج کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ان کا علاج قرآن ہے۔ ان کا علاج وہ احادیث ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل بیت اطہار علیہم السلام سے ہم تک پہنچیں ہیں۔ یا وہ دعائیں ہیں جو ان سے منقول ہوئی ہیں۔ ان بیماریوں کا علاج کسی متخصص اور سپیشلسٹ ڈاکٹر کے پاس نہیں ہے۔ یہ مسئلہ آپ کو کسی کتاب میں نہیں ملے گا بلکہ یہ مسئلہ روحانی علاج سے حل ہو گا، معنوی طریقے سے اس کا علاج ہو گا۔ پس ہمیں بھی اس مسئلے کی طرف توجہ کرنا چاہئے اگر ہمارے دل مریض ہیں تو خداوند متعال ہمیں اور آپ کو ان قلبی اور معنوی امراض سے نجات عطا فرمائے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ

موضوع۔ نفس کے حالات۔2

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ رمضان المبارک

Presented by Ziaraat.Com

نفس کے حالات پر شہید حسینیؒ کا تیسرا درس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

قلب منیب

ایسا انسان قلب سلیم و قلب منیب کا مالک ہو سکتا ہے جو خلوت میں بھی خدا سے ڈرتا ہو اور لوگوں کے سامنے یا ان سے مخفی خدا کی معصیت (نافرمانی) نہ کرتا ہو۔ قلب منیب یعنی وہ جو خدا کی طرف پلٹا ہوا ہو' کس سے پلٹا ہوا ہو؟ دنیا و متاع اور ریاست سے! جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔ "مَلْعُونٌ مَنْ رَاسَ" یعنی جس نے ریاست طلبی کی' جس کے دل میں مقام و ریاست و قیادت کی محبت ہو وہ ملعون ہے' رحمت خدا سے دور ہے۔ "مَلْعُونٌ مَنْ هَمَّ بِهَا" ملعون ہے وہ شخص جو قیادت' ریاست و کرسی کی فکر میں ہو' جو قیادت اور ریاست کو اہمیت دیتا ہو اور اس کا ہم و غم یہی ہو۔ "مَلْعُونٌ مَنْ حَدَّثَ نَفْسَهُ بِهَا" جو صرف دل میں ریاست اور قیادت کو تصور کرے اور اس کے لئے اپنے نفس کو امیدوار کرے تو وہ بھی ملعون ہے۔ خدا ہمیں معصیت (نافرمانی) سے نجات دے' بہت خطرناک مراحل ہیں۔ قلب منیب وہ ہے جو دنیا و مافیہا سے' ریاست' مال و متاع سے پلٹا ہوا ہو۔ کس کی طرف پلٹا ہوا ہو؟ خدا کی طرف پلٹا ہوا ہو۔ "وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيبٍ" (ق۔۳۳) ایسے دل کے ساتھ خدا کے حضور آؤ کہ جس نے ماسوائے اللہ سب کو ٹھکرا دیا ہو صرف خدا کی طرف پلٹا ہو۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض افراد لوگوں کے سامنے استغفر اللہ کہتے ہیں' ذکر خدا کرتے ہیں' لیکن جب موقع ملتا ہے تو وہی لوگ خدا کی معصیت کرتے ہیں۔ جبکہ قلب منیب ایسا شخص رکھتا ہے جس کے دل میں خوف خدا ہو' لوگوں کے سامنے بھی معصیت خدا نہ کرے اور مخفی طور پر بھی معصیت کا مرتکب نہ ہو'

Presented by Ziaraat.Com

اگرچہ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لوگوں کے سامنے تو تقدس' دین داری اور مذہبی ہونے کے آثار و علائم ظاہر کرتے ہیں لیکن ایسے اشخاص کو حکومتی یا مخفیانہ سطح پر جب بھی موقع ملتا ہے تو ایسے ویسے کاموں کی انجام دہی میں پیش قدم ہوتے ہیں۔ خدایا ہمیں قلب منیب عطا فرما تا کہ اس میں ہر لمحے تیرا خوف ہو اور ہر وقت تجھے حاضر و ناظر جانے۔

سوال یہ ہے کہ آپ اپنے دوست اور ساتھی کے سامنے کیوں برائی نہیں کرتے؟ بلکہ ان کے سامنے غلط کام انجام دینے سے شرم محسوس کرتے ہیں جبکہ اگر ہم یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ ہمارا کچھ بھی خدا سے مخفی نہیں ہے بلکہ وہ ہماری سب چیزوں حتیٰ کہ ہمارے دلوں کے بھیدوں سے بھی آگاہ ہے تو پھر ہم ہرگز گناہ نہیں کریں گے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ ہم کہتے تو ہیں لیکن ہمارا عقیدہ یہ نہیں۔ اگر ہمارا عقیدہ بھی یہی ہوتا جب ہم ایک چھوٹے بچے کے سامنے گناہ نہیں کرتے اور اس سے شرم محسوس کرتے ہیں تو پھر ہم خدا سے کیوں نہیں شرماتے' خدا کے سامنے ہم کیوں گناہ کرتے ہیں۔ پس معلوم ہو گیا کہ ہم خدا کو حاضر و ناظر نہیں سمجھتے۔ عزیزو! مجھے بتایئے کہ امام زمانہ علیہ السلام ہمارے اعمال کو دیکھتے ہیں یا نہیں؟ جواب دیں ہمارا عقیدہ کیا ہے؟ جب ایک چھوٹے بچے کے سامنے ہم برا کام نہیں کرتے۔ حضرت ولی عصرؑ جو ہمارے سارے اعمال دیکھتے ہیں ان سے ہم شرم نہیں کرتے ہیں اور ان کے سامنے ہم برائی کرتے ہیں۔ اس سے حضرت ولی عصر علیہ السلام کے دل پر کیا گزرتی ہو گی۔

آپ ذرا بتائیں کہ اگر آپ دیکھتے ہیں کہ آپ کے دوست تکلیف و زحمت میں ہیں' لوگ ان کو ستا رہے ہیں تو آپ کو کھانا مزا نہیں دیتا' آپ کی نیند اڑ جاتی ہے' پریشان ہو جاتے ہیں تو پھر جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے جب حضرت ولی عصر علیہ السلام سے مخفی نہیں ہے تو ان کے قلب مقدس پر کیا گزرتی ہو گی؟ بلکہ میں کہتا

Presented by Ziaraat.Com

ہوں کہ امام علیہ السلام کے لئے سخت مقام وہ ہے جب علی علیہ السلام کا ماننے والا اور ان کا شیعہ گناہ کرتا ہے۔ عزیز جوانو! اگر ہم حضرت ولی عصر علیہ السلام کے دل کو خوش نہیں کر سکتے تو کم از کم یہ تو کر سکتے ہیں کہ ان کے دل کو تکلیف نہ پہنچائیں' ہماری کچھ ادائیں اور حرکتیں ایسی ہیں کہ جن سے حضرتؑ کا دل رنجیدہ ہوتا ہے۔ ہمیں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے کہ جس سے آپ کے قلب مقدس کو تکلیف پہنچے۔ خدایا قلب مقدس حضرت ولی عصر علیہ السلام کو ہم سے راضی فرما۔ (آمین)

نفس انسانی کے لئے ایک حالت جو کمال سمجھی جاتی ہے وہ نفس لوامہ ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔

" لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ " (قیامت ۔۱'۲)

میں قسم کھاتا ہوں روز قیامت کی اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو بہت زیادہ اپنے آپ کو ملامت کرنے والا ہے۔ خداوند متعال قرآن مجید میں ہر چیز کی قسم نہیں کھاتا بلکہ ان چیزوں کی قسم کھاتا ہے جو شرافت و عظمت رکھتی ہوں' نفس لوامہ خدا کے نزدیک شرافت' منزلت اور عظمت رکھتا ہے۔ اس لئے خدا اس کی قسم کھاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض مومن اور نیک افراد ایسے ہوتے ہیں کہ وہ حتی المقدور برا کام انجام نہیں دیتے لیکن بعض اوقات نفس ان کو دھوکہ دیتا ہے اور وہ برائی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں ایسے افراد دوسروں کی مذمت کرنے سے قبل خود اپنے آپ کو ملامت کرتے ہیں' آہ و زاری کرتے ہیں' روتے پیٹتے ہیں' روزہ رکھتے ہیں مثلاً میں نے کیوں گالی دی گویا سب سے پہلے خود اپنے آپ کو ملامت کرتے ہیں۔ ایسی حالت اس وقت انسان کو حاصل ہوتی ہے جب بہت زیادہ مشق کرے۔ تقویٰ کے کئی مراحل سے گزرنے کے بعد نفس انسانی میں یہ حالت پیدا ہوتی ہے' ہر انسان ایسا نہیں ہوتا کہ جب وہ برا کام کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو ملامت کرے بلکہ

Presented by Ziaraat.Com

وہ اپنی غلطی کی توجیہ کرتا ہے کہ میں نے کوئی غلطی نہیں کی بلکہ میں نے ٹھیک کیا ہے وغیرہ۔ لیکن نفس لوامہ کا صاحب اور مالک سب سے پہلے اپنے نفس کو وجدان اور ضمیر کی عدالت کے سامنے لا کھڑا کرتا ہے۔اے نفس تو نے ایسا کیوں کیا؟ تو نے غلط کیوں کیا؟ قبل اس کے کہ بیرونی حکومت اسے کوڑے لگائے خود نفس لوامہ اپنے آپ کو کوڑے لگاتا ہے اور اپنے کو ملامت کرتا ہے۔ یہ بہترین حالت ہے۔ جس میں یہ حالت پیدا ہو جائے تو اس کے لئے کمال ہے۔ اول تو وہ معصیت ہی نہیں کرتا اور اگر کبھی نفس یا شیطان اسے دھوکہ دے دے تو وہ فوراً اس کی تلافی کرتا ہے اور اپنی برائی کا اعتراف کرتا ہے۔ یہ بہترین حالت ہے کہ جس کے حصول کے لئے ہم سب کو کوشش کرنی چاہئے تاکہ ہمارے نفسوں میں بھی یہ حالت پیدا ہو جائے۔

نفس مطمئنہ

ایک اور حالت جو نفس کے لئے کمال شمار ہوتی ہے نفس مطمئنہ ہے۔ جیسے ارشاد ہوتا ہے۔

"اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ" (رعد۔ ۲۸)

اور

"يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ" (فجر۔ ۲۷)

نفس مطمئنہ یعنی وہ نفس جس کو اطمینان حاصل ہو' جو خدا کے علاوہ کچھ بھی نہ دیکھے اور جو حالت بھی اسے پیش آئے اس کے لئے برابر ہے۔ مشکلات و مصائب و تکالیف کے مقابلے میں خوف و ہراس کے آثار اس کے چہرے سے ظاہر نہ ہوں' ہر حالت میں مطمئن ہو' خوش ہو' تکلیف میں ہو یا جنگ' وہ ہر حالت میں مطمئن ہو۔ وہ کسی قسم کی پرواہ نہ کرے۔ جیسے ارشاد ہوتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

"اَلْمُؤْمِنُ كَالْجَبَلِ الرَّاسِخِ"

مومن مضبوط و مستحکم پہاڑ کی طرح ہے۔ جیسی بھی مشکلات آئیں، بیماری آئے یا موت یا جان جائے، اس میں کسی قسم کا تزلزل نہیں لاسکتیں۔

نفس مطمئنہ کے مراتب

نفس مطمئنہ کے خود کئی مراتب ہیں اور اس کا آخری مرتبہ انبیاء کرام و آئمہ اطہار علیہم السلام کو حاصل ہے۔ اس لئے تو تفاسیر میں روایت ذکر ہوئی ہے کہ آیت "يٰاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ" کے مصداق حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام ہیں۔ یہ اس کا آخری مرحلہ ہے البتہ دوسرے افراد کے لئے ابتدائی مراحل بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ مجھے یقین ہے رہبر انقلاب امید مستضعفین جہان خمینی بت شکن ابراہیم زمان خمینی عزیز خمینی محبوب روحی لہ الفداء بھی اس مقام پر پہنچے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی دوسری چیز کی اعتناء نہیں کرتے۔ مثلاً ایسا خیال نہیں کرتے کہ یہ امریکہ ہے۔ اس کے پاس میزائل ہیں یا اس کے پاس فینٹم طیارے ہیں بلکہ ہر مقام پر مطمئن نظر آتے ہیں۔

جب شہید بہشتی اپنے بہتر (۷۲) ہمراہیوں کے ساتھ شہید ہو گئے تو یہ ایک عظیم سانحہ تھا۔ خود آقائے رفسنجانی حفظہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس سانحے کے خوفناک ہونے کے سبب حضرت امام خمینی کے دفتر کو مطلع کر دیا کہ وہ حضرت امام کو اس کی اطلاع نہ دیں لیکن جب ہم لوگ صبح سویرے مرحوم شہید رجائی، سید عبد الکریم اردبیلی (جو اسلامی جمہوریہ ایران کے چیف جسٹس تھے) کے ساتھ امام خمینی کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ ان کی خدمت میں حالات اور واقعات کو اس طرح سے بیان کریں کہ خدانخواستہ اس سے عجیب ترین سانحہ رونما نہ ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں ایسے میں زمین ہمارے پاؤں کے نیچے سے نکل چکی تھی۔ ہمارے جسم تو تھے

Presented by Ziaraat.Com

لیکن بغیر روح کے اور ہمارے حوصلے پست ہو چکے تھے لیکن بخدا جب ہم وہاں پہنچے تو ہم نے محسوس کیا کہ ہم آئے تو مردہ کیفیت میں تھے مگر زندہ ہو کر واپس جا رہے ہیں۔ امام خمینی نے ہم سے فرمایا کہ یہ تو عجیب نہیں' ایسا ہوتا رہتا ہے۔ صدر اسلام میں مسلمانوں پر کون سی مشکلات نہیں آئیں' علاوہ ازیں امام خمینی نے کابینہ میں وزراء کی کمی کو فوراً پورا کرنے کے لئے فرمایا۔ یہ کیا ہے؟ وہ کون سی طاقت ہے کہ جو امام خمینی کو اس عظیم سانحہ کے مقابل میں مضبوط و مستحکم پہاڑ کی طرح استوار رکھتی ہے؟ وہ ان کا نفس ہے جسے اطمینان کی حالت حاصل ہے۔

اسی طرح ایران اسلامی میں ایک ہی دن صدر اور وزیر اعظم شہید ہو جاتے ہیں' جب لوگ امام خمینی کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں تو امام سادگی اور اختصار سے فرماتے ہیں۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ" (بقرہ۔۱۵۶) ہم سب خدا کی طرف جانے والے ہیں لیکن شہید رجائی اور شہید باہنر شہادت کے راستے سے اس کی بارگاہ میں ہم سے ذرا جلدی پہنچ گئے ہیں ہم موت سے نہیں ڈرتے' موت سے تو وہ ڈرتے ہیں جو زندگی اور موت میں فرق سمجھتے ہیں ہم تو موت کو سعادت سمجھتے ہیں۔ شہادت تو ہماری آرزو ہے' اس کے برعکس اگر کوئی دوسری حکومت ہوتی تو اس پر کیا گزرتی؟ مثلاً جب مصر میں سادات کو جہنم واصل کیا گیا تو اس ملک میں ایک سال تک مارشل لاء لگا رہا اگرچہ اس کے جنازے میں کارٹر وغیرہ شرکت کے لئے آئے لیکن صرف محدود افراد کو جنازے میں شرکت کی اجازت تھی۔

اسی طرح اسلامی جمہوریہ ایران پر عراق کی طرف سے جنگ مسلط کی گئی تو اس وقت ایران میں کرنل کی سطح سے اوپر مثلاً میجر جنرل یا لیفٹیننٹ جنرل یا جنرل کی سطح کے افسر موجود نہیں تھے۔ فرار ہو گئے تھے' شوٹ کر دیئے گئے یا پھر ریٹائرڈ ہو گئے تھے۔ یہ تھی فوجی پوزیشن اندرونی طور پر منافقین جیسے رجوی گروپ خوفناک خلاف ورزیوں میں مصروف تھا' سرحد پر کرد و بلوچ کا مسئلہ تھا' پوری دنیا کی طرف

Presented by Ziaraat.Com

سے اقتصادی پابندیاں تھیں۔ ان سب مشکلات کے باوجود جب بیرونی دشمن حملہ آور ہوا اور تہران پر بمباری کی گئی۔ صبح کے وقت امام خمینی کا پیغام نشر ہوا کہ فکر مت کریں کچھ بد بخت اور ڈرپوک آگئے تھے جا پتھر جیسی کوئی بڑی چیز پھینک کر یہاں سے بھاگ گئے ہیں۔ ہم صدام کو ایسا پتھر ماریں گے کہ کبھی بھی اپنی جگہ سے نہ اٹھ سکے گا۔ (نعرے، مردہ باد صدام، مردہ باد امریکہ، مردہ باد روسیہ)

اب ذرا آپ بتایئے اگر کوئی دوسری حکومت ہوتی اور ایسے حالات میں اس پر کوئی حملہ آور ہوتا تو کبھی وہ غیر جانبدار تحریک کے رکن ممالک کے پاس نمائندہ بھیجتی اور کبھی امن کمیٹی کی طرف دست گدائی دراز کرتی وغیرہ وغیرہ لیکن جس کا اعتقاد خدا پر ہو اور اس کا ارتباط حضرت ولی عصرؑ کے ساتھ ہو وہ اپنی جگہ پر مطمئن ہوتا ہے وہ کوئی پروا نہیں کرتا۔ وہ اپنے جوانوں سے کہتا ہے کہ اٹھ کھڑے ہو اور دشمن کو اپنی سرزمین سے نکال باہر کرو۔ ایسا کہنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص کا نفس اطمینان کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔ نفس کی چند ایسی حالتوں کو جو اس کے لئے سعادت و کمال شمار ہوتی ہیں اور ایسے صاحب نفس کے لئے خوش بختی اور سعادت مندی ہے۔

نفس امارہ

نفس کی ایسی دو حالتیں جو اس کے صاحب کے لئے تنزل، ہلاکت اور ذلت کا باعث ہیں ان میں سے ایک نفس امارہ ہے یعنی ایسا نفس جو انسان کو بہت زیادہ گناہوں پر ابھارتا ہے اور معصیتوں کا حکم دیتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض انسانوں کے نفوس نیکی اور خیر کی بجائے فقط گناہ اور شر کی طرف راغب ہوتے ہیں کیونکہ ایسے نفوس میں برائیاں راسخ ہو چکی ہوتی ہیں اور اگر یہ انسان بیدار ہونے کے بعد ایسی حالت سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہو تو ضروری ہے کہ یہ انسان ایسے

Presented by Ziaraat.Com

متخصص کی طرف رجوع کرے جو معلمین آسمانی و مصلحین نفس میں سے ہو اور قرآن اور دعاؤں سے جو نسخے انہوں نے پیش کیے ہیں انہیں استعمال کرے تاکہ وہ نفس امارہ کی حالت سے نکل کر دوسری نیک حالت کی طرف پلٹ آئے۔ نفس امارہ ایک بچے کی مانند ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ چھوٹا بچہ ہر چیز کی طرف بھاگتا ہے۔ خواہ خطرناک چیز ہی کیوں نہ ہو' اسے دیکھتے ہی اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیتا ہے۔ نفس امارہ بھی ایسے ہی ہے۔ انسان کو ہر برائی کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ وہ حالت ہے جو بہت بُری ہے۔ ایسا شخص مریض ہے۔

مریض نفس کی علامتیں

جس طرح جسم مریض ہوتا ہے اسی طرح نفس مریض ہوتا ہے۔ جسم کے مریض ہونے کی کیا علامت ہے؟ مثلاً وہ ترش چیز کی طرف رجحان رکھتا ہے' اچھے اور لذیذ کھانے کو پسند نہیں کرتا۔ جب ایسا ہے تو پھر نفس مریض بھی نماز' روزے اور دوسرے اچھے کاموں کی طرف رغبت نہیں رکھتا بلکہ وہ آپ کو سینما اور کلب اور گناہوں کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر آپ کا دل نیک کاموں کی طرف رجحان نہ رکھتا ہو بلکہ اگر آپ نماز کے لیے وضو کرتے ہیں۔ آپ کے لئے دشوار اور سنگین ہوتا ہے۔ روزہ رکھنا اور کار خیر کو انجام دینا آپ کو مشکل نظر آتا ہے تو آپ کو سمجھ لینا چاہئے کہ آپ کا دل مریض ہے۔ اب آپ خود کو آزمایئے کہ اذان صبح کے وقت آپ ایک عاشق کی طرح بستر سے اٹھتے ہیں جو اپنے معشوق کے آنے کی اطلاع پاکر سب چیزوں کو بھول جاتا ہے اور اس کے استقبال کے لئے فوری طور پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ آیا آپ نماز کے استقبال کے لئے اس طرح اٹھ کھڑے ہوتے ہیں یا ایسا کرنا آپ کو ناگوار لگتا ہے؟ اس ناپسندیدہ شخص کی طرح کہ جب وہ آپ کے گھر آئے تو بچے کو کہہ بھیجتے ہیں کہ اسے کہے کہ آپ گھر پر نہیں ہیں۔ پس اگر

Presented by Ziaraat.Com

اللہ اکبر کی آواز سنتے ہی آپ عشق و محبت سے وضو کر کے مسجد یا کسی اور جگہ یا پھر انفرادی طور پر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں تو آپ سمجھ لیں کہ آپ کا دل قلب سلیم ہے' قلب مریض نہیں ہے۔ لیکن اگر اذان کے وقت آپ کا دل کہے کہ تھوڑا اور سو جاؤ ابھی تو بہت وقت باقی ہے یہاں تک کہ آخر وقت آپہنچے تو آپ سمجھ لیں کہ آپ کا دل مریض ہے۔ نفس کی اور کئی حالتیں ہیں لیکن چونکہ بہت دیر ہوگئی ہے لہٰذا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

خلاصہ کلام

خلاصہ گفتگو یہ ہے کہ اگر انسان با مقصد زندگی گزارنا چاہتا ہے تو اسے سب سے پہلے نفس کی معرفت حاصل کرنی چاہئے۔ جب تک انسان اپنے نفس کو نہ پہچانے اور نفس کے حالات سے پوری طرح آگاہ نہ ہو تو وہ کبھی بھی سعادت مند اور خوش بخت نہیں ہو سکتا۔ ہم سب کا مقصد یہ ہے کہ سعادت مند زندگی گزاریں۔ قلب منیب کے ساتھ حضرت ولی عصر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں۔ قلب سلیم کے ساتھ خدا سے ملاقات کریں۔ ہم نفس مطمئنہ و قلب مطمئن کے مرتبہ تک پہنچ جائیں تو ہمیں پہلے ان حالات کو جاننا چاہئے اور پھر ان میں سے نیک حالات کے حصول اور برے حالات و صفات کو اپنے نفسوں سے دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

خدایا محمد وآل محمد علیہم السلام کے صدقے میں ہمیں اپنے نفسوں کی معرفت عطا فرما' پالنے والے محمد وآل محمد علیہم السلام کے وسیلے سے پہلے ہمیں اپنے نفسوں کی کمزوریاں سے آگاہ فرما اور پھر ان کمزوریوں کو برطرف کرنے کی توفیق عنایت فرما' پالنے والے ہمیں اپنے نفس کی غلامی اور اسارت سے آزاد فرما۔ پالنے والے محمد و آل محمد علیہم السلام کے صدقے میں ہمیں قلب مطمئن اور قلب سلیم کے ساتھ

Presented by Ziaraat.Com

قیامت کے دن اپنی بارگاہ میں حاضر فرمانا' خدایا بطفیل محمد وآل محمد علیہم السلام اسلام اور مسلمانوں کو فتح و نصرت عطا فرما' کفر اور اہل کفر کو ذلیل و خوار فرما' پالنے والے دنیا بھر میں جہاں بھی اسلامی تحریکیں چل رہی ہیں ان سب کو کامیابی عطا فرما' پالنے والے جہاں پر بھی قائدین اسلام کلمہ حق کی سر بلندی کے لئے جہاد میں مشغول ہیں ان کو فتح و کامیابی عطا فرما' پالنے والے بالخصوص انقلاب اسلامی ایران کو کامیابی کامل عطا فرما' پالنے والے بوسیلہ محمد وآل محمد علیہم السلام رہبر انقلاب خمینی عزیز کا مبارک سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھ' پالنے والے امام خمینی کے دشمنوں کو ذلیل و خوار فرما' پالنے والے صدام اور صدامیوں کو سرنگوں فرما' پالنے والے افواج اسلام کو فتح نصیب فرما' پالنے والے عراق میں جلد از جلد حکومتِ اہل بیتؑ قائم فرما' پالنے والے محمد وآل محمد علیہم السلام کے صدقے حسینی عاشقوں اور زواروں پر جلد از جلد حرم حسینی کے راستے کھول دے' پالنے والے بطفیل محمد وآل محمد علیہم السلام ہماری جوان نسل کے دلوں میں مذہب' قرآن اور اہل بیتؑ کے عشق و محبت میں اضافہ فرما' پالنے والے بوسیلہ محمد وآل محمد علیہم السلام انہیں اپنے نفسوں کی اصلاح کرنے کی توفیق عنایت فرما' پالنے والے ان کو تعلیمی طور پر ترقی و کامیابی عطا فرما' پالنے والے ان کو دنیا و آخرت میں سرخرو فرما' پالنے والے محمد و آل محمد علیہم السلام کے صدقے ہمارے ان عزیزوں اور مذہبی نوجوانوں نے جس مقصد کے لئے یہ تربیتی کیمپ برپا کیا ہے انہیں اس نیک مقصد میں کامیاب فرما' پالنے والے محمد وآل محمد علیہم السلام کے صدقے ہماری مظلوم قوم جو اس وقت اختلاف اور انتشار کا شکار ہے پر رحم فرما' اور اس کو اتفاق و اتحاد عطا فرما' ہماری قوم کے جو مقاصد ہیں ان مقاصد میں ہمیں جلد از جلد کامیاب فرما۔

صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدْ

موضوع۔ نفس کے حالات۔3

مقام۔ پارا چنار

مناسبت۔ تربیتی ورکشاپ سے خطاب (۱۹۸۴ء)

Presented by Ziaraat.Com

عقل اور تقویٰ کے موضوع پر شہید ؒ کا درس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ تعالیٰ نے جو قوتیں انسان کو عطا کی ہیں ان میں ایک قوہ غضبیہ ہے' ایک قوہ شہویہ ہے۔ جس طرح انسان کے کچھ دشمن ہوتے ہیں کچھ دوست۔ اسی طرح ان غرائز کے بھی کچھ دوست ہیں جو ان کے تکامل میں مدد دیتے ہیں اور کچھ دشمن ہیں جو ان کو پستی و نابودی کی طرف لے جاتے ہیں۔مثلاً آپ ملاحظہ فرمائیں کہ عقل کے تین دشمن ہیں۔

اول۔خواہشات نفسانی اور طمع

دوم۔غرور و خودبینی

سوم۔غصہ

پس جب انسان کو طمع کی کرن نظر آتی ہے وہاں اس کی عقل پھسل جاتی ہے اور کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔اسی طرح خواہشات نفسانی بھی عقل سے حسد کرتی ہیں۔ ایک حدیث میں ہے۔

" عُجْبُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ اَحَدُ حُسَّادِ عَقْلِهِ " (نہج البلاغہ' کلمات قصار ۲۱۲)

جب انسان عجب کرتا ہے اور مغرور ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ ٹھیک ہے تو یہ خود انسان کی عقل کے دشمنوں میں سے ایک ہے۔ اسی طرح آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب انسان غصے میں آتا ہے تو اس کا غصہ اس کی عقل کو زائل کر دیتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

" اَعْدٰی عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِیْ بَيْنَ جَنْبَيْكَ " (بحار الانوار' ج ۷۰' ص ۶۴)

تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا اپنا نفس ہے جو دو پہلوؤں کے درمیان واقع ہے۔

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں جب ہم میں ہزار برائیاں ہیں اور ہزار عیب ہیں ہم اپنی برائیوں کو نہیں دیکھتے لیکن دوسروں کی چھوٹی چھوٹی برائیوں پر نظر رکھتے

Presented by Ziaraat.Com

ہیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ کوئی اگر چھوٹا سا کام کرے تو ہم اس پر انگلیاں اٹھاتے ہیں کہ دیکھو وہ یہ کر رہا ہے حالانکہ اس جیسے عیوب اور برائیاں ہم میں بھی ہیں لیکن یہی برائیاں ہمیں اپنے اندر نظر نہیں آتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے نفس پر بے جا بھروسہ ہے کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں ٹھیک کرتے ہیں۔ یہ عجب اور حُبّ نفس کا نتیجہ ہے اور ہم اس قدر اپنے آپ کو اچھا سمجھتے ہیں کہ اس کی وجہ سے اپنی سب برائیاں بھول جاتے ہیں۔

"حُبُّ الشَّیئِ یُعْمِیْ وَ یُصِمُّ"

یعنی ایک چیز کی محبت میں زیادتی انسان کو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہے۔

عقل اور تقویٰ کی دوستی

جب بھی عقل انسان کو کسی چیز کا حکم دیتی ہے اگر دوسرے غرائز اس کے کنٹرول میں ہوں تو وہ اپنی عقل کی آواز سن کر اس پر عمل کر سکتا ہے لیکن اگر آپ کے اندر موجود مختلف غرائز و خواہشات نفسانی حکم عقل کے خلاف بغاوت کر دیں اور شور مچائیں تو اس حالت میں نہ تو آپ اپنی عقل کی آواز سن سکیں گے اور نہ اس کے حکم پر عمل کر سکیں گے اور خواہشات نفسانی کی پیروی کر کے تباہ ہو جائیں گے۔ شہید مطہری رحمۃ اللہ علیہ اس کی مثال ذکر کرتے ہیں کہ میں یہاں بیٹھا ہوں' آپ سے بات کر رہا ہوں اور آپ میری باتیں سن رہے ہیں' کیوں؟ اس لئے کہ مجلس میں مکمل خاموشی اور سناٹا ہے۔ اس خاموشی کی وجہ سے میری آواز آپ کے کانوں تک پہنچ رہی ہے۔ دوسرے یہ کہ آپ میری شکل دیکھ رہے ہیں' کیوں؟ اس لئے کہ یہاں تاریکی نہیں بلکہ روشنی موجود ہے' ایسے میں اگر آپ یہاں شور مچانا شروع کر دیں اور سب لوگ زور زور سے چیخنے لگیں تب آپ میری آواز نہیں سن سکیں گے اور اگر بجلی چلی جائے اور اندھیرا چھا جائے تب آپ میری

Presented by Ziaraat.Com

شکل بھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ اسی طرح میں بھی شور کی وجہ سے نہ اپنی آواز سن سکوں گا اور نہ اندھیرے کی وجہ سے آپ کو دیکھ سکوں گا۔

اسی طرح ایک طالبعلم جب سکول وکالج سے گھر آتا ہے تو اس کی عقل اسے کہتی ہے کہ مطالعہ کروزحمت کرو چونکہ اگر تم نے امتحان کی تیاری نہ کی تو فیل ہو جاؤ گے۔ تمہاری زندگی تباہ ہو جائے گی۔ایک طرف تو جناب عقل کا یہ آرڈر ہے لیکن اسی وقت انسان کے اندر موجود دوسرے غرائض و خواہشات شور مچاتے ہیں مثلاً قوہ شہویہ اسے کہتی ہے آج فلاں سینما میں بہترین فلم لگی ہے' جاؤ وہ فلم دیکھو' مطالعہ پھر کر لینا۔ دوسری یہ کہتی ہے کہ تھوڑا سا آرام کر لوذرا بستر پر سو جاؤ' تیسری خواہش کہتی ہے کہ فٹ بال کھیلو' کرکٹ کھیلو' اب عقل تو اسے مطالعہ کا حکم دیتی ہے لیکن ان تمام غرائز و خواہشات کی طرف سے آوازیں بلند ہوتی ہیں جس کی وجہ سے عقل کی آواز کمزور پڑ جاتی ہے پھر یہ طالب علم عقل کی آواز درک نہیں کر سکتا اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے ہوئے تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔

اب یہاں تقویٰ کیا کرتا ہے؟ تقویٰ براہ راست عقل کی تقویت نہیں کرتا بلکہ تقویٰ نفس امارہ کو کنٹرول کرتا ہے۔ وہ انسان میں موجود مختلف غرائز و خواہشات کو رام کرتا ہے اور جب نفس امارہ قابو میں آجائے تو عقل کے لئے میدان صاف ہو جاتا ہے۔

پس یہ وہ جگہ ہے کہ عقل وتقویٰ آپس میں دوست ہیں لیکن یہ دوستی براہ راست نہیں چونکہ تقویٰ کی دشمنی خواہشات نفسانی کے ساتھ ہے اور عقل کی دشمنی بھی خواہشات نفسانی کے ساتھ ہے جیسا کہ ہم نے کہا کہ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے' عقل تقویٰ کی دوست ہے اس لئے کہ تقویٰ و عقل دونوں کی دشمنی خواہشات نفسانی کے ساتھ ہے۔ اسی طرح سوال اٹھتا ہے کہ ایمان اسلامی'

Presented by Ziaraat.Com

شام اور لیبیا کا دوست ہے حالانکہ ایران میں اسلامی نظام اور شام و لیبیا میں کوئی اور نظام ہے۔ پھر ان کی آپس میں دوستی کیسے؟ ہم کہتے ہیں کہ شام اور لیبیا، امریکہ کے دشمن ہیں، اسرائیل کے دشمن ہیں، ایران اسلامی بھی امریکہ اور اسرائیل کا دشمن ہے کیونکہ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے اس لئے ایران اسلامی بھی شام اور لیبیا کا دوست ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کہے ہم فلسطینیوں کے دوست ہیں جبکہ ان کے امریکہ کے ساتھ اچھے تعلقات ہوں، یہاں تک کہ امریکہ کی دوستی پر فخر کریں اور پھر یہ بھی کہیں کہ ہم "قدس" کو آزاد کرائیں گے تو یہ جھوٹ ہے۔ اس لئے کہ دشمن کا دشمن دوست ہوتا ہے۔ امریکہ اور اسرائیل فلسطینیوں کے دشمن ہیں۔ اب اگر آپ امریکہ کے ساتھ دوستی کریں تو اس کا معنی یہ ہے کہ آپ فلسطینیوں کے دشمن ہیں۔

تقویٰ اور حکمت عملی

یہاں عقل سے مراد عقل عملی ہے نہ کہ عقل نظری، یعنی حکمت عملی مراد ہے نہ کہ حکمت نظری۔ تقویٰ انسان کی حکمت عملی میں اضافہ کرتا ہے اور اسے نورانیت بخشتا ہے۔ تقویٰ انسان کی روح کو بصیرت عطا کرتا ہے چونکہ جب تقویٰ خواہشات نفسانی پر غلبہ حاصل کرلیتا ہے تو پھر عقل کے لئے فضا نورانی ہو جاتی ہے۔ پھر فضا میں شور و غوغا نہیں۔ انسان عقل کی بات کو اچھی طرح سمجھنے لگتا ہے اور عقل اس کی راہنمائی کرتی ہے کہ کون سا کام اچھا ہے کہ اسے انجام دینا چاہئے اور کون سا فعل بُرا ہے کہ اسے ترک کرنا چاہئے یعنی انسان اچھے بُرے میں تمیز کرنے لگتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ تقویٰ کے اثرات میں سے ایک عقل ہے جو انسان کی رہنما ہے۔ خداوند متعال کا ارشاد ہے کہ

"اگر تم متقی بنو تو خداوند متعال تمہیں فرقان عطا کرے گا"

Presented by Ziaraat.Com

یعنی حق و باطل میں فرق کرنا تمہارے لئے آسان ہو جائے گا اور حکمت عملی میں اضافہ ہو جائے گا' اگر انسان میں حکمت عملی ہو تو وہ کبھی بھی دھوکہ نہیں کھا سکتا' وہ ہلاکت کی جانب نہیں جا سکتا اور اس کا ہر کام مفید ہو گا۔

حدیث پیغمبرؐ

آخر میں ایک حدیث آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوذرؓ سے فرماتے ہیں۔

اے ابوذرؓ میں نے نہیں دیکھا کہ جہنم کی آگ جیسی چیز سے بھاگنے والا شخص سو رہا ہو اور جنت جیسی چیز کا طالب اس کے حصول کی کوشش کرنے کی بجائے سو رہا ہو۔

ہم ہمیشہ یہ دعا کرتے ہیں کہ خدایا ہمیں جہنم کی آگ سے نجات دے۔ ماہ مبارک میں خاص طور پر یہ دعا کرتے ہیں لیکن کیا ہماری وہ حقیقی معنوں میں دعا ہے؟ اگر ہم جہنم سے بھاگنے والے ہوتے تو ہمیشہ بیدار ہوتے۔ سوئے نہ رہتے۔ یعنی معصیت خدا نہ کرتے' حقوق الناس کا خیال کرتے۔ حقوق العباد کو ضائع نہ کرتے۔ حقوق اللہ کو نظر انداز نہ کرتے۔ ہماری معصیت' ہمارے گناہ' خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کا ارتکاب' بیداری نہیں ہے بلکہ غفلت کی نیند ہے۔ یہ جہنم کی آگ کو بھول جانے کی نشانی ہے۔ یہ گناہ غفلت کی نشانی ہے۔ علامہ مجلسیؒ نے ایک مثال دی ہے۔

ایک دفعہ ایک انسان کسی جنگل سے گزر رہا تھا اچانک وہاں ایک مست ہاتھی نمودار ہوا اور اس نے مسافر کا پیچھا شروع کر دیا۔ وہ بیچارا بھاگنے لگا۔ ادھر ادھر اسے کوئی پناہگاہ نظر نہ آئی۔ اس کی نظر ایک کنوئیں پر پڑی وہ اس میں کود گیا۔ انسان کو جان بہت پیاری ہوتی ہے۔ جب وہ کنوئیں میں کودا تو اسے کنوئیں کی دیوار

Presented by Ziaraat.Com

پر ایک پودے کی جڑ نظر آگئی۔اس نے اس جڑ کو پکڑ لیا اور اس کے ساتھ لٹک گیا۔ یہاں اسے کچھ چین نصیب ہوا اور اس نے اوپر سر اٹھا کر دیکھا تو اسے پودے پر بہت ہی شیریں قسم کا پھل لگا ہوا نظر آیا۔ وہ حریص نظروں سے اس پھل کو دیکھنے لگا اور دل ہی دل میں اس پھل کی شرینی سے لطف اندوز ہونے لگا۔ لیکن اسی اثنا میں اس کی نظر اس پودے کی جڑ پر پڑی کہ جس کے سہارے وہ کنوئیں میں لٹک رہا تھا۔اس نے دیکھا کہ اس جڑ کو دو سیاہ و سفید چوہے کاٹ رہے ہیں۔ لیکن وہ پھر پھل کی جانب متوجہ ہو گیا۔تھوڑی دیر بعد اس نے نیچے کنوئیں میں نظر کی تو وہاں ایک اژدھا منہ کھولے اس کا منتظر تھا بجائے اس کے کہ وہ اس اژدھا یا ان دو سفید و سیاہ چوہوں کے بارے میں فکر کرتا وہ پھر پھل کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اور اس کی شرینی سے تصور ہی تصور میں لطف اندوز ہونے لگا۔

اس مثال میں پودے سے مراد انسان کی عمر ہے اور سیاہ و سفید چوہے دن اور رات ہیں جو اس کی عمر کو ختم کر رہے ہیں۔ کنوئیں میں منہ کھولے اژدھا اس کی موت ہے لیکن ہم نہیں سوچتے کہ ہم نے ایک دن مرنا بھی ہے۔پھل سے مراد دنیا کی لذتیں ہیں جن میں ہم غرق ہیں اور شب و روز اپنی موت کو فراموش کیے ہوئے ہم دنیا کی لذتوں اور عیش و عشرت میں مشغول ہیں۔ ہم نہیں سوچتے کہ دو دن بعد یا سال بعد ہماری زندگی کا درخت اکھڑ جائے گا اور ہم اژدھے کے منہ میں چلے جائیں گے۔ اگر ہم جہنم کی آگ سے ڈرتے تو ہم گناہ و معصیت خدا انجام نہ دیتے۔ ہمیں جہنم کو یاد رکھنا چاہیے۔قیامت کے دن کو یاد رکھنا چاہیے۔قیامت کا دن کہ جس کے مراحل بہت سخت ہیں انہیں نہیں بھولنا چاہیے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ جہنم کی آگ سے بھاگنے والا سویا رہے جبکہ آگ اس سے قریب تر ہو رہی ہو یا کوئی جنت جیسی نعمت کا طالب

Presented by Ziaraat.Com

ہو لیکن وہ اس کے حصول میں مشقت و زحمت کرنے کی بجائے سویا رہے۔

اور پھر ہم شیعہ کہ جو اس جنت کے طالب ہیں کہ جو جوار آئمہ اطہار علیہم السلام میں ہو جس میں ہمارے آئمہ علیہم السلام کا سایہ ہمارے سروں پر قائم ہو۔ جہاں انبیاء و آئمہ علیہم السلام کا تقرب ہو اور مقام علیین ہو۔ تقرب الی اللہ ہو تو اس کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا ہم آرام کرتے رہیں۔ ہمارا شیعہ ہونا ہی کافی ہے۔ ہمیں واجبات ادا نہیں کرنے چاہئیں' ہمیں فرائض ادا نہیں کرنے چاہئیں؟ مستحبات انجام نہیں دینے چاہئیں؟ تو پھر ہماری مثال بھی اسی شخص جیسی ہو گی کہ جو کے ۔ ٹو (k-2) کی چوٹی پر جانا چاہتا ہے لیکن بستر پر آرام سے سویا ہوا ہے اور آرزو کر رہا ہے۔ کیا لوگ اس پر ہنسیں گے نہیں؟ یہاں بھی اگر ہم عمل صالح بجا نہ لائیں' رضائے خدا حاصل نہ کریں' ریاضت نہ کریں یا زحمت نہ اٹھائیں۔ پس صرف مسلمان گھرانے میں اور شیعہ گھرانے میں پیدا ہو گئے ہیں تو جنت ہمارا حق ہے' اعلیٰ علیین تک پہنچ جائیں گے' ایسا نہیں ہے کہ واجبات و فرائض کی انجام دہی کے بغیر ہمیں جنت مل جائے۔ یہ تو قوانین الٰہی ہیں' نظام خدا ہے جو ہم پر فرض کیا گیا ہے۔ ہم حیوانوں کی طرح نہیں ہیں۔ انسان کا حیوان پر امتیاز ایک طرح سے یہی قوانین و واجبات ہیں۔ اگر ہمیں بہشت حاصل کرنی ہے تو ہمیں ریاضت کرنی چاہئے۔ جدوجہد کرنی چاہئے۔ اگر صدر اسلام کے مسلمان ابوذرؓ اور سلمانؓ جیسے لوگ آئمہ اطہار علیہم السلام کے خاص صحابی بن گئے ہیں تو یہ سب ان کی ریاضت اور ایمان کی وجہ سے ہے۔ آج بھی جو لوگ یہ مقام حاصل کرتے ہیں تو اسی ریاضت کی وجہ سے ہے۔ یہ مقام مفت نہیں ہے قیمت مانگتا ہے۔ ہمیں بیدار ہونا چاہئے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اگر ہمیں جنت حاصل کرنی ہے تو پھر ہمیں سونا نہیں چاہئے' بیدار ہونا چاہئے' مستحبات و واجبات ادا کرنے چاہئیں' تہجد پڑھنی

Presented by Ziaraat.Com

چاہئے ' روزہ رکھنا چاہئے ' نفس پر قابو رکھنا چاہئے اور نفس کی غلامی سے نجات حاصل کرنی چاہئے۔

خداوند متعال ہم سب کو نفس کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ پروردگارا ! ہم میں جو کمزوریاں ہیں بطفیل محمد وآل محمد علیہم السلام ہمیں ان سے نجات دے۔ ہمیں اپنے عیوب و کمزوریوں سے آگاہی حاصل کرنے کی توفیق عنایت فرما۔آمین

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّد

موضوع۔ عقل اور تقویٰ

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ رمضان المبارک

Presented by Ziaraat.Com

نماز کے موضوع پر قائد شہید " کا درس

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نیت

نماز کا ایک اہم جزو نیت ہے' انسان قربۃً الی اللہ کا قصد کرے یعنی یہ عمل جو میں بجا لا رہا ہوں صرف اور صرف خداوند تعالیٰ کی خوشنودی' اس کے امر کی اطاعت اور اس کی قربت حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اس عمل سے اس کے علاوہ کوئی غرض وابستہ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کہیں کہ کام کرنے کے لئے نیت کی کیا ضرورت ہے؟ جواب میں ہم کہیں گے کہ نیت سے عمل کا رنگ بدل جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ عمل ایک ہو لیکن جب نیت مختلف ہو تو پھر اس کا رنگ بدل جائے گا۔ فرض کریں آپ یہاں بیٹھے ہیں' زید باہر سے آتا ہے' آپ سب اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کا یہ عمل زید کا مذاق اڑانے کے لئے تھا۔ دوسری مرتبہ آپ اسی عمل کو کسی دوسرے کے لئے انجام دیتے ہیں لیکن اس دفعہ آپ سب کا کھڑا ہونا اس دوسرے شخص کے احترام کے لئے ہے اور اس مرتبہ ایک شخص کی تعظیم کی نیت سے اٹھے۔ اسی طرح نماز میں آپ کا بیٹھنا سر کو سجدہ میں رکھنا اور دوبارہ اٹھ کھڑا ہونا کافی نہیں ہے بلکہ اس سے آپ کا مقصد فقط خدا کی اطاعت ہونا چاہئے تاکہ اس سے خوشنودی خدا اور تقرب الی اللہ حاصل ہو۔ اس کے علاوہ نماز کی انجام دہی میں کوئی اور مقصد ہو تو وہ صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔ "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ " (بحار الانوار' ج۷۲' ص۲۱۲) تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ آپ کی نماز صرف اور صرف قربۃً الی اللہ ہونی چاہئے۔

تکبیرۃ الاحرام:

اس کے علاوہ اب جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور اذان و اقامت کہی

Presented by Ziaraat.Com

تو تکبیرۃ الاحرام کہیں گے یعنی قبلہ کی طرف پوری طرح متوجہ ہونے کے بعد ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائیں گے اور اللہ اکبر کہیں گے۔ اللہ اکبر کا لفظی معنی یہ ہے کہ خدا سب سے بڑا ہے۔ ہر اس چیز سے جو انسان تصور کرے۔ "اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اَکْبَرُ مِنْ اَیِّ مُتَصَوَّرٍ" جو بھی تصور کیا جائے خدا اس سے بزرگ ہے۔ خدا کے بزرگ تر ہونے کے بارے میں عرض کروں۔ مثلاً ہم اس مسجد میں بیٹھے ہیں' اس مسجد میں فقط کچھ افراد نماز پڑھ سکتے ہیں' اگر ہم یہاں سے کسی دوسری بڑی مسجد میں جائیں تو کہیں گے کہ یہ مسجد پہلی مسجد سے بڑی ہے۔ اسی طرح اگر کسی تیسری مسجد میں جائیں جو اس دوسری مسجد سے بڑی ہو تو ہم کہیں گے کہ یہ تیسری مسجد دوسری مسجد کی نسبت بڑی ہے اور اسی طرح چوتھی اور پھر پانچویں مسجد۔ ہر مرتبہ بعد والی مسجد پہلے والی مسجد سے بڑی کہلائے گی۔ اس مطلب کو سمجھانے کے لئے ایک اور مثال دیتا ہوں۔ مثلاً ہم اور آپ اس شہر میں رہتے ہیں شاید ہم خیال کریں کہ پشاور بڑا شہر ہے لیکن جب ہم اس کا کراچی سے مقابلہ کریں تو ہم کہیں گے کہ پشاور چھوٹا اور کراچی بڑا شہر ہے۔ کراچی دوسرے بڑے شہر مثلاً ٹوکیو کے مقابلے میں چھوٹا ہے۔ اسی طرح ٹوکیو کو جب پورے کرہ زمین کے مقابلے میں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ٹوکیو تو ساری زمین کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے اور پھر کرہ زمین کا سورج سے موازنہ کرتے ہیں تو پھر ہم کہتے ہیں کہ سورج اکبر ہے۔ اس کے بعد خود سورج کو نظام شمسی کے مقابلے میں دیکھتے ہیں اسی طرح نظام شمسی کو کہکشاں کے مقابلے میں اور پھر کہکشاں کو دوسری کہکشاؤں کے مقابلے میں۔ یعنی آپ جتنا بھی آگے بڑھتے جائیں بڑی سے بڑی چیز سے آشنا ہوتے جائیں گے۔ جس کو ہم بڑا کہتے ہیں وہ دوسری چیز اس سے بڑی ہو گی۔ یہاں تک کہ ہماری سمجھ ہماری فکر ونظر اس بڑائی کو سمجھنے سے قاصر ہو جاتی ہے۔ پس جب آپ نے یہ جان لیا تو ہم کہیں گے کہ اللہ اکبر یعنی خدا بزرگ تر

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ آپ جتنا بھی غور و خوض کر لیں خدا سے بڑی چیز تصور نہیں ہو سکتی بلکہ ہر چیز اس کے مقابلے میں حقیر ہے۔ جب ایسا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ جس صاحب سے ہماری جان پہچان ہے جب وہ اپنے افسر کے پاس جاتا ہے تو اس کی زبان گنگ ہو جاتی ہے چونکہ وہ افسر کے مقابلے میں اپنے آپ کو چھوٹا اور حقیر سمجھتا ہے اور خود افسر کو بزرگ جانتا ہے اور اس کی عظمت کے مقابلے میں اپنے آپ کو حقیر و ذلیل خیال کرتا ہے تو جو شخص نماز میں کہتا ہے اللہ اکبر یعنی خدا سب سے بڑا ہے تو اس صورت میں انسان جس چیز کے مقابلے میں قرار پائے اس سے متاثر نہیں ہو گا۔ اللہ اکبر یعنی امریکہ سپر طاقت نہیں ہے' روس سپر طاقت نہیں ہے' روس اور امریکہ جب کوئی چیلنج دیتے ہیں تو یہ مرد مومن جماران میں بیٹھ کر اس پر ہنستا ہے۔ جب مثلاً ریگن کہتا ہے کہ اگر ہمیں ضرورت پڑے تو ہم خلیج میں بموں سے مداخلت کریں گے تو اللہ اکبر کہنے والے کی آواز آتی ہے کہ اللہ کو ہم نے سب سے بزرگ سمجھا ہے۔ اب یہاں سے دور ہو جا وہ وقت گزر گیا کہ تم یہاں آکر گالف کھیلتے تھے۔ اب تم ہماری مرضی کے محتاج ہو۔ اگر تمہیں یہاں آنا ہے تو ہم سے اجازت لینا پڑے گی۔ جب تک لبنانیوں نے چاہا تم بیروت میں رہے لیکن جب انہوں نے چاہا تمہیں بیروت سے نکال باہر کیا۔

پس جو اللہ اکبر کہتا ہے یعنی جب اللہ سب سے بڑا ہے تو پھر اس کی نظر میں ڈی۔ سی' کرنل اور جنرل کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ جب وہ کہتا ہے اللہ اکبر تو پھر کسی کو کچھ بھی نہیں سمجھتا۔ (حدیث معصومؑ کی رو سے اللہ اکبر کا مطلب ہوتا ہے کہ اللہ اس سے بزرگ و بالاتر ہے کہ اس کی تعریف کی جا سکے۔ ادارہ)

امیر المومنین علیہ السلام مومن اور صاحبان ایمان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"عَظُمَ الْخَالِقُ فِیْ اَنْفُسِهِمْ فَصَغُرَ مَا دُوْنَهُ فِیْ اَعْیُنِهِمْ" (نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۱)

یعنی خالق کی عظمت ان کے دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے اس لئے اس کے ماسوا

Presented by Ziaraat.Com

ہر چیز ان کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے۔ "عَظُمَ الْخَالِقُ فِیْ اَنْفُسِهِمْ" جب ان کے نفسوں اور دلوں میں اللہ کی عظمت کا جلوہ نمایاں ہو جاتا ہے جب وہ دل وجان سے خدا کو اکبر مانتے ہیں "فَصَغُرَ مَا دُوْنَهٗ فِیْ اَعْیُنِهِمْ" تو ان کی نگاہوں میں امریکہ وغیرہ سب چیزیں حقیر ہو جاتی ہیں لہذا تعجب ہے ان مسلمانوں پر جو دن میں پانچ مرتبہ نماز کی نیت سے تکبیرۃ الاحرام کے لئے اللہ اکبر کہتے ہیں اور مستحبات میں تو متعدد بار اسی جملے کی تکرار کرتے ہیں، زبان سے تو اللہ اکبر کہتے ہیں لیکن عملی طور پر امریکہ یا روس کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ ذرا سی بات پر امریکہ یا روس کے سامنے دست گدائی دراز کرتے ہیں لیکن وہ جو اللہ کو سب سے بڑا سمجھتے ہیں پھر وہ خدا کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے اور دوسروں کی چاپلوسی نہیں کرتے۔ جب وہ غیر اللہ کے روبرو ہوتے ہیں تو ان کے سامنے چوزوں کی طرح نہیں بیٹھتے پھر وہ وائٹ ہاؤس یا کریملن جا کی امداد کے حصول کے لئے گدائی نہیں کرتے۔

لیکن تعجب ہے کہ اللہ اکبر کہنے والوں کی نظر میں امریکہ اکبر ہے۔ روس اکبر ہے یا پیسہ اکبر ہے یا اقتدار وکرسی اکبر ہے۔ یہ جھوٹ کہتے ہیں۔ آپ ان کو آزمایئے اگر اللہ کو اکبر سمجھتے ہیں تو پھر کیوں اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کا سہارا لیتے ہیں۔ جب اکبر اللہ ہے جیسا کہ ابھی ہم نے ذکر کیا کہ جب وہ بڑا ہے تو جو بھی اس بڑے کے مقابلے میں آئے گا وہ انسان کو چھوٹا اور حقیر نظر آئے گا۔ پھر ان کی نظر میں یہ کیوں اتنے بڑے ہیں؟ یہاں تک کہ اگر کوئی بات ہو جائے تو یہ اپنے لحاف کے نیچے بھی امریکہ کے خلاف کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً روس کے طیارے آ کر بمباری کر جاتے ہیں اور یہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ جھوٹ بولتے ہیں کہ اللہ اکبر ہے۔ اگر آپ دل سے اللہ اکبر کہتے ہیں تو پھر جب اللہ آپ کے ساتھ ہے تو کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ آج اس کی بہترین مثال اسلامی جمہوریہ

Presented by Ziaraat.Com

ایران ہے کہ تن تنہا میدان میں کھڑا ہے۔ امریکہ ان کا مخالف ہے۔ روس بھی ان کا مخالف ہے اور ان کے پچھو بھی ان کے مخالف ہیں' مگر یہ کس شجاعت' جرأت اور سرفرازی کے ساتھ انہیں چیلنج دے رہے ہیں اور یہ کسی سے نہیں ڈرتے۔ یہ اللہ کو اکبر مانتے ہیں اور اللہ پر توکل کرتے ہیں اور کسی نام نہاد سپر پاور پر اعتماد نہیں کرتے۔ ان کا بھروسہ امریکہ پر ہے نہ روس پر۔ جیسا کہ ان کا نعرہ ہے۔

لَا شَرْقِيَّة وَلَا غَرْبِيَّة جُمْهُورِيَّة إِسْلَامِيَّة

جب انقلاب کے اوائل میں اسلامی جمہوری پارٹی کے دفتر میں بم کا دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں کئی ارکان پارلیمنٹ اور اس وقت کے چیف جسٹس ڈاکٹر بہشتی شہید ہو گئے۔ آقائے ہاشمی رفسنجانی اور دیگر افراد بتاتے ہیں کہ اس حادثے کی اطلاع دینے کے لئے جب ہم امام خمینی کی خدمت میں جا رہے تھے تو ہم سب حیران اور پریشان تھے کہ اس پیر جماران اور اس محسن جماران کو ہم کس طرح آگاہ کریں گے لیکن انہیں پہلے سے پتہ چل گیا تھا۔ چنانچہ جب ہم ان کی خدمت میں پہنچے تو انہوں نے ہمارے اندر ایک نئی روح ڈال دی۔ ان کی گفتگو سے ہمارے بے جان جسموں میں زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے فرمایا یہ کوئی بڑا واقعہ نہیں ہے۔ صدر اسلام میں اس سے بڑھ کر واقعات رونما ہوئے تھے۔ اس سے کہیں زیادہ بھاری مصیبتیں مسلمانوں پر آن پڑی تھیں۔ آپ کو ذرا بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج اگر بہشتی نہیں ہے یا کوئی اور نہیں ہے' ہمارا خدا تو ہے' خدا تو موجود ہے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ جنگ احد میں پیش آیا تھا۔ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی حضرت سعدؓ زخمیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ جب آنحضرتؐ کو اس کی اطلاع ملی تو آپؐ نے کسی کو حضرت سعدؓ کا پتہ لگانے بھیجا کہ اس کی حالت کیسی ہے۔ وہ شخص زخمیوں میں حضرت سعدؓ کو تلاش کرتا ہے۔ جب وہ حضرت سعدؓ تک پہنچا

Presented by Ziaraat.Com

ہے تو ان میں کچھ جان باقی تھی۔ اس شخص نے سعدؓ سے کہا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی مزاج پرسی کر رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ وسلامت ہیں۔ کہا ہاں! جواب دیا الحمد للہ' مزید کہا کہ "آپ لوگوں کو نہیں گھبرانا چاہئے بالفرض اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو جاتے اور ہمارے درمیان موجود نہ ہوتے لیکن ان کا خدا تو موجود تھا اور ہے ۔وہ خدا جس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے لئے مبعوث کیا وہ تو حاضر ہے۔ پس تمہیں کسی قسم کی مایوسی اور ناامیدی نہیں ہونی چاہئے۔ تمہیں اپنے مشن کا خیال رکھنا چاہئے۔ تمہیں ہر وقت پرچم اسلام بلند رکھنا چاہئے۔"

پس وہ لوگ جو اللہ اکبر کہتے ہیں وہ پھر کسی چیز سے نہیں گھبراتے۔اب جب ہم اللہ اکبر کہتے ہیں تو ہماری توجہ صرف اور صرف خدا کی طرف ہونی چاہئے۔ اگر کوئی زبان سے تو اللہ اکبر کہے لیکن اس کا دل اس طرف متوجہ نہ ہو تو اس بارے میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"اِذَا اسْتَقْبَلْتَ الْقِبْلَۃَ اَعْرِضْ دُنْیَا وَمَا فِیْھَا...... فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِذَا اطَّلَعَ عَلٰی قَلْبِ الْعَبْدِ یُکَبِّرُ وَ فِیْ قَلْبِہٖ عَارِضٌ عَنْ حَقِیْقَۃِ تَکْبِیْرِہٖ قَالَ یَا کَذَّابُ اَتُخَادِعُنِیْ"

یعنی جب تم نے قبلہ کی طرف رخ کر لیا تو دنیا اور جو کچھ دنیا سے تعلق رکھتا ہے' اسے بھول جاؤ کیونکہ جب اللہ تعالی بندے کے دل سے آگاہ ہوتا ہے کہ اس نے تکبیر کہی ہے لیکن تکبیر کی حقیقت سے غافل ہے یعنی وہ زبان سے تو اللہ اکبر کہتا ہے لیکن اس کے دل میں ایسی بات ہے جو اسے تکبیر سے منحرف کرتی ہے یعنی دنیاوی تصورات اس کے دل میں ہیں تو خدا فرماتا ہے۔ اے کاذب' اے جھوٹے کیا مجھے دھوکہ دیتے ہو اور مجھے فریب دیتے ہو۔ "عِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ" مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم "لَاُحَرِّمَنَّہٗ حَلَاوَۃَ ذِکْرِیْ" میں اپنے ذکر کی حلاوت'

Presented by Ziaraat.Com

مٹھاس اور لذت سے محروم کروں گا۔ "وَلَاَحْجُبَنَّكَ عَنْ قُرْبِىْ" اور تم کو اپنے قرب سے محروم اور دور رکھوں گا اور تم میرا قرب حاصل نہ کر سکو گے۔ "وَالْمَسَارَةُ الْمُنَاجَاتِىْ" (بحار الانوار' ج ۸۴' ص ۲۳۰) اور میری مناجات کی خوشی سے محروم ہو جاؤ گے۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان اللہ اکبر کہتا ہے تو اس کا دل خدا کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ خدا کے علاوہ سب چیزوں کو بھول جانا چاہئے۔ دنیا اور مافیہا کو فراموش کر دینا چاہئے۔

اب جب بندہ تکبیر کہہ لیتا ہے تو "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم" پڑھتا ہے۔ یعنی میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے' وہ اللہ جو رحمان اور رحیم ہے۔ چونکہ حدیث میں آیا ہے کہ انسان جو کام بھی شروع کرے اسے بسم اللہ سے آغاز کرے اور جو کام بسم اللہ سے شروع نہ ہو وہ پایہ تکمیل تک نہیں پہنچتا۔

"كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ يُبْدَءْ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَبْتَرُ" (کنز العمال' ۲۴۹۱)

جو کام بھی بِسْمِ اللّٰهِ کے بغیر شروع کیا جائے وہ ابتر' بریدہ اور نامکمل رہے گا اور اپنے انجام کو نہیں پہنچے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو بھی کوئی کام کرتا ہے وہ اس پر ایک نشان یا مارک لگاتا ہے۔ اسی طرح مومن جو کام کرنا چاہتا ہے' چاہئے کہ اس پر خدائی رنگ چڑھائے وہ ان کلمات کے ذریعے اپنے کام پر مارک الٰہی لگائے۔ یعنی خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس کی ابتداء کرے۔

یہ "بِسْمِ اللّٰهِ" سورہ الحمد کا جز ہے اگرچہ ہمارے اہلسنت والجماعت بھائی اسے سورہ کا جز نہیں سمجھتے۔ لیکن ہم اہل بیت علیہم السلام کے ماننے والے بِسْمِ اللّٰهِ کو سورہ کا جز سمجھتے ہیں۔ (اسی طرح ہر سورہ کی بِسْمِ اللّٰهِ اس کا جز ہے۔ ادارہ)

اب جب آپ چاہتے ہیں کہ اس کام پر خدائی مارک یا رنگ لگ جائے تو آپ

Presented by Ziaraat.Com

کے لئے ضروری ہے کہ اس کام کو بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کے ساتھ شروع کریں۔ بعض جگہوں پر "بِسْمِ اللّٰہِ" پڑھنا واجب ہے۔ آپ اگر کسی حلال جانور کو ذبح کرنا چاہتے ہیں تو آپ پر واجب ہے کہ ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اس پر پڑھیں۔ اگر آپ نے بِسْمِ اللّٰہِ نہیں کہا اور ذبح کر دیا تو وہ حیوان مردار ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ۔ یعنی میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ کونسا اللہ ، اللہ کے نام تو بہت زیادہ ہیں لیکن یہاں پر دو نام لائے گئے ہیں۔ ایک رحمٰن دوسرا رحیم۔ ان دو ناموں میں کئی لحاظ سے فرق ہے۔ ایک فرق یہ ہے کہ رحمٰن کا نام خدا کے ساتھ مخصوص ہے۔ خدا کے علاوہ اور کسی کے لئے استعمال نہیں ہوتا۔ جبکہ رحیم خدا کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ رحمٰن کے لئے ہم متعلق نہیں لا سکتے ۔ یعنی ہم " رحمٰن فی فلان " (یعنی فلاں چیز میں رحمٰن ہے) نہیں کہہ سکتے۔ جبکہ رحیم کے لئے ہم ایسا کہہ سکتے ہیں۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ کہ رحمٰن جو رحمت سے لیا گیا ہے یہ عمومی ہے۔ اس رحمت میں کافر بھی شامل ہے اور مومن بھی۔ رحیم بھی اگرچہ رحمت سے لیا گیا ہے لیکن یہ رحمت صرف مومنین کے لئے مخصوص ہے۔ ایک اور نکتہ یہ ہے کہ رحمٰن صرف اس دنیا میں انسانوں پر رحمت کرتا ہے لیکن رحیم دنیا میں بھی مومنین پر رحمت کرتا ہے اور آخرت میں بھی۔ اس کی مزید تفصیل بیان نہیں کرتا ' اتنا کافی ہے۔

خوب! جب ایک مسلمان بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کہتا ہے یعنی میں اس خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو رحمٰن ہے یعنی جس نے ابتداء میں اپنی مخلوقات پر فیض کیا ' اس کی تعلیم و تربیت کے لئے انبیاء مبعوث کئے۔ پس جب وہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کہتا ہے تو اسے بھی اسی طرح دوسرے مسلمانوں کی راہنمائی

Presented by Ziaraat.Com

اور تعلیم و تربیت کے لئے کوشش کرنا چاہئے اور جب ایک مسلمان پانچ وقت میں خدا کو رحیم کی صفت سے یاد کرتا ہے جبکہ خدا تو وہ ہے کہ جس نے پوری کائنات کو خلق کیا اور بغیر کسی طمع و توقع کے بندوں پر احسان کیا ہے اور ہمیشہ احسان کرتا ہے لہٰذا مسلمان کو چاہئے کہ وہ بھی جو کام کرے خدا کے لئے کرے اور کسی سے کوئی توقع اور طمع نہ رکھے۔ جیسا کہ اہل بیت علیہم السلام کی مثال ہمارے سامنے ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا" (دہر۔۹)

یعنی ہم جو تم اسیروں' یتیموں اور فقیروں کو کھانا کھلاتے ہیں' ہم تم سے کسی قسم کی جزا' بدلہ اور شکریہ نہیں چاہتے بلکہ ہم یہ اطعام صرف اور صرف خدا کے لئے کرتے ہیں لہٰذا ایک مومن اگر وہ چاہتا ہے کہ اس کے اعمال کا رنگ الٰہی ہو اور اس کے اعمال پر الٰہی مارک لگا ہوا ہو تو اس کے کاموں میں بھی اسی طرح رحمت اور نرمی ہونی چاہئے اور وہ جو بھی کام کرے خدا کے لئے کرے۔ کسی دنیاوی لالچ کے لئے نہ کرے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ بعض اوقات ایک چیز پاکستان میں بنی ہے لیکن اس پر مارک جاپان کا لگا ہوتا ہے لیکن ہمیں تو ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ مثلاً جب ہم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتے ہیں ہم مارک تو خدا کا لگاتے ہیں لیکن اگر دل میں کوئی اور چیز ہو یعنی دنیا ہو' شیطان ہو' یا ریاکاری پوشیدہ ہو تو یہ بات درست نہیں ہے۔

اگر آپ غیر اللہ کے لئے کوئی کام انجام دیں اب لوگ آپ کو کہیں گے کہ تو بڑا مذہبی آدمی ہے۔یہ تقریر بھی کرتا ہے۔"نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى" اور "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" بھی کہتا ہے'یہ تو بڑا اچھا بندہ ہے کیونکہ یہ تو بڑی اچھی قرات سے بہترین نماز پڑھتا ہے یعنی ظاہراً آپ یہ اظہار کریں کہ میں خدا کے لئے کر رہا ہوں لیکن آپ کا دلی مقصد ریاکاری ہو یا دوسری اغراض ہوں۔ تو اسے دھوکا

Presented by Ziaraat.Com

کہتے ہیں اسے فریب کا نام دیتے ہیں۔

پس آپ کا مارک یوں ہو کہ آپ کا کام صرف اور صرف خدا کے لئے ہونا چاہئے نہ اس کے غیر کے لئے۔ جب آپ خدا کو رحمٰن اور رحیم کی صفت سے یاد کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اس خدا کے نام سے اپنے سب کام شروع کرتا ہوں جو رحمٰن اور رحیم ہے یعنی میں کبھی اپنے دل میں بغض و کینہ نہیں رکھتا' میں ظلم نہیں کرتا' میرا دل کرم و رحمت سے بھرا ہوا ہے۔ جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

" وَاللّٰهِ لَوْ اُعْطِيْتُ الْاَقَالِيْمَ السَّبْعَةَ بِمَا تَحْتَ اَفْلَاكِهَا "

خدا کی قسم اگر سات اقلیم ان چیزوں سمیت جو آسمانوں کے نیچے ہیں مجھے دے دیئے جائیں اور اس کے مقابلے میں مجھ سے خدا کی معصیت کا مطالبہ کیا جائے۔

"عَلٰی اَنْ اَعْصِیَ اللّٰهَ فِیْ نَمْلَةٍ اَسْلُبُهَا جُلْبَ شَعِیْرَةٍ مَا فَعَلْتُهُ"

(نہج البلاغہ' خطبہ۲۲۱)

کہ میں ایک چیونٹی کے بارے میں معصیت خدا کروں یعنی اس کے منہ سے جو کا ایک چھلکا چھین لوں تو میں ایسا کبھی بھی نہیں کروں گا۔

یہ سات آسمان اور زمین اور یہ پر رونق دنیا علی علیہ السلام کے حوالے کی جائے کہ وہ ایک چیونٹی کے منہ سے ظلم کے ساتھ ایک چھلکا چھین لیں تو مولاؑ فرماتے ہیں کہ میں یہ ظلم نہیں کروں گا۔

آقایان عزیز! جب ہم اور آپ ایسے خدا کو مانتے ہیں جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اسی طرح ہمارا اور آپ کا امام و پیشوا وہ ہے جو یہ فرماتا ہے کہ اگر سات آسمان و زمین مجھے دے دیئے جائیں کہ میں ایک چیونٹی کے ساتھ ظلم کروں اور اس سے ایک چھلکا چھین لوں تو میں ہرگز یہ ظلم نہیں کروں گا۔ پھر آپ اور ہم کیوں ظلم کرتے ہیں؟ پھر کیوں ہم اور آپ مفت میں جہنم جاتے ہیں؟ پھر کیوں ہم جہنم کو

Presented by Ziaraat.Com

خریدتے ہیں؟ ویسے کوئی جہنم نہیں دیتا ہم پیسوں سے اسے خریدتے ہیں۔ جب ہم نماز میں اللہ کو رحمٰن اور رحیم کی صفات سے یاد کرتے ہیں تو پھر ہمیں بھی ظلم و تعدی سے بغض و کینہ سے اور دوسری ایسی چیزوں سے اجتناب کرنا چاہیے۔

محترم سامعین! میں صرف آپ مومنین سے کہتا ہوں جو پشاور میں رہتے ہیں، میں اور کسی سے نہیں کہتا۔ آپ کے دل میں رحمت ہونی چاہیے۔ نفاق نہیں ہونا چاہیے۔ آپ دل سے کسی کو برا نہ سمجھیں۔ اگر کوئی آپ کی مخالفت کرتا ہے تو آپ سختی نہ کریں۔ آپ پیار و محبت کے ساتھ انسانیت کے طریقوں اور اہل بیتؑ کے اخلاق حسنہ کے ساتھ اس سے پیش آئیں۔ اگر آپ اہل بیتؑ کے اخلاق کے مطابق اس سے پیش آئیں گے تو وہ پچھتائے گا اور بے زبان ہو جائے گا۔

کیا آپ نے نہیں سنا کہ ایک شخص امام سجاد علیہ السلام کی خدمت میں آتا ہے اور آپ کو گالیاں دیتا ہے اور برا بھلا کہتا ہے۔ امام علیہ السلام کے اصحاب کہنے لگے کہ مولاً آپ ہمیں اجازت دیں ہم اسے سبق سکھاتے ہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو۔ جب آپؑ گھر تشریف لے گئے تو اپنے غلام سے کہا کہ آؤ اس شخص کے گھر چلتے ہیں۔ جب اس شخص نے دیکھا امام علیہ السلام اس کے گھر کی طرف تشریف لا رہے ہیں تو وہ ڈر گیا کہ اب امام علیہ السلام بدلہ لینے کے لئے آرہے ہیں۔ وہ اپنی صفائی پیش کرنے لگا اور ادھر ادھر کی مارنے لگ گیا۔ امام علیہ السلام نے پہلے اسے سلام کیا اور پھر اس سے پوچھا کہ تمہاری کتنی آمدنی ہے؟ فصل وغیرہ تو خراب نہیں ہوئی؟ یعنی اس کا حال و احوال پوچھا۔ اس کے بعد امام علیہ السلام نے اسے کہا یہ جو کچھ تم نے میرے متعلق کہا ہے اگر یہ مجھ میں واقعا ہے تو خدا مجھے معاف فرمائے اور اگر مجھ میں نہیں ہے تو پھر خدا تمہیں معاف کرے۔ جب اس نے یہ سنا تو امامؑ کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا۔

"اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ" (انعام۔۱۲۴)

Presented by Ziaraat.Com

اللہ بہتر جانتا ہے کہ رسالت (و امامت) کو کہاں قرار دے۔

پس انسان اگر اخلاق حسنہ سے پیش آئے تو اس کا اثر اچھا اور بہتر ہوگا۔ آپ آپس میں یہی طریقہ اختیار کریں کیونکہ ہم سب مومن ہیں۔ پانچ منٹ یا پانچ دن یا پانچ مہینوں کے لئے آپس میں خفا تو ہو سکتے ہیں لیکن ہمیشہ کے لئے نہیں ہو سکتے کیونکہ ہمارا آپس میں ولایت کا رشتہ ہے نہ وہ اس سے خارج ہیں اور نہ ہم۔ اگر کوئی دوسرا ہمیں گالیاں دے اور برا بھلا کہے تو ہمیں گالیاں اور برا بھلا نہیں کہنا چاہئے۔ آپ دوسروں سے اچھے اخلاق سے پیش آئیں آپس میں نفاق نہ رکھیں کیونکہ سب مومنین ید واحدہ ہیں یعنی ایک ہیں آپ ان سے عزت کے ساتھ پیش آئیں۔ ان کے جتنے بھی حقوق ہیں انہیں ادا کریں اور سب کے ساتھ مساوی سلوک کریں۔ ان کے ساتھ سختی سے پیش نہ آئیں۔ لیکن یہ اس وقت ممکن ہے جب آپ اپنے احساسات و جذبات سے کام نہ لیں بلکہ اخلاق امام حسین علیہ السلام اور امام صادق ؑ کو اپنائیں۔ اس میں زیادہ اثر ہوگا۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ

موضوع۔ اجزائے نماز

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ مبارک رمضان

Presented by Ziaraat.Com

روزہ اور ماہ رمضان کے موضوع پر قائد شہیدؒ

کا پہلا خطاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ۔۱۸۳)

چونکہ ماہ رمضان المبارک عبادت' تربیت اور مناجات کا مہینہ ہے لہٰذا ہمیں چاہئے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں اور روزے کی معنویات اور جس مقصد کے لئے روزہ ہم پر فرض کیا گیا ہے' اس مقصد کے حصول کے لئے کوشش کریں۔ اس آیہ شریفہ میں یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ تم پر روزہ اس لئے واجب کیا گیا ہے تاکہ تم متقی اور پرہیز گار بنو۔ "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"

جب ماہ رمضان کی آمد آمد ہو تو ہم گھبراتے ہیں اور پہلے سے پوچھتے ہیں کہ رمضان میں کتنے دن باقی ہیں اور جب ماہ رمضان شروع ہو جاتا ہے تو اس فکر میں پڑ جاتے ہیں کہ کتنے دن ماہ رمضان کے باقی ہیں۔کب ماہ رمضان کا اختتام ہو گا۔

یہ ساری چیزیں اس بات کی دلیل ہیں کہ ہم ماہ رمضان کو پسند نہیں کرتے' دوست نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ اگر ہم رمضان المبارک کو پسند کرتے تو اس سے کترا کر نہ گزر جاتے۔ جس طرح اگر آپ کا کوئی عزیز دوست بیرون ملک مقیم ہو اور وہ آنے والا ہو تو آپ اس کے آنے کے لئے مضطرب ہوں گے اور اس کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے۔ لیکن اگر آپ اس کے آنے سے متنفر ہیں یا آپ اسے پسند نہیں کرتے تو ہرگز اس کے لئے مضطرب یا پریشان نہیں ہوں گے۔اسی طرح اگر ہم ماہ مبارک کے آنے کے لئے واقعاً منتظر ہیں کہ کب آئے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم رمضان المبارک کو پسند کرتے ہیں۔لیکن اگر ہم پوچھتے ہیں کہ آج کسی نے چاند تو نہیں دیکھا' ریڈیو نے بھی اعلان نہیں کیا تو ہم خوش ہو

Presented by Ziaraat.Com

جاتے ہیں، اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم ماہ مبارک کو پسند نہیں کرتے۔

دوسری علامت یہ ہے کہ جب وہ دوست آپ کے پاس آتا ہے اور آپ اسے اپنے پاس رکھنے پر خوش ہوتے رہتے ہیں لیکن اگر آپ اس انتظار میں ہیں کہ یہ دوست کب جائے گا آپ مختلف قسم کے بہانے بناتے ہیں۔ ہر وقت اس سے پوچھتے ہیں کہ آپ کب جائیں گے؟ تا کہ آپ کا ٹکٹ OK کروائیں تو وہ بندہ خدا سمجھے گا کہ میرے یہاں رہنے سے ان کو دکھ ہوتا ہے اور مجھے یہ پسند نہیں کرتے۔ اگر ہم بھی ہمیشہ ایک دوسرے سے یہ پوچھتے رہیں کہ عید میں کتنے دن باقی ہیں، کب ماہ رمضان ختم ہوگا، تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہم ماہ رمضان المبارک کو پسند نہیں کرتے اور ہمیں اس سے کوئی محبت نہیں ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ہمیں اس سے محبت کیوں نہیں ہے؟ فرض کریں ایک آدمی سے آپ نفرت کرتے ہیں تو یقیناً اس میں کوئی ایسی بات ہو گی کہ جس سے آپ متنفر ہیں اور ایک شخص جس سے آپ محبت کرتے ہیں، اسے پسند کرتے ہیں تو یقیناً اس میں کوئی مثبت نکتہ موجود ہے، جس کی وجہ سے وہ آپ کو پسند ہے اور آپ اس کے دوست ہیں۔ یہاں ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ماہ مبارک رمضان میں کیا خامی ہے اور کیا برائی ہے کہ جس کی وجہ سے ہم اس سے نفرت کرتے ہیں یا اس میں کیا خوبی ہے کہ جس کی وجہ سے خدا کے خاص بندے اس سے محبت کرتے ہیں۔ ہم اگر ماہ مبارک کو پہچان لیں اور یہ سمجھ جائیں کہ اس میں کسی قسم کی خامی نہیں ہے بلکہ اس میں خدا کی طرف سے تمام برکتیں، خوبیاں، رحمتیں اور تمام مثبت نکات موجود ہیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس سے نفرت کریں۔ ہمارے انداز نفرت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے رمضان کو پہچانا ہی نہیں ہے۔ اس لئے ہم اس سے نفرت کرتے اور ڈرتے ہیں۔ ہم نے اس مبارک ماہ کی معرفت حاصل نہیں کی اور اس کی خوبیاں اور برکات کو درک نہیں کیا۔ اس لئے ہم اس

Presented by Ziaraat.Com

انتظار میں ہیں کہ یہ ماہ گزر جائے۔ اگر ہم صحیح معنوں میں معرفت حاصل کر لیں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس سے نفرت کریں۔ ہم یہ جو کہتے ہیں کہ خدا سے ڈرتے ہیں' ہمیں خدا سے نہیں ڈرنا چاہئے کیونکہ جب ہم خدا کا نام لیتے ہیں۔" بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ "یعنی ہم خدا کو ہمیشہ سے رحمان اور رحیم کی صفت سے یاد کرتے ہیں۔ خدا رؤف و رحیم ہے' خدا کریم ہے۔ پس ہم کیوں ڈرتے ہیں۔ پھر ہمیں ڈرنا نہیں چاہئے۔ مومن خدا سے جو ڈرتا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ مومن اس بات سے ڈرتا ہے کہ آیا خدا نے جو اس کی ڈیوٹی اور وظیفہ معین کیا ہے وہ اسے انجام دے رہا ہے یا نہیں؟ فرض کریں جس طرح آپ کی آپ کے کسی آفیسر نے کوئی ڈیوٹی لگائی ہے۔ اب آپ اس آفیسر سے ڈرتے ہیں۔ نہ اس لئے کہ وہ برا اور خطرناک آدمی ہے بلکہ اس لئے کہ آپ کو یہ خطرہ ہے کہ اگر آپ نے اپنی ڈیوٹی کو بطریق احسن انجام نہ دیا تو آپ کی انکوائری ہو گی اور آپ کو سزا ملے گی۔

پس درحقیقت آپ اپنے وظیفے کے انجام نہ دینے کی وجہ سے ڈر رہے ہیں۔ ہم جو خدا سے ڈرتے ہیں وہ نہ اس وجہ سے کہ خدا معاذ اللہ کیا ہے؟ نہیں! ایسا نہیں ہے۔ خدا رحیم و رؤف اور کریم ہے۔ ہم ڈرتے اس لئے ہیں کہ ہم مکلف ہیں۔ ہمارا دنیا میں آنے کا ایک مقصد ہے۔ خدا نے ہمارے لئے کچھ چیزیں واجب اور کچھ چیزیں حرام کی ہیں۔ آیا دس' بیس' تیس' چالیس' یا پچاس ساٹھ یا ستر سالوں میں یا ہر گھنٹے یا ہر روز ہم اپنے وظیفے کو بطور اکمل یا احسن انجام دے رہے ہیں۔ پس حقیقت میں ہمیں اپنے نفس اور اپنے وظیفے کو انجام دینے کی وجہ سے ڈر ہے۔

پس ماہ رمضان سے ڈرنا نہیں چاہئے بلکہ صحیح معنوں میں اس کی معرفت اور برکات کو سمجھنا چاہئے۔ جب ہمیں معرفت حاصل ہو گی اور ہم اسے درک کر لیں

Presented by Ziaraat.Com

گے تو پھر ہم اس کے عاشق ہو جائیں گے اور جس طرح خدا کے بندگان خاص استقبال رمضان کے لئے روزہ رکھتے تھے۔ اگر آپ کا عزیز دوست آتا ہے تو آپ اس کے استقبال کے لئے آمادگی کرتے ہیں اور اس کے لئے پتہ نہیں کیا کیا کرتے ہیں، اسی طرح ہم اگر رمضان کے عاشق ہو گئے تو جس طرح بندگان خاص خدا دو مہینے پہلے سے رمضان کے استقبال کے لئے پورا ماہ رجب و شعبان کا روزہ رکھتے تھے تا کہ ماہ مبارک رمضان کا اس کے حسب شان استقبال کر سکیں کیونکہ ہر چیز کا استقبال اس کی شان کے مطابق کیا جاتا ہے مثلاً گرمیوں کا موسم آتا ہے تو ہم کولر یا پنکھے سے گرمیوں کا استقبال کرتے ہیں یا پھر زمیندار آدمی ہے وہ چاہتا ہے کہ فصل کی کٹائی کرے لہذا وہ درانتی تیار کرتا ہے یا دوسری ضروریات مہیا کرتا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بندہ خدا کسی چیز کا استقبال کر رہا ہے۔ یوں گھر میں بیٹھا نہیں ہے یا اسی طرح آپ کا عزیز دوست آتا ہے آپ گھر کی صفائی کرتے ہیں یا جیسے ہمارے گاؤں میں حاجیوں کے استقبال کے لئے چونا کرتے ہیں۔ گھر کے دروازے کے باہر کاغذ لگاتے ہیں اور دیواروں پر لکھتے ہیں' حاجی صاحب حج مبارک! اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھر والے کسی کے منتظر ہیں۔ ہم اور آپ بھی اگر ماہ رمضان کا استقبال کر رہے ہیں تو روزے سے کرنا چاہئے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ

موضوع۔ روزہ اور ماہ رمضان المبارک

مقام۔ پشاور

مناسب۔ ماہ مبارک رمضان

Presented by Ziaraat.Com

روزہ اور ماہ رمضان کے موضوع پر قائد شہید ؒ

کا دوسرا خطاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ۔۱۸۳)

عرض کر رہا تھا کہ ہم روزے سے کیوں ڈرتے ہیں؟ اس لئے کہ ہمارے ذہنوں میں روزے کا جو تصور اور شناخت ہے وہ واقعا' ایک ڈرانے والی چیز ہے' جبکہ روزے کی حقیقت اور واقعیت کچھ اور ہے۔ میں ایک مثال نماز کے بارے میں دیا کرتا ہوں۔ آج وہی مثال روزے کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ آپ سے کوئی پوچھتا ہے کہ آپ اپنے محبوب کا ذرا تعارف کروائیں اور اس کے محاسن بتائیں۔ آپ تعارف کروانا شروع کرتے ہیں۔ یہ تعارف دو قسم کا ہو سکتا ہے۔ کبھی آپ ایک قسم کا تعارف کرواتے ہیں اور کبھی دوسری قسم کا۔ پہلی مرتبہ آپ یوں تعارف کرواتے ہیں مثلاً اس میں اتنے کلو گوشت ہے' اتنی ہڈیاں ہیں' اتنے لیٹر خون ہے تو سامنے والا گھبرا جائے گا اور متنفر ہو کر کہے گا کہ چھوڑو بابا! تم کس چیز کے عاشق بن گئے ہو۔ دوسری مرتبہ آپ اپنے محبوب کا یوں تعارف کرواتے ہیں کہ میرے محبوب کا قد مثل فلاں درخت' اس کی آنکھیں مثل فلاں چیز' اس کے دانت ایسے' جب آپ اس قسم کا تعارف کروائیں گے تو یہ شخص نادیدہ آپ کے محبوب کا عاشق بن جائے گا۔ یہ ایک سادہ سی مثال ہے کوئی غیر مسلم اگر آتا ہے اور سوال کرتا ہے کہ یہ جو تم روزہ رکھتے ہو بتاؤ روزہ ہے کیا؟ ہم روزے کا دو طرح سے تعارف کروا سکتے ہیں۔ ایک دفعہ روزے کی ظاہری صورت مثلاً ہم سحر سے لے کر شام تک مبطلات روزہ کو ترک کرتے ہیں۔ مثلاً کھانا پینا' چونکہ ہر انسان کھانے پینے سے محبت کرتا ہے۔ لہذا اگر آپ یوں تعارف کرائیں گے خصوصاً اگر سامنے والا

Presented by Ziaraat.Com

تھوڑا شکم پرست ہو تو وہ کہے گا یار یہ کیا ہے؟ وہ تو متنفر ہو جائے گا۔ ہمارے ذہنوں میں روزے کا یہ تعارف ہے فقط کھانا پینا ترک کرنا وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے گاؤں میں ایک آدمی تھا جو روزہ نہیں رکھتا تھا۔ جب کسی نے اسے کہا کہ بابا! تم روزہ رکھو تو وہ کہنے لگا جو لوگ یہ قسم کھاتے ہیں کہ ہم روزہ رکھتے ہیں میں اسے نہیں مانتا۔ ہمارے ہاں یہ جو بڑا اخروٹ کا درخت ہے اگر رات کو اس کے ساتھ روزے کو باندھ دیا جائے تو جب ہم صبح آئیں گے تو روزہ درخت کو بھی اپنی جگہ سے اکھاڑ چکا ہو گا۔ جب اتنا بڑا درخت روزے کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا تو جو لوگ کہتے ہیں ہم روزہ رکھتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، یہ کیسے ممکن ہے؟ اس بندہ خدا کے ذہن میں روزے کا تصور فقط کھانے پینے سے اجتناب کرنے کا نام تھا۔ اس قسم کا تصور اگر کسی کے ذہن میں ہو یہ چیز ڈرانے والی ہے۔ خصوصاً اس شخص کے لئے جو ذرا شکم پرست ہو۔ اس قسم کا روزہ جس میں صرف کھانے پینے سے اجتناب کیا جائے یہ روزہ نہیں ہے۔ اس بارے میں ایک حدیث بھی ہے جس کا مفہوم یہ ہے "بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے آپ کو فقط کھانے پینے سے روکتے ہیں اور اسی کو روزہ سمجھتے ہیں لیکن صحیح معنوں میں ایسے افراد کا روزہ نہیں ہے۔" اگر روزے کا تعارف ویسے کرایا جائے جس طرح معصومؑ نے حدیث میں فرمایا ہے اور روزے کا یہی تعارف غیر مسلم کو بھی کروائیں تو پھر وہ کہے گا کہ واقعاً یہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے محبت و عشق کرنا چاہیے۔ یا مثال کے طور پر آپ ایک شہر میں رہتے ہیں یا ایک گلی یا ایک محلے میں اور اسی گلی میں یا محلے میں ایک اور آدمی آپ کے ساتھ رہتا ہے۔ روزمرہ کاموں کے لئے وہ بھی باہر نکلتا ہے اور آپ بھی باہر نکلتے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں لیکن بطور عادی اسے دیکھتے ہیں، معلوم نہیں سلام بھی کرتے ہیں یا نہیں۔ بہرحال اگر وہ سلام علیک کہتا ہے تو آپ جواب دیتے ہیں یا بس ایک دوسرے کو دیکھ کر گزر جاتے ہیں۔ لیکن سال دو سال

Presented by Ziaraat.Com

بعد آپ کو پتہ چلتا ہے کہ بابا یہ تو بڑا فلاسفر' زبردست شخصیت' عالم و فاضل اور سیاست دان ہے۔ کسی محفل میں آپ کا اس کے ساتھ تعارف ہوتا ہے، یا آپ کو بتایا جاتا ہے کہ یہ اتنی عظیم شخصیت ہے' فلاں میدان میں اس کی بڑی بڑی خدمات ہیں۔ اس کے بعد آپ متوجہ ہوتے ہیں کہ واقعاً یہ کیسی شخصیت تھی اور میں نے اس کے حق میں کوتاہی کی ہے۔ میں نے اس کو نہیں پہچانا۔ یہ تو روزانہ میرے ساتھ آتا جاتا تھا۔ رمضان المبارک بھی عین اسی طرح ہر سال آتا ہے اور گزر جاتا ہے اور ہم بھی جس طرح دوسرے مہینے گزارتے ہیں اور کوئی پتہ ہی نہیں چلتا اس کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتے ہیں۔لیکن آپ کو خدا نے اگر یہ توفیق عنایت کی کہ کوئی زبردست شخصیت آپ کو ماہ رمضان کے فلسفے سے آگاہ کرے یا آپ خود مطالعہ کریں۔ روزے سے متعلق کتب یا احادیث اہل بیت اطہار علیہم السلام میں روزے کی جو عظمت و منزلت بتائی گئی ہے اس پر توجہ دیں تو پھر ماہ رمضان کے متعلق آپ کا نظریہ اب کی نسبت کچھ اور ہو گا۔ پس ایسا نہ ہو کہ جب ماہ مبارک گزر جائے تو ہم سمجھیں کہ بابا ہمارے پاس کتنا عظیم سرمایہ تھا اور ہم نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور ہم نے اس کے حق میں کوتاہی کی ہے اور پھر ہمیں پچھتاوا ہو۔ آئیں! ہم ایک آدمی کو فقط دیکھ کر گزر جانے سے بالاتر ہو کر ماہ رمضان کی تحقیق کریں اور خصوصاً معصومؑ کے الفاظ میں اور معصومؑ کے کلام میں ہم دیکھیں کہ روزہ کیا ہے؟ اور جس طرح معصوم علیہ السلام نے تعارف کروایا ہے ہم خود بھی درک کریں اور دوسروں کو بھی تعارف کروائیں تو پھر دیکھیں کہ لوگ کس طرح روزے کا استقبال کرتے ہیں۔ آیا پھر بھی لوگ روزے سے ڈرتے ہیں یا اس سے نفرت کرتے ہیں!! پھر بھی کوئی ایسا نظر نہیں آئے گا البتہ وہ جو بہت بدبخت ہو گا وہ پھر بھی روزے سے نفرت کرے گا لیکن اگر واقعاً وہ بدنیت اور خراب انسان نہیں ہے تو ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ روزے سے نفرت کرے۔ حضرت علی ابن

Presented by Ziaraat.Com

موسیٰ الرضا علیہ السلام سے روایت ہے اور آپؑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ شعبان کے آخری جمعہ کا خطبہ دیا اور اس میں ماہ مبارک رمضان کے فضائل و مناقب ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ قَدْ اَقْبَلَ اِلَيْكُمْ شَهْرُ اللّٰهِ بِالْبَرَكَةِ وَ الْمَغْفِرَةِ"

اے لوگو! ماہ رمضان آرہا ہے۔ دراصل یہ خدا کا مہینہ ہے۔ یہ برکت، رحمت اور مغفرت اپنے ساتھ لا رہا ہے۔ اب یہ بتائیے کہ کسی کو اگر یہ پتہ چلے کہ یہ مغفرت اور رحمت و برکت کا مہینہ ہے تو کون ایسا ہو گا جو اس سے ڈرے گا؟ یہ شہر اللہ ہے۔ کیا ماہ شعبان شہر اللہ نہیں ہے؟ کیا محرم اور ذیقعد و ذوالحجہ یا شوال یہ سارے کے سارے اللہ کے مہینے نہیں ہیں؟ معلوم ہے کہ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ ساری کی ساری مساجد خانہ خدا ہیں لیکن کیوں خصوصی طور پر مسجد الحرام کو بیت اللہ کہتے ہیں؟ اس لئے کہ یہ خدا کے نزدیک جو مقام رکھتی ہے اور اسے جو منزلت حاصل ہے وہ دوسری مساجد کو حاصل نہیں۔ اگرچہ وہ بھی خانہ خدا ہیں۔ جو چیز خدا کے زیادہ نزدیک ہو گی اتنا ہی خدا سے اس کی نسبت زیادہ ہو گی۔ مثلاً خدا قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونکنے کے بارے میں فرماتا ہے۔ "وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ" یعنی آدم میں ہم نے اپنی روح پھونک دی۔ "مِنْ رُّوْحِيْ" یعنی میری اپنی روح۔ یعنی وہ روح جو آدم میں ہے اس کی خدا کے نزدیک نسبت زیادہ ہے۔ اس لئے خدا نے اسے اپنی طرف نسبت دی ہے۔ اسی طرح علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو عین اللہ کہتے ہیں یا علی علیہ السلام کے ہاتھ کو ید اللہ کہتے ہیں تو یہ اس لئے ہے کہ علی علیہ السلام کی خدا سے نسبت و تقرب عام لوگوں سے زیادہ ہے۔ لہٰذا ہم علی علیہ السلام کے ہاتھ کو خدا کے ہاتھ سے تعبیر کرتے ہیں۔ دراصل خدا کا تو ہاتھ ہی نہیں ہے۔ خدا تو جسم و جسمانیت سے پاک

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ ہم دست علی علیہ السلام کو دست خدا سمجھتے ہیں کیونکہ علی علیہ السلام کو خدا سے جو نسبت ہے وہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں (سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہاں پر جو نسبت ماہ رمضان کی خدا کے ساتھ اور جو تقرب اور عظمت ماہ رمضان کو حاصل ہے وہ دوسرے مہینوں کو حاصل نہیں۔ اس لئے خدا نے اس مہینے کو اپنی طرف نسبت دی ہے اور اسے شہر اللہ کہا ہے۔

"شَهْرٌ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ اَفْضَلُ الشُّهُوْرِ"

خوب! ایسا مہینہ جو دوسرے مہینوں سے خدا کے نزدیک افضل ہے۔ "وَاَيَّامُهُ اَفْضَلُ الْاَيَّامِ" اس مہینے کے دن دوسرے مہینوں کے دنوں سے افضل ہیں۔ "وَلَيَالِيْهِ اَفْضَلُ اللَّيَالِيْ" اس کی راتیں دوسری راتوں سے افضل ہیں "وَسَاعَاتُهُ اَفْضَلُ السَّاعَاتِ" اس کے گھنٹے دوسرے گھنٹوں سے افضل ہیں۔ "وَهُوَ شَهْرٌ دُعِيْتُمْ فِيْهِ اِلَى ضِيَافَةِ اللّٰهِ" اے لوگو یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں خدا نے تمہیں اپنے مہمان کی حیثیت سے دعوت دی ہے کسی دوسرے مہینے میں خدا کی طرف سے دعوت نہیں۔ یہ فقط اس مہینے کی فضیلت ہے کہ اس میں سب کے سب خدا کے مہمان ہیں۔ البتہ کچھ لوگ جو روزہ نہیں رکھتے وہ خدا کے مہمان نہیں ہیں، یہ خود ان لوگوں کی بدبختی ہے۔ خدا نے تو انہیں بلایا اور دستر خوان بچھایا ہے، دعوتی کارڈ تو سب کے لئے تقسیم کئے ہیں، مگر وہ بد بخت جو روزہ نہیں رکھتا خود نہیں آتا اور وہ خدا کا مہمان نہیں ہے۔ "وَجُعِلْتُمْ فِيْهِ مِنْ اَهْلِ كَرَامَةِ اللّٰهِ" یہ وہ مہینہ ہے کہ جس میں خدا نے کرامت خدا میں سے ہونے کی سند دے دی ہے یعنی خدا کا رحم و کرم ان کے شامل حال ہے۔ "اَنْفَاسُكُمْ فِيْهِ تَسْبِيْحٌ" اس مہینے میں آپ کا سانس لینا تسبیح ہے۔ "وَنَوْمُكُمْ فِيْهِ عِبَادَةٌ" اس مہینے میں تمہارا بستر پر سونا عبادت ہے۔ "وَعَمَلُكُمْ فِيْهِ مَقْبُوْلٌ" تمہارا عمل اس مہینے میں مقبول ہے۔ "وَدُعَاؤُكُمْ فِيْهِ مُسْتَجَابٌ" تمہاری دعائیں مستجاب ہیں۔ "فَاسْئَلُوْا

Presented by Ziaraat.Com

اللّٰہَ رَبَّکُمْ بِنِیَّاتٍ صَادِقَةٍ وَقُلُوْبٍ طَاهِرَةٍ" پس اے لوگو صادق نیتوں اور پاک دلوں کے ساتھ اپنے پروردگار سے سوال کرو۔ کیا سوال کرو؟ "اَنْ یُّوَفِّقَکُمْ لِصِیَامِهٖ وَ تِلَاوَةِ کِتَابِهٖ" جب پہلا روزہ ہو تو خدا سے دعا کرو۔ اے خدا! مجھے اس ماہ رمضان مبارک میں روزہ رکھنے اور کتاب اللہ کی تلاوت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ "فَاِنَّ الشَّقِیَّ مَنْ حَرَمَ غُفْرَانَ اللّٰهِ فِیْ هٰذَا الشَّهْرِ الْعَظِیْمِ" شقی ہے وہ شخص جو اس مہینے میں خدا کی مغفرت سے محروم رہے یعنی خدا کا پورا مہینہ گزر جائے اور اس بد بخت کے گناہوں کو معاف نہ کیا جائے۔ "وَاذْکُرُوْا بِجُوْعِکُمْ وَ عَطَشِکُمْ فِیْهِ جُوْعَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ عَطَشَهٗ" اے لوگو! جب تمہیں ان دنوں میں روزہ رکھنے کی وجہ سے بھوک اور پیاس لگے تو قیامت کے دن کی بھوک اور پیاس کو یاد کرو۔ یعنی بھوک، پیاس اور دوسری تکلیفوں کی وجہ سے وہ دن کتنا سخت ہوگا کہ حتیٰ انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہے کہ وہ امتی امتی کی صدائیں بلند کرنے کی بجائے "نفسی نفسی" کی صدا بلند کریں گے۔ جس دن دوست دوست، بھائی بھائی اور ماں بچے کو بھول جائے گی بلکہ ہر شخص اپنے نفس کے لئے مدد مانگے گا۔ تو جب تمہیں اس ماہ میں بھوک اور پیاس لگے تو قیامت کے دن کی بھوک اور پیاس کو یاد کرو۔ "وَتَصَدَّقُوْا عَلٰی فُقَرَائِکُمْ وَمَسَاکِیْنِکُمْ" اپنے فقیروں اور مسکینوں کو صدقہ دو۔ "وَوَقِّرُوْا کِبَارَکُمْ" اپنے بزرگوں کی عزت و توقیر کرو۔ "وَ ارْحَمُوْا صِغَارَکُمْ" اپنے چھوٹوں پر رحم کرو۔ "وَصِلُوْا اَرْحَامَکُمْ" صلہ رحمی کرو۔ عزیزوں اور رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرو۔ "وَاحْفَظُوْا اَلْسِنَتَکُمْ" بری باتوں سے اپنی زبانوں کی حفاظت کرو۔ "وَغُضُّوْا عَمَّا لَا یَحِلُّ النَّظَرُ اِلَیْهِ اَبْصَارَکُمْ" جن چیزوں کی طرف نظر کرنا حرام ہے ان کی طرف مت دیکھو۔ اگر رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور آپ دیکھتے ہیں کہ ایک طرف سے عورتیں آ رہی ہیں (خداوند متعال انشاء اللہ پاکستان کو جلد از جلد اسلامی مملکت بنا دے) پھر آپ

Presented by Ziaraat.Com

دیکھتے ہیں کہ گاڑیوں میں، پیدل، تانگوں اور رکشوں میں بے پردہ عورتیں اور وہ بھی میک اپ کیئے باہر نکل آئی ہیں تو اب یہاں پر نفس انسان کو خاص کر جوان کو اس طرف بہکائے گا لیکن فوراً آپ دل میں یاد کریں کہ ان کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔ اور احادیث میں ہے کہ جس چیز کی طرف نگاہ کرنا حرام ہو اگر انسان اس کی طرف گھور گھور کر دیکھے تو خداوند قیامت کے دن اس کی آنکھوں کو جہنم کی آگ سے بھر دے گا تو آپ متذکر ہو جائیں گے۔

"وَعَمَّا لَا يَسْتَحِلُّ الْإِسْتِمَاعُ اِلَيْهِ اَسْمَاعَكُمْ" اور تمہارے لئے جن چیزوں کا سننا حرام ہے ان سے اپنے کانوں کی حفاظت کرو غیبت نہ سنو گانا بجانا نہ سنو۔ "وَ تَحَنَّنُوا عَلٰى اَيْتَامِ النَّاسِ يُتَحَنَّنْ عَلٰى اَيْتَامِكُمْ" لوگوں کے یتیموں پر مہربانی کرو تاکہ آپ کے یتیموں پر بھی مہربانی کی جائے۔ "وَتُوبُوا اِلَى اللّٰهِ مِنْ ذُنُوبِكُمْ" سب گناہ گار ہیں۔ کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ ہم گناہگار نہیں ہیں۔ اگر گناہگار ہیں تو ہمیں خدا کی طرف پلٹنا چاہئے، سب کے سب خدا کی طرف پلٹ جاؤ اور توبہ کرو۔ "وَارْفَعُوا اِلَيْهِ اَيْدِيَكُمْ بِالدُّعَاءِ فِيْ اَوْقَاتِ صَلٰوتِكُمْ فَاِنَّهَا اَفْضَلُ السَّاعَاتِ" جب نماز کا وقت ہو جائے تو خدا کی بارگاہ میں دعا کے لئے اپنے ہاتھوں کو بلند کرو چونکہ یہ بہترین گھڑیاں ہیں۔ "يَنْظُرُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فِيْهَا بِالرَّحْمَةِ اِلٰى عِبَادِهِ" جب بندہ دعا کرتا ہے، نماز پڑھتا ہے تو خدا اس کو نظر رحمت سے دیکھتا ہے۔ "وَيُجِيْبُهُمْ اِذَا نَاجَوْهُ" جب بندہ اپنے خدا کے ساتھ مناجات کرتا ہے تو وہ اجابت کرتا ہے۔ "وَيُلَبِّيْهِمْ اِذَا نَادَوْهُ" جب بندہ اپنے پروردگار کو پکارتا ہے تو وہ اس کو جواب دیتا ہے۔ "وَيَسْتَجِيْبُ لَهُمْ اِذَا دَعَوْهُ" جب بندے خدا سے مانگتے ہیں تو وہ عطا کرتا ہے۔ "اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اَنْفُسَكُمْ مَرْهُوْنَةٌ بِاَعْمَالِكُمْ" اے لوگو! تمہارے نفس تمہارے اعمال کے مرہون ہیں یعنی جو کچھ تم نے کیا ہے تمہارے نفس اس کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ "فَفُكُّوهَا بِاسْتِغْفَارِكُمْ" اگر تم اپنے

Presented by Ziaraat.Com

نفسوں کو آزاد کروانا چاہتے ہو تو استغفار کرو۔ "وَظُهُوْرُكُمْ ثَقِيْلَةٌ مِنْ اَوْزَارِكُمْ" تمہارے گناہوں کی وجہ سے تمہاری پیٹھیں بوجھل ہو گئی ہیں۔ "فَخَفِّفُوْا عَنْهَا بِطُوْلِ سُجُوْدِكُمْ" اگر اپنی پیٹھوں کا وزن کم کرنا چاہتے ہو تو طولانی سجدے کرو کیونکہ طولانی سجدوں کے ذریعے تمہارے گناہوں کے بوجھ میں کمی آجائے گی۔ "وَ اعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى ذِكْرُهُ اَقْسَمَ بِعِزَّتِهٖ" اور سمجھ لو کہ خدا نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے "اَنْ لَا يُعَذِّبَ الْمُصَلِّيْنَ وَ السَّاجِدِيْنَ" کہ خدا نماز پڑھنے اور سجدہ کرنے والوں کو عذاب نہیں کرے گا۔ "وَاَنْ لَا يُرَوِّعَهُمْ بِالنَّارِ يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ" جب سب لوگ قیامت کے دن خدا کے سامنے کھڑے ہوں تو خدا نمازی اور سجدے کرنے والوں کو جہنم کی آگ سے نہیں ڈرائے گا۔ "اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ فَطَّرَ مِنْكُمْ صَائِماً مُوْمِناً فِيْ هٰذَا الشَّهْرِ" اے لوگو تم میں سے جو کوئی اس ماہ مبارک میں مومن روزہ دار کو افطار کروائے۔ "كَانَ لَهُ بِذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ عِتْقُ رَقَبَةٍ وَ مَغْفِرَةٌ لِمَا مَضٰى مِنْ ذُنُوْبِهٖ" تو خدا کے نزدیک اس کا اجر یہ ہے کہ اس نے خدا کے راستے میں غلام آزاد کیا اور خدا اس کے سارے گزشتہ گناہ معاف کر دے گا۔ "فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَيْسَ كُلُّنَا نَقْدِرُ عَلٰى ذٰلِكَ" کسی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم تو غریب لوگ ہیں سب تو یہ عمل نہیں کر سکتے یعنی مومنین کو روزہ نہیں کھلوا سکتے۔ "فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ اِتَّقُوْا النَّارَ وَ لَوْ بِشِقِّ التَّمْرِ" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہنم کی آگ سے ڈرو اگر تم اور کچھ نہیں کر سکتے تو نصف کھجور کے ذریعے یعنی اگر آپ کسی کی دعوت نہیں کر سکتے تا کہ اسے روزہ کھلوائیں تو کم از کم نصف خرما کے ذریعے مومن کو افطار کروائیں۔ "اِتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشَرْبَةٍ مِنْ مَّاءٍ" جہنم کی آگ سے ڈرو اگرچہ پانی پلانے سے یعنی اگر آپ کو زیادہ توفیق نہیں تو ایک گلاس پانی تو مشکل کام نہیں۔ "اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ حَسَّنَ مِنْكُمْ فِيْ هٰذَا الشَّهْرِ

Presented by Ziaraat.Com

خُلُقَهُ كَانَ لَهُ جَوَازٌ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيهِ الْأَقْدَامُ" اس مہینے میں تم میں سے جس کا خلق اچھا ہوگا وہ پل صراط سے تیزی سے گزر جائے گا جس دن ادھر دوسروں کے پاؤں پھسل جائیں گے۔ "مَنْ خَفَّفَ فِي هٰذَا الشَّهْرِ مِنْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُهُ خَفَّفَ اللّٰهُ عَلَيْهِ حِسَابَهُ" اور جو اپنے غلاموں اور نوکروں جو ان کے ہاں کام کرتے ہیں ان کے ساتھ نرمی کرے گا تو قیامت کے دن خداوند متعال ان کے حساب میں کمی کرے گا۔ ان کے ساتھ نرمی برتے گا۔" "وَمَنْ كَفَّ فِيهِ شَرَّهُ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ غَضَبَهُ يَوْمَ يَلْقَاهُ" اور جو اس مہینے میں کسی سے غضب نہیں کرے گا اور اپنے شر کو دوسروں سے روکے گا تو خداوند متعال قیامت کے دن اس پر غضب نہیں کرے گا۔ "وَمَنْ أَكْرَمَ فِيهِ يَتِيمًا أَكْرَمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ يَلْقَاهُ" جو اس مہینے میں یتیم کا احترام کرے گا تو خداوند متعال قیامت کے دن اس کا اکرام کرے گا۔ "وَمَنْ وَصَلَ فِيهِ رَحِمَهُ وَصَلَهُ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهِ يَوْمَ يَلْقَاهُ" جو کوئی بھی اس مہینے میں صلہ رحمی کرے گا خداوند روز قیامت اسے اپنی رحمت سے متصل کرے گا۔ "وَمَنْ قَطَعَ رَحِمَهُ قَطَعَ اللّٰهُ عَنْهُ رَحْمَتَهُ يَوْمَ يَلْقَاهُ" اور جو اس مہینے میں اپنے رشتہ داروں سے قطع رحمی کرے گا تو قیامت کے دن جب وہ خدا سے ملاقات کرے گا تو خدا اس سے اپنی رحمت کو قطع کرے گا۔ "وَمَنْ تَطَوَّعَ فِيهِ بِصَلَاةٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ بَرَاءَةً مِنَ النَّارِ" اور جو اس مہینے میں مستحب نماز پڑھے تو خداوند متعال اسے جہنم کی آگ سے نجات دے گا۔ "وَمَنْ أَدَّىٰ فِيهِ فَرْضًا كَانَ لَهُ ثَوَابُ مَنْ أَدَّىٰ سَبْعِينَ فَرِيضَةً فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الشُّهُورِ" جو اس مہینے میں ایک فریضہ ادا کرے اسے اتنا اجر عطا کیا جائے گا جیسے اس نے دوسرے مہینوں میں ستر فرائض انجام دیے ہوں۔ "وَمَنْ أَكْثَرَ فِيهِ مِنَ الصَّلَاةِ عَلَيَّ ثَقَّلَ اللّٰهُ مِيزَانَهُ يَوْمَ تَخِفُّ الْمَوَازِينُ" جو اس مہینے میں مجھ پر زیادہ درود بھیجے گا تو خداوند اس کے ترازو کا وزن زیادہ کر دے گا جس دن دوسروں کے میزان ترازو خفیف اور

Presented by Ziaraat.Com

ہلکے ہوں گے۔ "وَمَنْ تَلیٰ فِیْهِ آیَةً مِنَ الْقُرْاٰنِ کَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ خَتَمَ الْقُرْاٰنَ فِیْ غَیْرِهٖ مِنَ الشُّهُوْرِ" اور جو اس ماہ مبارک رمضان میں ایک آیت قرآن پڑھے اسے اتنا اجر ملے گا کہ جتنا دوسرے مہینے میں پورا قرآن پڑھنے والے کو ملتا ہے یعنی اگر آپ نے دوسرے مہینے میں پورا قرآن ختم کیا ہو اس کا ثواب رمضان المبارک میں ایک آیت کے پڑھنے کے ثواب کے برابر ہے۔ "اَیُّهَا النَّاسُ اَنَّ اَبْوَابَ الْجِنَانِ فِیْ هٰذَا الشَّهْرِ مُفَتَّحَةٌ" خداوند متعال نے اس مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ "فَاسْئَلُوْا رَبَّکُمْ اَنْ لَا یُغَلِّقَهَا عَلَیْکُمْ" پس خدا سے دعا کرو کہ خداوند متعال جنت کے دروازے تم پر بند نہ کرے۔ "وَاَبْوَابَ النِّیْرَانِ مُغَلَّقَةٌ فَاسْئَلُوْا رَبَّکُمْ اَنْ لَا یُفَتِّحَهَا عَلَیْکُمْ" اور خداوند متعال نے جہنم کے دروازے بند کر دیئے ہیں خدا سے دعا کرو کہ تم پر جہنم کے دروازے دوبارہ نہ کھول دے۔ "وَالشَّیَاطِیْنَ مَغْلُوْلَةٌ فَاسْئَلُوْا رَبَّکُمْ اَنْ لَا یُسَلِّطَهَا عَلَیْکُمْ" شیاطین ان دنوں دست بستہ ہوتے ہیں پس خدا سے دعا کرو کہ شیاطین کو تم پر مسلط نہ کرے۔ "قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ فَقُمْتُ وَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ" مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ میں کھڑا ہو گیا اور میں نے عرض کی۔ "یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فِیْ هٰذَا الشَّهْرِ فَقَالَ یَا اَبَا الْحَسَنِ اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ فِیْ هٰذَا الشَّهْرِ الْوَرَعُ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ" اس مہینے میں سب سے افضل عمل کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا ابا الحسنؑ! اس مہینے میں افضل عمل، اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے اجتناب کرنا ہے یعنی محرمات سے پرہیز کرے، اگرچہ نماز بھی افضل عمل ہے، تلاوت قرآن، زیارت پڑھنا، افطار کروانا یہ سارے بہترین اعمال ہیں لیکن سب سے بڑا افضل عمل یہ ہے کہ اس مہینے میں اپنے آپ کو محرمات سے دور رکھیں یعنی ان دنوں آپ غیبت نہ کریں، جھوٹ نہ بولیں، راستے

Presented by Ziaraat.Com

میں جا رہے ہیں نامحرم عورت آرہی ہے اس کی طرف نظر نہ کریں۔ اگر مثلاً کوئی اور غلط کام ہے وہ نہ کریں۔اگر خدا نے آپ کو توفیق دی اور آپ نے اس مہینے میں حرام کام سے اجتناب کیا تو آپ نے اس مہینے میں سب سے افضل عمل انجام دیا ہے۔ خداوند متعال اس مہینے کی عظمتوں اور برکتوں سے ہم سب کو زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

تو اب یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر اس مسلمان یا غیر مسلم کو ماہ رمضان المبارک کا یوں تعارف کروائیں کہ ماہ رمضان المبارک یہ ہے تو نہ صرف یہ کہ رمضان المبارک وہ مہینہ ہے کہ جس میں کھانے پینے سے اجتناب کیا جاتا ہے تو وہ شخص رمضان المبارک سے گھبرائے گا نہ ڈرے گا چونکہ ہمیں رمضان المبارک کا صحیح معنوں میں تعارف ہے اسی لئے ہم ماہ مبارک سے ڈرتے نہیں ہیں۔خداوند متعال ہم سب کو اس مہینے میں نیک اعمال اور پھر اعمال بھی خلوص کے ساتھ انجام دینے کی توفیق عنایت فرمائے۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

موضوع۔ روزہ اور ماہ رمضان المبارک۔۲

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ رمضان المبارک

Presented by Ziaraat.Com

روزہ اور ماہ رمضان کے موضوع پر قائد شہیدؒ کا تیسرا خطاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ۔۱۸۳)

گزشتہ مباحث میں عرض کر رہا تھا کہ ہم نے روزے کو جس طرح کہ حق ہے نہیں پہچانا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم روزہ سے گھبراتے ہیں اور اسے پسند نہیں کرتے جبکہ اگر روزہ کی صحیح معرفت ہمیں حاصل ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ ہم روزے سے گھبرائیں گے نہیں بلکہ شوق اور محبت سے اس کا استقبال کریں گے اور اس کے ختم ہونے پر احساس افسردگی کریں گے۔

فوائد روزہ کی بابت عرض کر رہا تھا کہ اس کا ایک فائدہ حریت اور آزادی ہے روزے کی برکت سے انسان غلامی اور بندگی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اسے سمجھنے کے لئے پہلے آزادی کے متعلق جاننا ضروری ہے کہ انسان تکامل اور ترقی میں آزادی کا محتاج ہے یعنی انسان کو آزاد ہونا چاہئے۔ کس چیز سے آزاد؟ آزادی دو طرح کی ہے۔ ایک اجتماعی اور دوسری معنوی۔

اجتماعی آزادی میں ایک انسان دوسرے انسان سے اور ایک قوم دوسری قوم سے آزاد ہوتے ہیں یعنی کوئی شخص یا کوئی قوم دوسروں کو اپنے منافع کے لئے استعمال نہیں کرتے لیکن معنوی آزادی یہ ہے کہ انسان اپنے آپ سے آزاد ہو جائے۔ وہ کیسے؟

جیسا کہ قرآن کے مطابق انسان دو عناصر کا مرکب ہے۔ فرمان الٰہی ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے خلق کیا اور پھر "نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ" (حجر۔۲۹) ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی۔ (البتہ اس وقت روح پر بحث نہیں کریں گے)

Presented by Ziaraat.Com

یا یہ کہ خدا نے فرشتے کو خلق کیا تو اسے صرف عقل سے نوازا۔ حیوان کو فقط شہوت دی لیکن انسان کو عقل و شہوت دونوں عناصر و دیعت فرمائے۔ انسان ظاہراً ایک ایسا موجود ہے جس کے اندر کئی مختلف قوتیں پوشیدہ ہیں مثلاً شہوت، غضب، لالچ، حب ذات، حب نفس اور حب مقام وغیرہ۔ ان غرائز پر قابو پانے سے انسان معنوی آزادی حاصل کر سکتا ہے کیونکہ اس کے مقابلے میں خدا نے انسان کو عقل، وجدان، فطرت و روح سے نوازا ہے۔ مثلاً غذا، مکان اور لباس اگرچہ انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ہیں لیکن بہت سے افراد فقط بہترین لباس غذا اور گھر کی فکر میں رہتے ہیں جبکہ بعض انسان سادہ لباس، سادہ غذا اور پرانے گھر میں رہ کر اپنی شرافت اور انسانیت کی حفاظت کو ترجیح دیتے ہیں۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ کچھ لوگوں کو دولت، اقتدار اور ترقی کی پیش کش کی جاتی ہے تاکہ فلاں کام کر دیں۔ ایک باضمیر انسان اس کام کے وجدان اور عقل کے خلاف ہونے کے باعث اس پیش کش کو ٹھکرا دیتا ہے۔ وہ نو یا دس گریڈ پر تو اکتفا کر سکتا ہے لیکن اپنی عقل اور فطرت کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ پرانے کپڑوں میں گزارا کر سکتا ہے لیکن اپنے ضمیر کو نہیں بیچ سکتا۔ شہید مطہریؒ نقل کرتے ہیں کہ دو بھائی تھے ایک دربار میں کام کرتا تھا دوسرا مزدور تھا۔ دربار میں کام کرنے والا اچھا کھاتا پیتا اور اچھی زندگی گزارتا تھا اور جو بھائی مزدوری کرتا تھا اس کے کپڑے ہمیشہ پرانے اور ہاتھ زخمی ہوا کرتے تھے۔ دربار میں رہنے والے بھائی نے دوسرے سے کہا کب تک مزدوری کرتے رہو گے؟ میری طرح تم بھی دربار میں آجاؤ اور حاکم وقت سے رابطہ کرو، آسانی سے روزی ملتی رہے گی۔ اچھا گھر ملے گا، پھر گرمی کی شدت میں روزہ رکھنے اور کھیتی باڑی کرنے کی بھی ضرورت نہیں رہے گی۔ دوسرے نے کہا تعجب ہے تم پر!! تم خود محنت و مشقت کیوں نہیں کرتے کہ دوسروں کی غلامی سے آزاد ہو جاؤ؟ ٹھیک ہے میں تکلیفیں برداشت کرتا ہوں،

Presented by Ziaraat.Com

میرے کپڑے پرانے ہیں لیکن میری روح آزاد ہے۔ کسی کے احسان کا بوجھ میرے اوپر نہیں۔ جو چاہتا ہوں کر سکتا ہوں۔ تمہارے پاس اچھے کپڑے ہیں اچھا گھر ہے' بہترین ماڈل کی گاڑی ہے لیکن تمہاری روح غلام ہے۔ تم کسی دوسرے کے ساتھ وابستہ ہو اور اس کے اشارے کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتے۔ پس محنت و مشقت اور مزدوری کر کے دوسروں کی ذلت اور غلامی سے آزاد کیوں نہیں ہو جاتے ؟

بنابریں انسان کا خواہشات نفسانی کی مخالفت کرنا' عقل و فطرت اور وجدان کو غرائز پر مسلط کرنا معنوی آزادی ہے۔ ایسا شخص آزاد اور آزادی خواہ ہے لیکن اگر دل خواہی کریں جو جی میں آئے کھائیں شہوت کی خاطر نامحرم پر نگاہ کریں' غصہ و غضب میں کسی غریب یا یتیم پر ظلم کریں تو سمجھ لیں کہ آپ خواہشات کے غلام ہیں۔ اسی طرح اگر معاوضے پر ناجائز کام کی پیش کش کی جائے اور آپ لالچ کے ہاتھوں اسے قبول کرلیں تو بھی جان لیں کہ نفس آپ پر حاکم ہے اور آزاد اس وقت ہوں گے جب خواہشات نفس کی مخالفت کرتے ہوئے عقل و وجدان کی بات مان لیں۔ مثلاً جب نا محرم سامنے ہو تو آنکھیں نیچی کر لیں یا ناجائز پیش کش کو ٹھکرا دیں وغیرہ۔

آزادی کی ایک اور علامت یہ ہے کہ اگر کوئی فیصلہ آپ کے پاس آئے تو غیر جانبداری اور حق کے ساتھ فیصلہ کریں خواہ آپ کی شخصیت سے مربوط ہو یا صرف دوسروں کے درمیان۔ لیکن اگر آپ دوسروں کے درمیان تو فیصلہ حق کے ساتھ کرتے ہیں اور جب بات خود پر آئے تو نفس کی مخالفت نہیں کر پاتے تو یہاں بھی یقیناً آپ نفس کی غلامی کا شکار ہیں۔

ایک اور مثال عرض کرتا ہوں کہ سید ابن طاؤس (بزرگ عالم دین گزرے ہیں جنہیں کئی مرتبہ امام زمانؑ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا) کو خلیفہ وقت نے قاضی کے عہدہ کی پیش کش کی جسے انہوں نے قبول نہ کیا اور بہت اصرار کے باوجود

Presented by Ziaraat.Com

بھی جب انکار کرتے رہے تو خلیفہ نے وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ اتنے عرصے سے میرے وجود میں عقل اور نفس کی لڑائی ہے جس کا فیصلہ میں ابھی تک نہیں کر پایا لہٰذا میں لوگوں میں کیونکر صحیح فیصلہ کر پاؤں گا۔

دوسری مثال صاحب جواہر (کتاب الجواہر کے مصنف اور عظیم فقیہ جن کی تصنیف میدان فقہ میں مجتہدین کے لئے سند ہے) کی ہے۔ بقول ہمارے استاد کے ایک مرتبہ یہ بزرگ کنویں میں نجاست گر جانے کے مسئلے پر بحث لکھ رہے تھے اور چونکہ ان کے اپنے گھر میں بھی کنواں تھا لہٰذا اس مسئلہ پر پہنچے تو سوچا کہ اگر ذاتی مفاد کو مدنظر رکھوں تو کس طرح دلائل سے یہ ثابت کروں کہ کنویں کا پانی نجاست گرنے سے نجس نہیں ہوتا؟ لیکن چونکہ عقل و وجدان کی نظر میں ایک فقیہ کو ہر حال میں غیر جانبدار اور ذاتی مفاد سے ہٹ کر فیصلہ کرنا چاہئے لہٰذا اس باضمیر عالم دین نے نفس کی مخالفت کرتے ہوئے پہلے اپنے گھر کا کنواں بند کرایا تاکہ صحیح فیصلہ کرنے میں خواہشات نفسانی آڑے نہ آئیں اور پھر بحث کی تکمیل کی۔

آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں لوگوں کی سوچ اور ضمیر کو دیکھیں۔ دو مثالیں بیان کرتا ہوں۔ ایران کے انقلاب اسلامی کو ۶ یا ۷ سال ہو رہے ہیں۔ امریکہ اور یورپ والے کہتے ہیں کہ ایران میں انتقامی کاروائی ہو رہی ہے۔ قتل اور ظلم ہو رہے ہیں ان کے مطابق حکومت اسلامی کو چاہئے کہ جن لوگوں نے شاہ کے زمانے میں یا بعد میں خیانت کی ہے انہیں معاف کردے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ ایرانی انقلاب کو ابھی چھ سال بھی نہیں ہوئے وہ لوگ جن کے بہتر آدمیوں کے خون سے ہاتھ رنگین ہیں۔ نماز جمعہ میں ستر سال کے سفید ریش کو شہید کیا گیا۔ اگر حکومت ایران کی اسلامی عدالت ایسے لوگوں کو سزا دیتی ہے تو آپ اسے انتقامی کاروائی کہتے ہیں لیکن آپ آج بھی نازی اور جرمنی والوں سے انتقام لے رہے ہیں۔ پس آپ کے لئے جائز اور ہمارے لئے جائز نہیں ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

دوسری مثال جب نکسن نے مخالفین کے کیسٹ ریکارڈ کروائے اور اس کے خلاف کیس دائر ہو گیا تو وہاں کی عدالت نے اس کے خلاف حکم صادر کیا اور اسے صدارت سے ہٹا دیا۔ ذرائع ابلاغ ' ریڈیو' ٹی وی پر امریکی عدالت کی تعریف شروع ہو گئی کہ اسے کہتے ہیں عدالت' آزادی اور ڈیموکریسی کہ اگر صدر بھی کوئی خلاف قانون کام کرے تو قانون سے نہیں بچ سکتا۔ ادھر تو صورتحال یہ ہے۔ لیکن ایران میں جب بنی صدر منافق کے ہاتھوں بہتر آدمی جن میں نمائندگان' وزراء' چیف جسٹس اور دوسرے بڑے عہدیدار اور بزرگ شخصیات شامل تھیں شہید ہوئے۔ صدر اور وزیر اعظم کو شہید کیا گیا علاوہ ازیں کئی دوسرے بے گناہ لوگ شہید ہوئے اور جب ایرانی پارلیمنٹ نے اکثریت کے ساتھ بنی صدر کو نااہل قرار دیا تو انہی ذرائع ابلاغ نے ایران کی مذمت شروع کردی کہ یہاں کیسا قانون ہے ایک صدر کو جس نے ۱۱ ملین ووٹ لئے ہیں برطرف کر دیا گیا ہے۔ فارسی ضرب المثل ہے۔

قربان بروم خدارا یک بام و دو ہوا را

یعنی ایک چھت پر دو ہوائیں چل رہی ہیں۔ وہی کام اگر مغرب والے کریں تو جائز ہے لیکن جب ہم کرتے ہیں تو ظلم ہے۔ یعنی یہ لوگ دوسرے کے بارے میں ایک طرح کا نظریہ رکھتے ہیں اور اپنے بارے میں دوسری طرح کا۔ اسے کہتے ہیں خواہشات کا غلام ہونا۔

لیکن آزاد لوگ جیسے دوسروں کے بارے میں عدل و انصاف سے فیصلہ کرتے ہیں ویسے ہی اپنے بارے میں بھی عدل و انصاف کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ یہ اسلام کے سنہری اور لافانی قانونِ فطرت کا نتیجہ ہے۔

اسلام نے جو روزوں کا حکم دیا ہے تو اس میں بھی انسان تیس (۳۰) دن پریکٹس کرتا ہے۔ دل چاہتا ہے کھانا کھائے' پانی پئے یا دوسرے کام کرے لیکن وہ صبح سے رات تک ان چیزوں سے پرہیز اور نفس کی مخالفت کرتا ہے۔ تیس دن کی

Presented by Ziaraat.Com

مخالفت سے بلاخر انسان نفس پر غالب آجاتا ہے اور اس کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے۔روزے کی برکت سے انسان کو آزادی ملتی ہے وہ آزادی جس کے بارے میں امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔"لَا تَجْعَلْ نَفْسَكَ عَبْداً لِلْغَيْرِ وَقَدْ جَعَلَكَ اللّٰهُ حُرّاً" اے انسان اپنے آپ کو کسی اور کا غلام نہ بناؤ (یعنی نہ کسی شخص کا اور نہ اپنے نفس کا) کیونکہ خدا نے تمہیں آزاد قرار دیا ہے۔

ایک اور جگہ امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "اَلدُّنْيَا دَارُ مَمَرٍّ لَا دَارُ مَقَرٍّ" (نہج البلاغہ۔۱۳۳) یہ دنیا گزرنے کی جگہ ہے ٹھہرنے کی نہیں۔اس دنیا میں رہنے والے دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے نفس بیچ کر غلامی اختیار کی اور دوسرے وہ جنہوں نے نفس خرید کر آزادی کا انتخاب کیا۔ پہلے نے نفس کو بیچا اور اپنے آپ کو غلام کردیا دوسرے نے نفس خریدا اور اپنے آپ کو آزاد کردیا۔

انسان کو چاہیئے کہ وجدان وعقل کو خواہشات سے آزاد کرے۔ جب نفس پر کنٹرول ہو' وجدان بیدار ہو جائے اور عقل تسلط پیدا کر لے تو پھر اس سے پہلے کہ کسی غلطی پر کوئی دوسرا آپ کو سرزنش کرے آپ خود اپنے آپ کو سرزنش کریں گے۔

ایک اور مثال عرض کرتاہوں کہ ایک آدمی نے لواط کیا۔ (نَسْتَجِيْرُ بِاللّٰه اسلام میں بہت بڑا جرم ہے ایسے شخص کو زمین جگہ نہیں دیتی اس کا ٹھکانہ جہنم ہے) اگرچہ انسان سے گناہ ہو جاتا ہے لیکن یہ شخص آزاد تھا' لہذا نفس نے اسے دھوکہ تو دیا۔

" لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ " (قیامت۔۱'۲)

مگر اس کا نفس لوامہ زندہ تھا جو اسے ملامت کرنے لگا کہ تو نے کیوں ایسے گناہ سے اپنے آپ کو آلودہ کیا ہے؟ بد بخت......وغیرہ' یہ امیر المومنین علی علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ وہ شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا امیر المومنینؑ مجھ

Presented by Ziaraat.Com

سے فلاں گناہ سرزد ہوا ہے میں اپنے آپ کو اس کی آلودگی سے پاک کرنا چاہتا ہوں آپ میری سزا معین کریں۔ مولاؑ نے فرمایا ”ہو سکتا ہے کہ تم سے یہ کام نہ ہوا ہو اور غلط فہمی کی بنا پر ایسا کہہ رہے ہو“ اور اس طرح اسے واپس بھیج دیا۔ دوسرے دن وہ شخص دوبارہ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن آپؑ نے پھر بات کو ٹال دیا۔ کیونکہ اسلام میں فقط شبہ کی بنا پر سزا معین نہیں کر سکتے۔ جب تیسرے اور چوتھے دن بھی وہ شخص آیا اور اقرار گناہ کیا تو مولاؑ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ (یہاں ایک نکتہ قابل غور ہے وہ یہ کہ دنیا کے قانون میں جو جرم کرتا ہے وہ قانون سے فرار کرتا ہے لیکن وہ لوگ جن کا نفس لوامہ زندہ ہو جنہوں نے نفس امارہ سے آزادی حاصل کی ہو وہ قانون سے فرار نہیں کرتے بلکہ خود قانون کے سامنے پیش ہوتے ہیں)

اب جب کہ تم نے اقرار کیا ہے تو ایسے شخص کے لئے تین سزاؤں میں سے ایک سزا معین ہے۔ ا۔تلوار سر پر ماری جائے کہ یا تو سر کٹ جائے یا جہاں تک تلوار پہنچے۔ ۲۔ پہاڑ سے گرایا جائے۔ ۳۔ آگ میں جلایا جائے۔ اس مومن نے کہا کہ ان تینوں میں سے سب سے زیادہ کون سی سخت ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا ان تینوں سزاؤں میں سب سے زیادہ سخت آگ ہے۔ مومن نے کہا کہ مجھے یہ سزا قبول ہے۔ دنیا کی آگ میں جلنا مجھے پسند ہے لیکن جہنم کی آگ میں جلنے کی طاقت میں نہیں رکھتا۔ مولاؑ نے اعلان کیا ' ایک جگہ کھود کر آگ جلائی گئی۔ حضرتؑ نے مومن سے فرمایا ”تیار ہو جاؤ“ اس نے غسل و وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھی اور خدا سے مناجات کرنے لگا خدایا! میں نفس کے دھوکے میں آکر گناہ کا مرتکب ہوا ہوں۔ جہنم کی آگ میں جلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تیری حجت امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں آیا تاکہ میرے لئے اس دنیا میں سزا معین کریں تاکہ اس دنیا سے جاؤں تو پاک ہو کر جاؤں۔ دعا کی' دل سے آہ نکلی' آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے

Presented by Ziaraat.Com

دعا ختم کر کے آگ کی طرف بڑھنے لگا۔ حضرتؑ یہ منظر دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور مومن سے فرمایا اے بندہ خدا تیرے رونے سے زمین و آسمان کے ملائکہ روئے ہیں۔ خدا نے تیرا گناہ معاف کر دیا اور تیری توبہ قبول فرمائی ہے۔ اب جاؤ اور آئندہ ایسا جرم نہ کرنا۔

یہ جو انسان بجائے اس کے کہ سزا سے بھاگ جائے اپنے آپ کو سزا کے لئے پیش کرتا ہے یہ نفس کی پاکیزگی ہے' خواہشات سے آزادی ہے' عقل و وجدان کی حکومت ہے۔ نفس لوامہ جو اپنے آپ پر ملامت کرتا ہے اور یہ چیز روزوں کی برکت سے انسان کو ملتی ہے۔ سب سے زیادہ آزاد مرد' جس نے دنیا کو آزادی کا مفہوم بتایا امیر المومنینؑ ہیں۔ آزادی حکومت' آزادی قضاوت' انفرادی آزادی یعنی آزادی ہر رنگ میں آپؑ کی ذات کا حصہ تھی۔ مولائے متقیانؑ نے اس وقت بھی لوگوں کو آزادی کی راہ دکھائی جب جنگ صفین سے واپس آرہے تھے۔ شہر میں لوگوں کو پتہ چلا کہ خلیفہ مسلمین آرہے ہیں۔ بڑے بڑے لوگ استقبال کے لئے باہر آئے اور حضرتؑ کے لئے خاص قسم کی تعظیم کرنے لگے۔ حضرتؑ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا مولاؑ ہم ایرانیوں کا دستور ہے کہ بادشاہ اور امراء کے لئے اس طرح احترام کرتے ہیں۔ حضرتؑ کو غصہ آگیا۔ فرمایا' خبردار اس میں آپ کی ذلت اور پستی ہے اور ایک حاکم کے لئے غرور و تکبر اور دھوکہ کا باعث ہے۔ ایسی تعظیم خدا کے علاوہ کسی دوسرے کو زیب نہیں دیتی۔ نہج البلاغہ میں حضرتؑ کے دو جملے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

اگر آپ مجھ پر اعتراض و انتقاد کرتے ہیں یا مجھ سے سوال کرتے ہیں تو میں خوشی سے آپ کی بات اور اعتراض سننے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ سے کسی طرح کا خوف نہ کھاؤ۔ ٹھیک ہے میں آپؑ کا خلیفہ ہوں لیکن آپ کو پوری آزادی حاصل ہے۔ میں آپ کا ہر جائز اعتراض سننے کو تیار ہوں۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ وہ

Presented by Ziaraat.Com

لوگ جو حق کی بات سننا برداشت نہیں کرتے یعنی اگر حق بات کریں تو پسند نہیں، صحیح اعتراض کریں تو انہیں غصہ آجاتا ہے تو ایسے انسان کو حق پر عمل اور عدالت کے ساتھ چلانا بہت مشکل ہے۔ شہید مطہریؒ نقل کرتے ہیں کہ نوشیروان (جو ایک بادشاہ گزرا ہے) کے دربار میں وزراء اور مشاورین بیٹھے چاپلوسی کر رہے تھے کہ جو تم کہتے ہو وہی صحیح ہے۔ان میں ایک آدمی تھا جسے درباری ماحول یا یہاں کی قیود و حدود کا علم نہیں تھا۔ بادشاہ سے اجازت لے کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا بادشاہ سلامت! جو بات آپ نے کی اس میں یہ نقص ہے اور یہ خرابی ہے۔ یہاں آپ کا موقف صحیح نہیں۔ اس کا یہ کہنا تھا کہ بادشاہ کو غصہ آگیا اسے بے عزتی اور بے ادبی کا مرتکب قرار دیا۔ دربار میں موجود لوگوں میں کسی نے قلم سے کسی نے دوات سے (غرض جو جس کے ہاتھ آیا)اسے مارنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس بے چارے کو قتل کر دیا گیا۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ میں۔اگرچہ تمہارا خلیفہ اور حاکم ہوں لیکن مجھ سے کسی قسم کا خوف نہ کھاؤ۔ جو بات ذہن میں آئے یا جو اعتراض ہو ضرور کرو میں بخوشی سننے کے لئے تیار ہوں۔ یا امیر المومنینؑ آپ صرف عدالت خواہ نہیں تھے نہ صرف یہ کہ دنیا میں عدالت چاہتے تھے بلکہ عدالت کے زندہ کرنے والے اور دنیا کو اس کا مفہوم بتانے والے تھے۔ یا امیر المومنینؑ! کونسی خوبی اور فضیلت ہے جو خدا نے آپ کو عطا نہیں فرمائی۔

"آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری"

اے علیؑ! آدمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ، ابراہیمؑ اور سب پیغمبروں کے جو فضائل ہیں وہ آپؑ میں موجود ہیں۔ یا علیؑ! آپؑ تو محمدؐ کے نفس ہیں۔ خداوند متعال نے قرآن میں آپؑ کو نفس محمدؐ کہہ کر یاد کیا ہے۔ آپؑ شجاع بھی تھے اور سخی بھی۔ شجاعت ایسی کہ کوئی جنگ یا کوئی غزوہ ایسا نہیں جس میں آپؑ نے جوہر شجاعت نہ دکھائے

Presented by Ziaraat.Com

ہوں۔ عرب کے بڑے بڑے پہلوان کی کمریں توڑ دیں۔ یہاں تک کہ جبرائیلؑ کی آواز آئی۔ " لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار " آپؑ سخاوت میں بھی بے مثال تھے۔ نہ صرف اس وقت سخاوت کرتے جب اپنے پاس کچھ ہوتا بلکہ جب کچھ نہ ہوتا تو بھی دوسروں کی مدد کے لئے تیار رہتے تھے۔ کمال تو یہی ہے کہ جب انسان کے پاس کچھ نہ ہو تو بھی سخاوت کرے۔ ایک دن مقداد کو مالی پریشانی در پیش آئی۔ حضرتؑ کو اطلاع ملی' آپؑ نے فوراً ایک صحابی سے فرمایا' جس باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ کھجوریں کاشت کی تھیں وہ پک گئیں ہیں انہیں جا کر بیچ دو۔ صحابی نے انہیں ۱۲ ہزار درہم میں بیچ دیا۔ حضرتؑ نے وہ رقم مقداد اور دوسرے صحابہ میں تقسیم کردی۔ فقراء کو پتہ چلا تو سب حضرتؑ کے پاس آئے۔ آپؑ ہاتھ بھر بھر کر انہیں دیتے رہے اور جب گھر پہنچے تو آپؑ کے پاس کچھ نہیں بچا تھا۔ عرب شاعر کہتا ہے۔

لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ مُسْتَنْکَرٌ اَنْ یَجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٍ

خدا قادر ہے اس کے لئے بعید اور مشکل نہیں کہ سارا عالم ایک آدمی میں جمع کردے۔ مولائے متقیان علی ابن ابیطالبؑ تمام تر صفات کا مجموعہ ہیں۔ صفات الٰہیہ کا مظہر ہیں۔

چونکہ آپؑ کی شہادت کا دن ہے۔ اس لئے چاہتا ہوں مصائب زیادہ پڑھوں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ آپؑ مظلوم ہیں۔ آپؑ نے اپنی مظلومیت کو نہج البلاغہ کے خطبہ نمبر ۳ میں بیان فرمایا ہے۔

" صَبَرْتُ وَ فِی الْعَیْنِ قَذًی وَ فِی الْحَلْقِ شَجًی "

مجھ پر یہ پچیس سال بہت گراں گزرے لیکن میں نے صبر کیا اور اس آدمی کی مانند تکلیف میں رہا کہ جس کی آنکھ میں کانٹا اور گلے میں ہڈی اٹکی ہو۔ آپؑ خلافت سے پہلے بھی اور خلافت کے بعد بھی مظلوم تھے۔

Presented by Ziaraat.Com

حصول مقصد کے لئے وسیلے کے انتخاب میں کیمونسٹ اور مسلمانوں کے درمیان بحث ہے۔ مسلمان کہتے ہیں جب مقصد پاک ہو' ہدف پاک ہو تو اس مقصد تک پہنچنے کے لئے حق کا راستہ انتخاب کرنا چاہئے۔ حق تک پہنچنے کے لئے حق کا راستہ ضروری ہے۔ لیکن کیمونسٹ کہتے ہیں کہ مقصد جب پاک ہے تو مقصد کی وجہ سے غلط راستہ بھی صحیح بن جاتا ہے یعنی آپ کو مقصد حاصل کرنے سے غرض ہونی چاہئے وسیلہ خواہ باطل ہی کیوں نہ ہو۔(اسی طرح کے خیالات صیہونی بھی رکھتے ہیں۔ ادارہ)

جنگ عظیم دوم میں کیمونسٹوں کا رویہ واضح تھا کہ وہ فاشسٹوں کے مخالف تھے لیکن انہوں نے اسی مقام پر اپنے دشمن کے خلاف فاشزم کا ساتھ دیا۔ اسی طرح سرمایہ دارانہ نظام کے مخالف تھے لیکن اسی جنگ عظیم میں اپنے اس اصول کی مخالفت کی۔ مگر اسلام کہتا ہے کہ اگر مقصد پاک ہے ہدف حق ہے تو اس کے لئے حق کا راستہ اپنانا چاہئے کیونکہ وسیلہ مقصد کا ایک جز ہے۔لہذا پاکیزہ چیز کے تمام اجزاء پاک ہونے چاہئیں۔

سب جانتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اپنی خلافت کا دعویٰ کیا۔نہج البلاغہ میں موجود ہے کہ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں''خلافت میرا حق ہے''لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا مولاؑ نے اس خلافت تک پہنچنے کے لئے نا جائز راستہ اختیار کیا؟ نہیں' ہرگز نہیں !! اور اگرچہ کر سکتے تھے اسی وقت جب حضرت رسول اللہؐ کا جنازہ رکھا تھا غسل و کفن کو چھوڑتے اور سقیفہ میں چلے جاتے لیکن مولا علیؑ تو مولا علیؑ ہیں۔

اگر امیر المومنین علی علیہ السلام کا ہدف خلافت تک پہنچنا تھا تو جیسے معاویہ نے امیر المومنینؑ کے خلاف لشکر کشی کی۔آپؑ کے پاس بھی لوگ موجود تھے اور آپؑ ایسا کر سکتے تھے یا جیسے طلحہ اور زبیر بصرہ گئے اور جنگ جمل شروع کی تو آپؑ بھی کر

Presented by Ziaraat.Com

سکتے تھے۔ لیکن نہیں کیا۔ یا حضرتؑ خلفاء کو غلط مشورہ دے سکتے تھے تا کہ لوگوں کا اعتماد خلفاء سے اٹھ جائے اور ان کی حکومت ختم ہو جائے مگر جب بھی انہوں نے امیر المومنینؑ سے مشورہ کیا آپؑ نے حق اور صحیح مشورہ دیا۔ یہاں تک کہ ستر مرتبہ (شیعہ و سنی تواریخ اس پر گواہ ہیں) کہا گیا۔ "لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ" !! یا جب عبدالرحمٰن بن عوف نے مولاؑ کو یہ پیش کش کی کہ میں آپ کو ووٹ دوں گا لیکن فلاں شرط کے ساتھ تو مولاؑ اس کے ساتھ ساز باز کر سکتے تھے اور یہ کہہ سکتے تھے کہ میں تمہیں ولی عہد بناؤں گا میرے بعد خلافت تمہاری ہو گی۔ مگر یہ کام ناجائز ہیں اور حضرت ناجائز کام نہیں کرتے۔ یا جب اس نے کہا کہ کیا پیغمبرؐ کی سیرت، قرآن اور شیخین کی سیرت پر عمل کرو گے یا نہیں؟ ظاہراً حضرتؑ اسے کہہ سکتے تھے تا کہ خلافت مل جائے اور خلافت ملنے کے بعد تو کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا لیکن امیر المومنینؑ صادق ہیں۔ وہ خلافت کے لئے جھوٹ نہیں بول سکتے۔ یہ امیر المومنینؑ کی سیرت ہے۔

اسی طرح ابن ملجم کا آپؑ کو پتہ تھا اور اسے قتل بھی کر سکتے تھے حتیٰ کہ بعض اصحاب نے آپؑ سے خواہش کی لیکن مولاؑ فرماتے تھے جرم سے پہلے قصاص جائز نہیں۔ ابن ملجم پر امام لطف و مہربانی فرماتے اور اسے جوائز و انعامات دیا کرتے تھے لیکن اس کے مقابلے میں اس کے دل میں امیر المومنین علی علیہ السلام کے لئے کیا تھا؟

آج اگر امیر المومنینؑ سونے کے دروازے کھول دیتے، بیت المال ہر ایک پر جائز ہو جاتا، حکومت میں عہدے بکنے لگتے تو عمرو بن عاص یا مغیرہ بن شعبہ جو پہلے حضرتؑ کے پاس آئے تھے معاویہ کے پاس نہ جاتے۔ اسی طرح اگر حضرت جمل والوں کو کچھ دے دیتے تو وہ بغاوت نہ کرتے لیکن مولاؑ عادل ہیں اور چاہتے ہیں کہ دنیا میں عدالت رائج ہو جائے لہٰذا عدالت زندہ کرنے کے لئے انہیں بڑی بڑی

Presented by Ziaraat.Com

جنگیں اور مشکلات قبول کرنا پڑیں۔ لیکن اپنے اصولوں سے ایک ذرہ اور ایک سیکنڈ کے لئے بھی نہیں ہٹے۔ تاریخ لکھتی ہے۔ "قُتِلَ عَلِیٌّ بِشِدَّةِ عَدْلِهِ" علیؑ کی شہادت کی وجہ ان کی عدالت میں سختی تھی۔ علیؑ کی عدالت میں سختی کی وجہ سے وہ سب مخالف ہو گئے جو دنیا پرست و اقتدار پرست تھے اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرتے تھے۔

لیکن آزاد مرد اور حق و حقیقت کے ماننے والے جو نفس کی غلامی سے آزاد تھے، پروانوں کی طرح امیر المومنین علی علیہ السلام کے گرد گھومتے تھے۔ افسوس امیر المومنینؑ اتنے مظلوم ہو گئے کہ آخر دعا کی رسول اللہؐ کو خواب میں دیکھا اور کہا یا رسول اللہؐ اس امت کے ہاتھوں میرا دل خون ہے۔ مجھے اس امت نے بہت تکلیف پہنچائی ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ان کے لئے بددعا کرو حضرتؑ نے بد دعا کی۔ "خدایا ان پر بدترین آدمی مسلط کر دے اور مجھے ان سے اچھے لوگ عطا فرما" شب ضربت حضرتؑ کی دعا قبول ہوئی۔ دوسری رات سب گھر والے حضرتؑ کے گرد جمع ہو گئے۔ امام حسنؑ کو وصیت کی۔ "میرے پیارے بیٹے حسنؑ جب میں فوت ہو جاؤں تم مجھے غسل و کفن دینا اور وہ حنوط جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بہشت سے آیا تھا اس سے مجھے حنوط کرنا۔ اس کے بعد تابوت میں رکھنا اور صرف پچھلے پائے پکڑنا۔ آگے سے تابوت خود اٹھے اور چلے گا۔ جہاں تابوت ٹھہر جائے وہیں اتار دینا اور مٹی ایک طرف کرنا وہاں ایک تیار قبر ملے گی۔ جس پر میرا نام لکھا ہوگا۔ اس جگہ مجھے دفن کرنا۔ حسنؑ بیٹے میرے بعد تم لوگوں کو بہت سے مصائب و تکالیف کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن صبر کرنا۔ سید الشہداءؑ کی طرف منہ کیا اور کہا "یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ اَنْتَ شَهِيْدُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ" تم اس امت کے شہید ہو۔ میرے بیٹے حسینؑ تمہیں کربلا میں شہید کیا جائے گا۔ تمہاری مظلومیت پر جن و انس اور زمین و آسمان روئیں گے۔ گھر والوں کی طرف منہ کیا اور بیٹیوں سے کہا تکالیف کے لئے

Presented by Ziaraat.Com

تیار ہو جاؤ۔ تمہارے آگے سفر اور قید و بند کی صعوبتیں ہیں لیکن صبر، صبر، صبر

حضرت کی پیشانی پر پسینہ آ گیا۔ محمد بن حنیفہ نے کہا بابا جان! کیا محسوس کر رہے ہیں؟

فرمایا یہ مومن کی نشانی ہے کہ آخری وقت میں اس کی پیشانی پر پسینہ آتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ "اَسْتَوْدِعُکُمُ اللّٰہ اَسْتَوْدِعُکُمُ اللّٰہ" میں آپ سے خدا حافظ کرتا ہوں اور آپ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ مولاؑ کی روح پرواز کر گئی۔ گھر میں آہ و بکا ہونے لگی۔ کوفہ کے لوگ سمجھ گئے۔ سارے شہر میں گریہ اور آہ و بکا تھی۔ حسنینؑ نے مولاؑ کی وصیت پر عمل کیا۔ یہاں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ تاریخ پر نظر کریں، شیعہ و سنی کتابیں دیکھیں، کائنات میں پنجتن پاکؑ سے بالاتر کوئی نظر نہیں آئے گا وہ لوگ جن کے بارے میں فرمان الٰہی حدیث کساء میں مذکور ہے کہ میں نے آسمان، زمین، دریا اور پہاڑ صرف اور صرف ان لوگوں کی وجہ سے خلق کئے ہیں۔

یہ لوگ کون ہیں؟ هُمْ فَاطِمَةُ وَ اَبُوْهَا وَ بَعْلُهَا وَ بَنُوْهَا ہم تاریخ اسلام سے پوچھتے ہیں کہ ان پانچ ہستیوں، اصحاب کساء، اصحاب طہارت و عصمت، اصحاب وحی و خاندان رسالت کے جنازے کیسے اٹھائے گئے۔

پہلے معصوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ امیر المومنینؑ اور کچھ دوسرے افراد کے علاوہ آپؐ کے جنازے میں کوئی نہیں تھا۔ دوسرا جنازہ فاطمہ زہراؑ کا ہے جو رات کے وقت دفن ہوا اس میں بھی چند افراد کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ رسول اللہؐ کی بیٹی ہیں۔ رحمۃ للعالمین کی بیٹی ہیں چاہئے تو یہ تھا کہ سب مسلمان انؑ کے جنازے میں شرکت کرتے۔ عظمت و احترام کے ساتھ بی بیؑ کا جنازہ اٹھایا جاتا۔ تیسرا جنازہ امیر المومنینؑ کا ہے۔ حضرتؑ کا جنازہ بھی رات میں اٹھایا گیا اور اذان صبح سے پہلے دفن ہوا۔ اسی وقت چند (خالی) جنازے بصرہ اور مدینے کی طرف بھیجے گئے

Presented by Ziaraat.Com

تاکہ اصلی مرقد کا دشمن اور خوارج کو پتہ نہ چلے۔ حجاج بن یوسف کے زمانے میں کئی سو قبور نبش کی گئیں تاکہ حضرتؑ کا جسد مبارک حاصل کرسکیں۔ آپؑ کی قبر کا آئمہ اطہارؑ اور مخصوص شیعوں کے علاوہ کسی کو پتہ نہ تھا یہاں تک کہ امام صادقؑ کے زمانے میں منصور کی خلافت کے وقت حضرتؑ کی قبر ظاہر ہوئی۔

اسلام میں حضرت علیؑ کے جتنے فضائل و مناقب اور کارنامے ہیں کسی اور کے نہیں لیکن افسوس آپؑ کی مظلومیت پر۔

اسی طرح امام حسن مجتبیٰؑ کا جنازہ دیکھیں۔ جب پیغمبرؐ کے روضہ تک پہنچا تو ظالموں نے اس پر تیر برسائے۔ لیکن سب سے زیادہ مظلوم سید الشہداء ہیں۔ حضرت علیؑ کے جنازے کو غسل و کفن کیا گیا۔ گھر والے ان پر روئے۔ اصحاب موجود تھے۔ عزت و احترام سے حضرتؑ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ لیکن کربلا میں حسینؑ کے جنازے کو دیکھیں کہ تین دن اور تین راتیں کربلا کی گرم ریت پر بلا غسل و کفن اور بغیر سر مبارک پڑا رہا۔ یہاں تک کہ جب علیؑ کی بیٹی زینبؑ گیارہویں کے دن قتل گاہ پہنچیں' دیکھا کہ وہ لباس جو حضرتؑ نے بی بی سے مانگا تھا تاکہ بوسیدہ جان کر دشمن جسم پر رہنے دیں وہ بھی حضرتؑ کے جسم پر نہیں چھوڑا اور بدن کو تیروں تلواروں اور نیزوں سے بھر دیا ہے۔ سر بدن سے جدا ہے۔

علیؑ کی بیٹی نے جب بھائی کا جسم اس حالت میں دیکھا تو صبر نہ کرسکی منہ مدینے کی طرف کر کے کہا۔ "وَامُحَمَّداً صَلّٰی عَلَیْكَ مَلَائِكَةُ السَّمَآءِ وَ هٰذَا حُسَیْنُكَ مُرَمَّلٌ بِالدِّمَاءِ مُقَطَّعُ الْاَعْضَاءِ وَ بَنَاتُكَ سَبَایَا" میرے نانا آؤ آؤ حسینؑ کو دیکھو کہ گرمی میں پڑا ہے اور بدن پارہ پارہ ہے۔ سر بدن سے جدا ہو چکا ہے اور تمہارے گھر والوں کو ظالم اسیر کیے لے جا رہے ہیں۔ جب بی بی نے یہ کلمات کہے تو سب لوگ رونے لگے۔ علیؑ کی بیٹیؑ نے دونوں ہاتھ بھائی کے جسم کے نیچے کر کے کہا "اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا هٰذَا الْقُرْبَان" علیؑ کی بیٹی بھائی کے جنازے پر

Presented by Ziaraat.Com

بیٹھ گئی اور رونے لگی۔ عاشق و معشوق کے درمیان جو جدائی ہوئی تھی۔ بی بی نے بھائی کو نہیں دیکھا تھا چاہتی تھیں کہ جو ظلم ہوئے ہیں انہیں بیان کریں۔ بیٹھی تھیں کہ ایک دفعہ پیچھے سے کسی نے ہاتھ رکھا۔ بی بی نے دیکھا حسینؑ کی بیٹی سکینہؑ تھیں۔ بیٹی نے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہ جن پر آپ اتنا رو رہی ہیں؟ کہا نہیں پہچانا! کہا نہیں! فرمایا یہ تمہارے بابا حسینؑ ہیں۔ سکینہؑ بولیں پھوپھی جان اجازت دیجئے میں بابا جان کو بتاؤں کہ آپؑ کی شہادت کے بعد ہم پر کیا کیا مصیبتیں گزریں۔

صَلیَّ اللّٰہ عَلیَ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّد

موضوع۔ روزہ اور ماہ رمضان المبارک۔۳

مقام۔ پارا چنار

مناسبت۔ شہادت امیر المومنینؑ ۲۱ رمضان المبارک

Presented by Ziaraat.Com

قرآن کے موضوع پر قائد شہید ؒ کا پشاور میں خطاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰاَیُّھَا الْاِنْسَانُ اِنَّکَ کَادِحٌ اِلٰی رَبِّکَ کَدْحاً فَمُلٰقِیْہِ(انشقاق۔۶)

ہماری بحث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے بارے میں تھی کہ ہمیں آنحضرتؐ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی گزارنا چاہئے اور پھر عرض کیا تھا کہ رسول اکرمؐ کا خُلق قرآن ہے۔ حدیث میں ہے کہ "خُلُقُہٗ قرآن" پیغمبرؐ اور اہل بیتؑ پیغمبرؐ کا خُلق قرآن ہے۔ آج ہماری بحث قرآن کے بارے میں ہوگی کہ قرآن انسان کو بصیرت عطا کرتا ہے اور دلوں کو نورانیت بخشتا ہے اور انسان کی خدا کی جانب راہنمائی کرتا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ لقاء اللہ تک پہنچیں تو پھر ہمیں قرآن کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

قرآن سے استفادہ کرنے کی شرائط:

لیکن بات یہ ہے کہ قرآن سے فائدہ حاصل کرنے کی کچھ شرائط ہیں، جب تک وہ شرائط پوری نہ ہوں، قرآن پاک سے ہم صحیح طور پر فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ جیسے ہم عالم طبیعت میں دیکھتے ہیں کہ ایک دانہ گندم کو لیجئے۔ اس میں اتنی استعداد ہوتی ہے کہ اس سے پورا ایک پودا بن جاتا ہے اور اس سے خوشہ بنتا ہے جس میں کئی دانے ہوتے ہیں لیکن اس کے لئے کچھ شرائط ہیں۔

سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ زمین ہموار ہو۔ زمین میں استعداد ہو کہ وہ اس دانے کو قبول کر سکے، دوسری شرط یہ کہ زمین شور زدہ نہ ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ زمین سنگلاخ نہ ہو۔ اگر اس پر یہ دانے ڈالے جائیں تو وہ کوئی نتیجہ دیں گے۔ یہ نہ ہو کہ پرندے کھا جائیں۔ اسی طرح اگر زمین شور زدہ ہو تو اس زمین میں سے

Presented by Ziaraat.Com

بروقت پانی ملنا چاہئے ورنہ زمین خشک ہو جائے گی اور دانہ اس میں نشوونما نہیں پا سکے گا۔ اسی طرح زمین کی ساری شرائط تو پوری ہوں لیکن خود دانہ اور وہ بیج ہی فاسد ہو تو بھی آپ کوئی نتیجہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ وہ فاسد دانہ وہاں گل سڑ جائے گا نہ اس سے کوئی درخت بنے گا نہ زمین کی زرخیزی اس کے کام آئے گی۔ یہ ہے عالم طبیعت۔

اب قرآن کی آیات کو لیجئے۔ اگر ان آیات قرآنی سے ہمیں مکمل، فائدہ اٹھانا ہے تو ضروری ہے کہ ہم اپنے آپ کو اس کے لئے آمادہ کریں اور ان تمام شرائط کا ہونا ہمارے لئے ضروری ہے جن کے ذریعے قرآن سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ انسان کا وجدان' ضمیر اور فطرت فاسد نہ ہوں۔ اگر ایک انسان کا وجدان و ضمیر ہی فاسد ہو تو پھر قرآنی آیات سے فائدہ اٹھانا اس کے لئے مشکل ہے۔ چونکہ "ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ" (بقرہ۔۲) یہ قرآن ہدایت ہے لیکن متقین کے لئے۔ ایک لحاظ سے یہ قرآن سب کے لئے ہدایت ہے۔ ابوذرؓ کے لئے بھی اور ابو جہل کے لئے بھی لیکن فرق یہ ہے کہ ابو جہل اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکا جبکہ ابوذرؓ نے قرآن سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ یہ اس لئے کہ ابوذرؓ نے قرآن سے استفادہ کرنے کی شرائط اپنے اندر پیدا کی تھیں۔ اپنے آپ کو آمادہ کیا تھا' وحی الٰہی سے ہدایت حاصل کرنے کی لیاقت پیدا کی تھی اور ابو جہل کے اندر ایسی شرائط نہیں تھیں۔ لہٰذا ابو جہل' ابو لہب جیسے لوگ یا ان جیسوں کی صفات کے حامل افراد قرآن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ حالانکہ ابو جہل و ابولہب یہ آیات قرآن سنتے رہے۔ ادھر ابوذرؓ ' مقدادؓ ' سلمانؓ اور بلالؓ بھی صدائے وحی کو اپنی جان و روح کی گہرائیوں سے سن کر فائدہ اٹھاتے رہے اور قرآن نے اس بارے میں فرمایا ہے۔

"نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ"

Presented by Ziaraat.Com

اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے تم پر قرآن نازل کیا' اس میں ہر چیز کا بیان ہے یعنی آپ کی زندگی سے متعلق ہر چیز کا بیان ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔

"وَهُدًى وَّرَحْمَةً وَّ بُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ" (نحل ۔ ۸۹)

اور یہ قرآن ہدایت ہے' رحمت ہے اور بشارت ہے ان افراد کے لئے جو تسلیم شدہ ہیں' جو مسلمان ہیں یعنی جو اس کی اہلیت رکھتا ہے' اس کے لئے ہدایت بھی ہے رحمت بھی ہے اور بشارت بھی۔ قرآن کی یہ خصوصیت ہے کہ افراد کو بصیرت بخشتا ہے۔ انہیں ہدایت کرتا ہے' ان کی راہنمائی کرتا ہے۔ مگر ان افراد کو جو ہدایت' بشارت' رحمت کی قابلیت رکھتے ہوں اور ان چیزوں کے حصول کے لئے آمادہ ہوں۔

قرآن کی مثال بارش کی سی ہے۔ بارش کی خصوصیت ہے کہ اگر کھیتوں پر برسے تو زمین کو سرسبز کرتی ہے۔ فصلیں اگاتی ہے۔ اگر گلشن پر برسے تو گل و گلزار کو سرسبز کرتی ہے لیکن یہ بارش اگر سنگلاخ' پتھریلی زمین پر برسے تو اسے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ یہاں آپ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کیسی بارش ہے؟ آپ تو کہتے ہیں بارش کا کام زمین کو سرسبز و شاداب بنانا ہے۔ پودے اگاتا ہے' پھول کھلاتا ہے اور فصلیں اگاتا ہے تو یہاں بارش کا اثر کیوں نہیں ہوا؟ سنگلاخ اور پتھریلی زمین پر بارش نے اپنا اثر کیوں نہیں چھوڑا؟

جواب یہ ہے کہ بارش میں تو یہ خصوصیات ہیں۔ بارش کا تو کوئی قصور نہیں۔ یہ خامی تو زمین کی ہے جو پتھریلی ہے یا شورزدہ ہے۔ یہ اس زمین کا قصور ہے کہ وہ بارش کی اس خصوصیت سے استفادہ نہیں کر سکتی۔ ورنہ بارش میں تو خدا نے یہ خصوصیت رکھی ہے۔ اب کوئی ایسا ہو جو اس کی اس خصوصیت سے فائدہ اٹھائے۔ ایک دوسری مثال کو لے لیں' سورج کا نور اور روشنی سب کے لئے یکساں ہے جو پوری دنیا کو روشن کرتی ہے۔ راستوں کے اتار چڑھاؤ سے آگاہ کرتی ہے۔ لیکن

Presented by Ziaraat.Com

ایک شخص کی آنکھیں خراب ہیں۔ اسے سفید روشنی میں بھی کچھ نظر نہیں آتا۔ اب بتائیں قصور کس کا ہے؟ کمی کس کی طرف سے ہے؟ یہ شخص سورج کی اس خصوصیت سے محروم ہے تو اس میں سورج کا کیا قصور ہے؟ یہ تو اس مرض کا قصور ہے جو اس کی آنکھوں کو لاحق ہے۔ بعینہ یہ مسئلہ قرآن پاک اور ہمارے درمیان ہے۔ ہم ہیں کہ قرآن سے استفادہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ قرآن تو سب کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ اس رحمت و ہدایت سے بہرہ ور اور قرآن کی اس خصوصیت سے وہی لوگ مستفید ہو سکتے ہیں کہ جن کے قلوب مریض نہ ہوں' جو کسی روحانی مرض کا شکار نہ ہوں چونکہ قرآن روح کو زندہ کرتا ہے قلوب کو سرسبز و شاداب بناتا ہے قلب اور روح پر اثر کرتا ہے۔

بنابرایں جب افراد کے دلوں میں مرض ہے۔ جن کی فطرت' جن کا ضمیر' جن کا وجدان مر چکا ہے اور فاسد ہو چکا ہے وہ قرآن سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے بلکہ ان کے لئے یہ قرآن گمراہی کا باعث بن سکتا ہے۔

" يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْراً وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْراً وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ " (بقرہ۔۲۶)

بہت سے لوگ اس سے گمراہ ہو جاتے ہیں اور بہت سے اس سے ہدایت پاتے ہیں اور گمراہ نہیں ہوتے مگر وہ لوگ جو فاسق ہیں۔ اس کلام اللہ سے' اس حق سے اور اس قرآن سے فاسقین گمراہ ہوتے ہیں جن کی فطرت مریض ہے اور جن کے وجدان مر چکے ہیں وہ گمراہ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

لہٰذا پہلا کام جو ہمیں کرنا چاہئے وہ یہ ہے کہ قرآن سے فائدہ اٹھانے کی شرائط اپنے اندر پیدا کریں۔ اگر یہ شرائط ہم میں موجود نہیں تو ماہ رمضان میں ہم دس قرآن بھی ختم کر لیں فائدہ نہیں اٹھا سکتے جو قرآن کا مقصود ہے' جو قرآن ہمیں عطا کرنا چاہتا ہے۔ جس طرح ابوجہل' ابولہب اس قرآن سے فائدہ نہ اٹھا سکے ہم بھی اس قرآن سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ چونکہ آپ دیکھتے ہیں کہ انسان بعض

Presented by Ziaraat.Com

اوقات مادیات میں، اس دنیا میں اس قدر مستغرق ہوتا ہے، اس قدر اس دنیا میں ڈوب جاتا ہے کہ اپنی آخرت کو بھول جاتا ہے۔ خدا کو بھول جاتا ہے۔ وہ متوجہ نہیں ہوتا کہ اسے کسی اور جگہ جانا ہے۔ اسے کسی اور منزل پر پہنچنا ہے۔ لہٰذا ایسے حالات کو اپنے آپ سے دور کرنا چاہئے۔ خدا نخواستہ یہ حجاب، یہ پردہ خدا اور ہمارے درمیان حائل ہو جائے تو ہمارے لئے خطرناک ہے۔ اس پردے اور حجاب کی موجودگی میں ہم قرآن سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ یہ کیفیت ہم پر بُرا اثر چھوڑتی ہے۔ آیات قرآنی اور احکام الٰہی سے نہ صرف ہماری روح قوی ہو جاتی ہے بلکہ ہمارے دل بھی قوی ہو جاتے ہیں۔

امیر المومنینؑ کی وصیت

امیر المومنین علیہ السلام جب جنگ صفین سے واپس آ رہے تھے تو ایک جگہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے نام وصیت میں فرماتے ہیں۔

"مِنَ الْوَالِدِ الْفَانِ ' اَلْمُقِرِّ لِلزَّمَانِ ' اَلْمُدْبِرِ الْعُمُرِ ' اَلْمُسْتَسْلِمِ لِلدَّهْرِ"

(نہج البلاغہ، مکتوب ۳۱)

یہ وصیت بہت مفصل ہے۔ میری مراد یہاں صرف ایک جملے سے ہے۔ یہاں ایک اور بات کی طرف اشارہ کرتا چلوں کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے بیٹا کہہ کر مخاطب کرنے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اس وصیت کے مخاطب صرف حضرت امام حسن علیہ السلام ہیں بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام اس امت کے باپ ہیں۔ بنابراین جو غیر سید ہیں لیکن امیر المومنین علیہ السلام کو اپنا پیشوا اور امام مانتے ہیں وہ ان کی روحانی اولاد ہیں۔ لہٰذا اس وصیت کے درحقیقت ہم ہی مخاطب ہیں اور پوری امت مخاطب ہے۔ اس وصیت میں امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

Presented by Ziaraat.Com

اے میرے بیٹے! جب میں نے دیکھا کہ میری عمر زیادہ ہو گئی ہے اور میرے بدن میں روز بروز کمزوری پیدا ہوتی جا رہی ہے لہٰذا میں نے تمہیں وصیت کرنے میں جلدی کی اور اس میں کچھ اہم مضامین درج کیے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت میری طرف سبقت کر جائے اور دل کی بات دل ہی میں رہ جائے یا بدن کی طرح عقل و رائے بھی کمزور پڑ جائے یا وصیت سے پہلے ہی تم پر کچھ خواہشات کا تسلط ہو جائے۔ (یہاں پر امام علیہ السلام کا اشارہ ہم لوگوں کی جانب ہے ورنہ امام حسن علیہ السلام تو معصوم تھے) پھر امام علیہ السلام فرماتے ہیں۔

یا دنیا کے فتنے و مشکلات تمہیں گھیر لیں۔ تو تم بھڑک اٹھنے والے منہ زور اور سرکش اونٹ کی مانند ہو جاؤ۔ کیونکہ کم سن کا دل اس خالی زمین کی طرح ہوتا ہے جس میں جو بیج ڈالا جائے وہ اسے قبول کر لیتی ہے......الخ۔

(کیسٹ میں جملے نارسا ہیں اور مفہوم واضح نہیں ہے لہٰذا ترجمے کے لئے نہج البلاغہ ترجمہ علامہ مرحوم مفتی جعفر حسینؒ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو مکتوب نمبر ۳۱ ص ۷۰۵، طبع امامیہ پبلیکیشنز)

یہ وصیت ہمیں بتاتی ہے کہ جب ہم پر خواہشات نفسانی کا غلبہ ہو گا ہم کسی چیز سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ نہ قرآن سے نہ نہج البلاغہ سے۔

وہ شخص جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا بنایا ہوا ہے یعنی ہر چیز کو اپنی خواہشات پر قربان کرتا ہے حتیٰ کہ مذہب کو بھی اس پر فدا کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنی عزت و ناموس، سب کچھ اپنے نفس پر، اپنی خواہشات پر قربان کرتا ہے تو یہ شخص علم و آگاہی کے ساتھ اور جان بوجھ کر گمراہی کی پیروی کرتا ہے۔

بنا برایں اگر ہم خواہشات نفسانی پر قابو نہ پائیں تو نہج البلاغہ کے خطبے ہوں یا قرآن کی آیات، ہمارے دلوں پر اثر نہیں کریں گے۔ چونکہ ہمارے دل مردہ ہو چکے ہیں۔ اس کے بعد ہم اگر قرآن کو گردن میں ہی کیوں نہ ڈال لیں پھر ہم

Presented by Ziaraat.Com

نہج البلاغہ کے خطبات کو حفظ ہی کیوں نہ کر لیں' کوئی اثر نہیں ہو گا۔ لہٰذا پہلی شرط قرآن سے صحیح فائدہ اٹھانے کی یہ ہے کہ:

ہمارا دل زندہ ہو' مرا ہوا نہ ہو۔ ہمارا دل فاسد نہ ہو۔ ہماری فطرت ہمارا وجدان فاسد نہ ہو۔ اگر انسان کی فطرت و وجدان فاسد ہو جائے تو وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

پس برادران عزیز! ہمیں اپنی خواہشات پر قابو پانے کی طرف متوجہ ہو جانا چاہیے۔ اپنے نفس کو لگام دینا چاہیے۔ جس طرح حیوان کو لگام دی جاتی ہے۔ ایک خطبہ میں امیر المومنین علیہ السلام گناہوں اور خواہشات نفسانی کی پیروی کو اس سرکش گھوڑے سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جس پر انسان سوار ہو اور اس کی لگام انسان کے ہاتھ سے نکل چکی ہو۔ اب آپ بتائیں! ایک سرکش گھوڑا انسان کو کہاں لے جائے گا؟ ایسے میں ہلاکت کے سوا اس کا نصیب کیا ہوگا؟

دیکھیں مولا علی علیہ السلام خواہشات اور گناہوں کو سرکش گھوڑے سے تعبیر کرتے ہیں۔ اگر اس پر ہم قابو نہیں پائیں گے اور اس کی طرف توجہ نہیں کریں گے تو وہ ہمیں ہلاک کر ڈالے گا۔ آہستہ آہستہ ہم تباہ ہو جائیں گے۔ خواہشات کی پیروی اور گناہ انسان کو ایک دم تباہ و ہلاک نہیں کرتے۔ آپ ایک خطرناک و ظالم و سفاک قسم کے انسان کو دیکھیں' کسی ڈاکو کو دیکھیں کیا وہ پہلے دن ہی سے ایسا تھا؟ یا وہ اپنی زندگی کے مختلف مراحل سے گزرنے کے بعد آہستہ آہستہ اس مقام تک پہنچا ہے۔ وہ گناہ' ایک برائی ایک دفعہ یا دو دفعہ یا تین دفعہ انجام دیتا ہے پھر وہ اس میں راسخ ہو جاتی ہے اور اس کا دل مسخ ہو جاتا ہے لیکن اسے بالکل پتہ نہیں چلتا۔ پھر وہ اچھائی اور برائی میں تمیز کرنے میں مشکل محسوس کرتا ہے۔ وہ برائی اور گناہ کے ادراک کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتا ہے۔ پھر وہ ایک آدمی کو قتل کرتا ہے اور اس کو احساس تک نہیں ہوتا' ہزار آدمی قتل کرتا ہے اسے محسوس تک

Presented by Ziaraat.Com

نہیں ہوتا کہ اس نے کیا کیا ہے؟ لیکن آپ ایک چوزے کو بھی مار ڈالیں یا پہلی دفعہ اسے ذبح کریں تو آپ کا دل کانپتا ہے ڈر سا محسوس ہوتا ہے لیکن وہ شخص جس کا دل مسخ ہو جائے دل فاسد ہو جائے' فطرت خراب ہو جائے' وہ لاکھوں انسانوں کو بھی ہلاک کر ڈالے تو اسے احساس تک نہیں ہوتا۔ آپ صدام کو ہی لیجئے۔ اس صدام نے لاکھوں مسلمان افراد کو' دنیا کے بہترین لوگوں کو اور باایمان افراد کو ایران و عراق میں موت کے گھاٹ اتارا ہے۔لیکن اس کو احساس تک نہیں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انسانی فطرت فاسد ہو جائے خواہشات نفسانی اس پر غالب ہو جائیں تو پھر وہ سمجھ ہی نہیں سکتا کہ میں کیا کر رہا ہوں۔

لہذا آپ سے عرض کرتا ہوں البتہ پہلے اپنے آپ کو کہتا ہوں پھر آپ کو کہ ماہ رمضان المبارک کا وقت تربیت نفس کا وقت ہے۔یہ تربیت نفس کا مہینہ ہے' تہذیب و تزکیہ کا مہینہ ہے' خواہشات نفسانی پر قابو پانے کا مہینہ ہے۔

یہ جو آپ صبح سویرے اٹھتے ہیں فجر سے لے کر غروب آفتاب تک نہ کچھ کھاتے نہ کچھ پیتے ہیں یہ سب تہذیب نفس ہے۔نفس کو کنٹرول کرنے کے لئے ہے۔ حتیٰ کہ آپ اس دوران کوئی حلال چیز بھی نہیں کھاتے حالانکہ وہ موجود ہوتی ہے۔ یہ سب تربیت نفس کے لئے ہے کہ ایک ماہ انسان نفس کی تربیت کرے تاکہ پورا سال خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچا رہے۔ لہذا ہمیں ان دنوں سے' ان مبارک ایام سے' ان لحظات کی برکتوں سے اور ان دنوں کی رحمتوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہئے۔ تاکہ ماہ مبارک رمضان کے گزرنے کے بعد ہمارے نفس تربیت پا چکے ہوں اور پورا سال گناہوں سے خدا کی نافرمانی سے محفوظ رہیں۔ ہمارے افکار پاکیزہ ہو جائیں۔ ہمارے دل آمادہ ہو جائیں۔ ہم قرآن سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔ نفس ہمیں ادھر ادھر نہ لے جائے بلکہ ہم نفس کو جہاں

Presented by Ziaraat.Com

چاہیں لے جائیں۔ یہ سرکش گھوڑا ہمارے قابو میں آجائے۔اس کی لگام ہم اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

یہ سب کچھ ہو سکتا ہے اگر ہم نے ماہ مبارک صحیح معنوں میں گزارا ہو۔ ہم اس مقام پر فائز ہو سکتے ہیں کہ جہاں ہم چاہیں اپنے نفس کو لے جائیں نہ کہ نفس جہاں چاہے ہمیں لے جائے۔ ماہ رمضان کے بعد ہم اس مقام پر فائز ہو سکتے ہیں۔ ماہ رمضان کے بعد قرآن سے ہم پوری طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ماہ رمضان قرآنی بہار کا مہینہ ہے۔ہمیں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُه

موضوع: قرآن اور ہم

مقام: پشاور

مناسبت: ماہ مبارک رمضان

Presented by Ziaraat.Com

عدل کے موضوع پر شہید" کا پہلا خطاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہمارا موضوع بحث یہ تھا کہ اہلحدیث چونکہ دینی امور کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہمیں بغیر کسی چون و چرا تعبداً قبول کرنے چاہئیں! چونکہ اہل حدیث تعقل و تدبر کی اجازت نہیں دیتے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ خدا عادل ہے اور خدا نے اس نظام عالم کو عدالت پر بنایا ہے تو پھر!

یہ اختلافات کیوں؟ یہ بیماریاں کیوں؟ یہ موت وحیات کیوں؟ یہ سوالات اور ان کے جوابات سرے سے ہی ختم ہو جاتے ہیں اس لئے وہ کہتے ہیں کہ اصلاً ان چیزوں کی اجازت نہیں ہے۔ جس طرح ہم نے مثال دی کہ جب ایک شخص سے سوال کیا گیا۔ " اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی "(طہ۔۵) سے کیا مراد ہے؟ تو اس نے غصے میں جواب دیا کہ " اَلْکَیْفِیَّۃُ مَجْھُوْلَۃٌ وَالْاِسْتَوٰی مَعْلُوْمٌ فَالسُّوَالُ بِدْعَۃٌ " سوال کرنا بدعت ہے!! اور پھر اس شخص کو مجلس سے اٹھا دیا۔ اس جواب سے اس نے اپنے آپ کو مطمئن کر لیا۔ دوسرا گروہ اشاعرہ کا ہے۔ اشاعرہ بھی یہ کہتے ہیں کہ اشیاء کا حسن اور قبح ذاتی نہیں ہے !(یعنی اشیاء فی ذاتہ اچھی یا بری نہیں ہوتیں) خدا جو چیز انجام دیتا ہے وہ عدل ہے اور جو انجام نہیں دیتا وہ ظلم ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خداوند متعال کے ساتھ فعل میں شریک ہونا یہ بھی جائز نہیں ہے۔ پس خداوند متعال ہے کہ سب کچھ انجام دے رہا ہے۔ جس طرح معاذ اللہ کہتے ہیں کہ شر بھی اس کی طرف سے اور خیر بھی اس کی طرف سے!! بنابرایں وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ خدا انجام دے رہا ہے وہ عدل ہے اور یہاں فاعل فقط اور فقط خدا ہے۔ تو پس ان کے نظریئے کے مطابق ظلم دنیا میں ہے ہی نہیں۔ یہ بھی ایک طرح سے عدل کے منکر ہو گئے۔ ان کے لئے بھی یہ مسئلہ پیش

Presented by Ziaraat.Com

ہی نہیں آئے گا کیونکہ ان کے نزدیک ظلم ہے ہی نہیں کہ آپ اعتراض کریں کہ یہ کیوں ایسا ہے؟ اس کے متعلق بھی ہم نے عرض کیا کہ یہ صحیح نہیں ہے۔

تیسرا گروہ عدلیہ کا ہے جس میں معتزلی اور شیعہ آتے ہیں یہ لوگ اشیاء کے لئے حُسن و قبح ذاتی کے قائل ہیں یعنی ہماری عقل ہمیں یہ کہتی ہے کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اچھی ہیں' نیک اور حَسن ہیں اور کچھ کام ایسے ہیں جو برے اور قبیح ہیں۔جیسا کہ ہم نے مثال دی کہ آپ اگر چین بھی چلے جائیں یا روس یا جہاں مذہب وجود ہی نہیں رکھتا چلے جائیں وہاں بھی عدل کو اچھا اور نیک سمجھتے ہیں اور ظلم کو برا سمجھا جاتا ہے۔تو یہ حکم کس کا ہے؟ یہ جناب عقل کا حکم ہے۔عقل یہ کہتی ہے کہ عدل اچھا ہے اور ظلم برا ہے۔ پس عدلیہ کا نظریہ یہ ہے کہ اشیاء کے لئے حسن و قبح ذاتی ہے۔

اشاعرہ کی دوسری بات جو وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کے ساتھ فعل میں کوئی بھی شریک نہیں' عدلیہ ان کی بات کی بھی نفی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے علاوہ بھی فاعل ہیں !! ان دو باتوں کو عدلیہ تسلیم کرتے ہیں لیکن پھر وہ کس حوالے سے کہتے ہیں کہ خدا عادل ہے۔ اس حوالے سے کہ چونکہ خدا ہے کہ جس نے عقل کو خلق کیا ہے اور ہماری عقل مستقل طور پر کچھ چیزوں کو اچھا سمجھتی ہے اور کچھ چیزوں کو برا۔ ہمارے انسانی معاشرے میں معیار اور مقیاس عدل اور ظلم ہے۔ مثلاً جو کام اچھا ہے ہم کہتے ہیں اس کو انجام دینا چاہئے اور جو کام برا ہے اس کو انجام نہیں دینا چاہئے تو عدلیہ کہتے ہیں کہ خداوند متعال کے کاموں میں بھی عدل اور ظلم مقیاس ہو سکتا ہے۔ چونکہ عدل اچھا اور نیک ہے۔ اس لئے خدا ضرور عدل کرتا ہے اور چونکہ ظلم برا ہے اس لئے خداوند متعال نہیں کرتا۔ اس حوالے سے وہ کہتے ہیں مثلاً ہم یوں مسئلے کو بیان کرتے ہیں خدا اس کو اس لئے انجام دیتا ہے کہ چونکہ یہ اچھا' نیک اور دوسرے لفظوں میں عدل ہے۔ اور کیوں خدا اس کام کو

Presented by Ziaraat.Com

انجام نہیں دیتا چونکہ وہ برا اور ظلم ہے اور خدا ظلم نہیں کرتا۔ پس جس طرح ہم اپنے معاشرے میں حسن اور قبح عدل و ظلم کو معیار قرار دیتے اسی طرح جو چیز اچھی ہے خدا پر واجب ہے کہ انجام دے اور جو چیز بری ہے خدا وہ انجام نہیں دے سکتا۔ یعنی ظلم نہیں کر سکتا۔ یہ گروہ عدلیہ ہے ! ایک اور گروہ حکماء (اسلامی فلاسفہ) کا ہے۔ یہ لوگ یہاں پر اشاعرہ کے نظریئے کے بھی قائل نہیں ہیں اور عدلیہ کے ساتھ بھی ان کا اختلاف ہے۔ اشاعرہ کی طرح قائل نہیں ہیں کہ کوئی فعل میں خدا کے ساتھ شریک نہیں ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ خدا کے علاوہ بھی فاعل ہیں۔ فاعلیت فقط خدا میں منحصر نہیں بلکہ خدا کے علاوہ بھی فاعل ہیں۔ اسی طرح حُسن و قبح کے بھی قائل ہیں لیکن اس کو انسانی معاشرے کی حد تک محدود سمجھتے ہیں اور خدا کے کام میں حسن و قبح کو معیار قرار نہیں دیتے۔ اس کے علاوہ یہ لوگ عدل و ظلم کے مسئلے میں بھی عدلیہ سے اختلاف رکھتے ہیں البتہ یہ لوگ حسن و قبح کے قائل ہیں لیکن خدا کے لئے اسے معیار قرار نہیں دیتے مثلاً جس طرح عدلیہ کہتے ہیں کیونکہ یہ کام اچھا ہے اس لئے خدا اسے انجام دیتا ہے اور یہ کام برا ہے اس لئے انجام نہیں دیتا ہے۔ فقط یہیں تک نہیں بلکہ ان کے نزدیک عدل کا معیار بہت بلند ہے۔ جس کا بعد میں ہم ذکر کریں گے۔ پس ایک نظریہ اور فکر اہلحدیث و اشاعرہ اور ایک فکر عدلیہ کی ہوگئی کہ جس میں معتزلی بھی آتے ہیں اور کچھ شیعہ بھی آتے ہیں اور ایک فکر حکماء یا اسلامی فلاسفہ کی ہے۔اب ہم اصل موضوع پر آتے ہیں تاکہ بتائیں کہ عدل ہے کیا؟ عدل کے لئے ہم تقریباً چار مقامات بتا سکتے ہیں یعنی عدل کے استعمال کے لئے چار موارد ہیں۔ کون کون سے چار موارد؟

1: موزوں کے لئے !موزوں کس طرح؟ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ ایک معاشرے کو اگر معتدل' پائیدار اور برقرار رہنا ہو تو اس کے لئے ضروری ہے کہ اس میں سیاسی د

Presented by Ziaraat.Com

اقتصادی ضروریات اور علمی و اخلاقی مسائل اور احتیاجات جو ان کی ضروریات کے مطابق ہوں' پورے ہوں' نہ کم نہ زیادہ۔ یہاں پر مسئلہ کل کا ہے' جز کو ہم ابھی مدنظر نہیں رکھیں گے۔ ہم کل کو دیکھیں گے۔ اگر کل کا مسئلہ حل ہو گیا تو فبہا جز کو اگر نقصان بھی پہنچے تو وہ اہم نہیں ہے۔ اصل مسئلہ کل کا ہے یا مثال کے طور پر فزیکل کے حوالے سے آپ ایک مشین بناتے ہیں کمپیوٹر یا ٹیلی ویژن یا کوئی بلا بناتے ہیں تو اس میں آپ دیکھتے ہیں کہ اس میں فلاں چیز کتنے فیصد چاہئے' فلاں چیز کتنی مقدار میں ہونی چاہئے وغیرہ وغیرہ یا کیمیکل کے حوالے سے آپ کوئی دوا بنانا چاہتے ہیں تو آپ ایک فارمولا تیار کر کے کہتے ہیں کہ فلاں مادہ اس میں اتنے فیصد ہونا چاہئے۔ فلاں فلاں مادہ اتنے فیصد ہونا چاہئے۔ فلاں چیز کتنی مقدار میں ہونی چاہئے یہ نہیں کہتے کہ سارے مادے اتنے فیصد ہونے چاہئیں بلکہ وہ مادہ بیس فیصد' وہ پچاس فیصد اور وہ مادہ ایک فیصد !! یعنی وہ فارمولا آپ تیار کرتے ہیں تو اس کو ہم کہتے ہیں موزوں۔ جس کے لئے وہ موزوں ہو' جتنا اس کے لئے ضرورت ہو ہم کہتے ہیں یہ بالکل عدل ہے۔ آپ کہتے ہیں یہ معتدل ہے۔ بنابرایں ہم یہاں یہ کہتے ہیں کہ یہ جہاں جو خدا نے بنایا ہے یہ معتدل ہے اس میں عدل ہے۔ جس طرح قرآن میں ارشاد رب العزت ہے۔

"وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ" (الرحمٰن ـ ۷)

"ہم نے آسمان کو بلند کیا اور میزان کو وضع کیا۔" یا حدیث میں بھی ہے۔

"بِالْعَدْلِ قَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ"

عدل پر یہ زمین و آسمان قائم ہیں ـ یعنی ان میں جتنی ضرورت ہے اتنا خدا نے ڈال دیا ہے۔ مثال کے طور پر ہم اگر نظام شمسی کا مطالعہ کریں۔ نظام شمسی میں سورج بحیثیت مرکز ہے۔ پھر ہماری زمین کے لئے جتنا مناسب فاصلہ چاہئے تھا خدا نے اتنا ہی رکھا نہ کم نہ زیادہ۔ حرارت کے حوالے سے' برودت (ٹھنڈک) کے

Presented by Ziaraat.Com

حوالے سے اور روشنی کے حوالے سے جتنی اس کی ضرورت ہے اتنا خدا نے دے دیا ہے۔ اسی طرح کہکشاں کی طرف جائیں' ایٹم کی طرف جائیں یعنی جب آپ اس نظام کا مطالعہ کریں تو یہ ثابت ہوجائے گا کہ اس میں جس چیز کی جتنی مقدار میں ضرورت تھی خداوند متعال نے اتنی ہی مقدار میں دے دی ہے۔ اسی طرح آپ اپنے وجود میں دیکھیں جب آپ خود اس عالم کا ایک چھوٹا سا جز ہیں۔ آپ معتدل ہیں یعنی جتنی جس چیز کی آپ کو ضرورت تھی خدا نے آپ کو دے دی ہے۔

اس مقام پر عدل مذکورہ معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو عدل سے یہ معنی لیتے ہیں تو عدل پر وارد ہونے والے اعتراضات (مثلاً اختلافات کیوں ہیں؟ کوئی گونگا ہے' کوئی غریب ہے' کوئی امیر ہے' کوئی مثلاً کند ذہن ہے' بیمار ہے' مفلوج ہے' بیماری' موت' زلزلے' سیلاب وغیرہ وغیرہ) کا یوں جواب دیتے ہیں کہ اس نظام میں ہمیں ان چیزوں کی ضرورت ہے اور چونکہ ان کی ضرورت ہے اس لئے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اس طرح یہ لوگ اپنے آپ کو اس جواب سے قانع کر لیتے ہیں۔ جواب تمام ہوگیا۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ جو نظام خدا نے قائم کیا ہے ان میں ان اشیاء کی اتنی ہی ضرورت تھی' یہاں کُل کی مصلحت کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اب کل کے حوالے اگر اس جز کے حقوق کو پائمال کیا گیا ہے تو یہ اہم نہیں لیکن کل محفوظ ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا جواب ان لوگوں کے لئے درست ہے جو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ عالم نسبت کے لحاظ سے متناسب نہیں یعنی اس عالم میں جس طرح نسبت ہونی چاہئے تھی اس طرح نسبت نہیں تو اس وقت یہ لوگ ان کے جواب میں یہ کہتے کہ نہیں اس عالم میں جس چیز کی جتنی مقدار میں ضرورت تھی خدا نے اتنی عطا کر دی ہے تو ان کی یہ بات ان لوگوں کے لئے ہے جو اس عالم میں غیر تناسب کی بات کرتے ہیں۔ ان کے لئے یہ بات بڑی موزوں ہے لیکن ہم نے جو دوسرے اشکالات وارد کیے ہیں ان کے لئے یہ جواب مناسب نہیں

ہے۔ لہٰذا وہ اشکال اپنی جگہ باقی ہے اور اس عالم میں ساری کی ساری ضرورتوں کے مطابق چیزیں رکھی گئی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ یہ عالم غیر متناسب ہے ان کی باتوں کا جواب تو مل جاتا ہے لیکن یہ کہ اس عالم میں فرض کریں یہ ظلم کیوں ہے؟ پھر یہ بیماری اور موت کیوں ہے؟ ان کا جواب نہیں ہو سکتا۔

دوسرے مقام پر عدل مساوات کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ہم کہیں کہ عدل یعنی کسی قسم کا فرق نہ ہونا۔ سب کے سب برابر اور سب کو ایک نظر سے دیکھا جائے۔ بالکل جس طرح سے کہتے ہیں کہ فلاں شخص عادل ہے یعنی ان کا مقصد یہ ہے کہ ان کے سامنے کوئی خاص قانون نہیں ہے' جو بھی آئے ان کی نظر میں ایک سا ہی دکھائی دیتا ہے تو جناب عالی اس کی وضاحت چاہئے کہ آپ کی مراد عدل سے کیا ہے اگر یہ ہے کہ عدل کا معنی مساوات اور کسی قسم کا فرق نہیں ہونا چاہئے تو پھر اس کی وضاحت کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ کسی قسم کے استحقاق کا خیال نہ رکھا جائے اور سب کو ایک نظر سے دیکھا جائے' اگر مساوات سے یہ مراد ہے تو یہ ظلم ہو جائے گا۔

آپ کے سامنے دو آدمی آتے ہیں' ایک مستحق ہے اور ایک غیر مستحق۔ آپ اگر دونوں کو ایک ایک ہزار روپیہ اٹھا کر دے دیتے ہیں تو یہ ظلم ہے عدل نہیں ہے' اور اگر مراد یہ ہو تو یہ ٹھیک نہیں ہے لیکن اگر مراد مساوات سے یہ ہو کہ نہیں جو مستحق ہے اپنے استحقاق کے حوالے سے ہم ان کو برابر دیکھتے ہیں تو وہ عدل کا تیسرا معنی بن جائے گا' جس کو ہم بیان کریں گے۔ پس اس لحاظ سے عدل کے معنی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

پس دوسرا معنی عدل کا ہم کیا لیں گے؟ مساوات!! تیسرا معنی یا تیسری جگہ جہاں لفظ عدل استعمال ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہم مستحق افراد کو دیکھتے ہیں مستحق اور غیر مستحق! جو مستحق ہے اسے حق دیا جائے اور جو مستحق نہ ہو اسے حق نہ دیا جائے تو

Presented by Ziaraat.Com

اس معنی کے لحاظ سے عدل یہ ہوگا کہ صاحب حق کو حق دیا جائے اور غیر مستحق کو اگر حق دیا جائے تو یہ ظلم ہوگا۔

بنابرایں اگر عدل کا یہ معنی مراد لیں تو انسانی قوانین اور اس میں عدالت اجتماعی کو جو اہمیت دی گئی ہے وہ بھی یہی ہے کہ صاحب حق کو حق دیا جائے۔ اور دوسروں کے حق پر تجاوز کرنا اور دوسروں کے حقوق کو پامال کرنا ظلم ہوگا۔ صاحب حق تک حق پہنچانا عدل ہے۔ انسانی اور بشری قوانین میں جو عدالت اجتماعی ہے اور جس کے لئے تبلیغ کی جاتی ہے وہ یہی ہے۔

بنابرایں اس قسم کی عدالت کے دو ستون ہیں۔ یہ عدالت کہ جس کا بشری قوانین میں بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس کی دو بنیادیں ہیں۔ایک یہ ہے کہ اس قسم کی عدالت میں حقوق انسانی اور انسانی اولویت کو دیکھا جاتا ہے۔ ایک چیز ہے مثلاً اسی عبا کو لیجئے کہ میں آپ کی نسبت زیادہ اس پر اولویت رکھتا ہوں یا اس عینک کا آپ کی نسبت میں زیادہ حقدار ہوں یا جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو یہ جسمانی طور پر طبیعت کے حوالے سے اپنی ماں کے دودھ کا دوسرے بچوں کی نسبت زیادہ مستحق ہے۔ یہ ایک بنیاد ہے۔ دوسری بنیاد یہ ہے کہ انسان کی کچھ ذاتی خصوصیات ہیں یعنی انسان کو خدا نے ایسا پیدا کیا ہے کہ اگر یہ معاشرے کو برقرار رکھنا چاہتا ہے تو اپنے لئے کہتا ہے کہ یہ چیزیں ہونی چاہئیں اور یہ چیزیں نہیں ہونی چاہئیں۔ اس قسم کی قراردادیں بناتے ہیں۔ ایک معاشرہ اگر سعادت مند ہو تو اس کو یہ کرنا چاہئے اور یہ نہیں کرنا چاہئے۔ یہ ان کے اپنے بنائے ہوئے قوانین ہیں۔ یہ دوسری بنیاد ہے۔ اب ہم عدل کے حوالے سے بحث کرتے ہیں اگر عدل کا یہ تیسرا معنی ہو تو آیا خدا کو ہم اس حوالے سے عادل کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ کیوں؟

اس لئے کہ یہ بات وہاں درست ہے کہ فرض کریں میں حکمران بن گیا۔ میرے پاس افراد آتے ہیں کچھ حقدار ہوتے ہیں اور کچھ حقدار نہیں ہوتے۔ اگر

Presented by Ziaraat.Com

میں حقدار کو حق دوں گا تو آپ مجھے عادل کہیں گے اور اگر میں حقدار کو حق نہیں دوں گا' ان کے حقوق کو پامال کروں گا تو آپ مجھے ظالم کہیں گے۔ اب خدا پر کس کا حق ہے؟

ہر حاکم پر رعیت کا حق ہوتا ہے لہٰذا اگر وہ ان حقوق کی رعایت کرے گا تو اس وقت ہم اس کو عادل کہیں گے اور اگر اپنی رعیت کے حقوق کی رعایت نہیں کرے گا تو ہم اسے ظالم کہیں گے۔

لیکن آیا مخلوق کا خالق پر کوئی حق ہے؟ وہ تو مالک علی الاطلاق ہے۔ سب کچھ اسی کی طرف سے ہے۔ مثلاً کیا انسان اپنے وجود، اپنی آنکھوں اور اعضاء و جوارح کا خود مالک ہے یا خدا نے اسے دی ہیں!! اگر یہ چیزیں خدا اسے نہ دیتا تو آیا خدا پر اس کا کچھ حق تھا یا نہیں؟ مثال کے طور پر دو آدمیوں نے ایک ساتھ شادی کی' ایک کے ہاں بچے ہوئے' ایک کے ہاں نہیں ہوئے۔ جس کے بچے نہیں ہوئے ہیں' آیا اس کا خدا پر کوئی حق ہے؟ یا جس کو خدا نے بچے دیئے ہیں اس پر اپنا تفضل کیا ہے۔ آخر ایک ہوتا ہے کسی کو اپنا حق دینا' ایک یہ ہوتا ہے کہ آپ پر اس کا کوئی حق نہیں لیکن آپ اپنی جیب سے اس کو کچھ دیں تو یہ آپ کی طرف سے تفضل ہے۔ خدا نے ہمیں جو پیدا کیا ہے اور نعمتیں دی ہیں یہ سب اس کی طرف سے تفضل ہے۔ انسانوں اور حیوانوں کا' کسی کا بھی خدا پر کوئی حق نہیں ہے کیونکہ ہم نے کہہ دیا کہ وہ مالک علی الاطلاق ہے لہٰذا یہاں اولویت یا حق کا کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے مثال کے طور پر ہم یہ کہیں کہ خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے تو چونکہ خدا پر ہمارا حق تھا کہ وہ ہمیں پیدا کرتا' تو اس نے ہمیں صحت اور دوسری چیزیں دی ہیں۔ چونکہ ہمارا اس پر حق تھا پس خدا اگر ہمیں پیدا نہ کرتا اور نعمتیں نہ دیتا تو عادل نہیں تھا یہ بات غلط ہے اس لئے کہ ہمیں اس پر کوئی حق نہیں۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں کہ حق طرفینی ہوتا ہے

Presented by Ziaraat.Com

حق کے لئے دو طرف چاہئیں۔ یعنی اگر والدین کا اولاد پر حق ہے تو اولاد کا بھی والدین پر حق ہے' اگر میاں کا بیوی پر حق ہے تو بیوی کا میاں پر بھی حق ہے' اگر رعیت کا حاکم پر حق ہے تو حاکم کا رعیت پر بھی حق ہے۔ حق طرفینی ہے ایسا نہیں ہے ایک طرف سے ہو اور دوسری طرف سے نہ ہو۔ صرف یہ ذات خداوند سبحان ہے کہ اس کا بندوں پر حق ہے لیکن بندوں کا اس پر حق نہیں ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ کے خطبہ ۲۱۴ میں یہی فرمایا ہے۔

بنابرایں یہاں پر ہم نے عدل کا جو تیسرا معنی کیا ہے یہ خدا کے لئے استعمال نہیں کر سکتے۔

چوتھا عدل کا معنی یہ ہے کہ یہ مسئلہ وجود کا ہے۔ کسی چیز کے وجود کا یا وجود کے کمال کا' دو چیزیں اپنے ذہن میں رکھیں۔ ایک موجود ہونا' ایک وجود کے لئے کمال' یہ دو چیزیں ہیں۔ وجود کے افاضہ کرنے یا نہ کرنے میں استحقاق کو مدنظر رکھنا' کائنات میں سب چیزیں ہیں ان کا موجود ہونا اگر یہ موجود ہونے کے لئے استحقاق رکھتی ہیں اور موجود ہونے کی لیاقت رکھتی ہیں تو خدا کی طرف سے ان کو وجود دینا' ان کو خلق کرنا' خدا کی طرف سے ان کے وجود کا افاضہ ہونا اور جو چیزیں استعداد اور قابلیت ہی نہیں رکھتیں ان کو وجود نہ دینا ان کے لئے افاضہ وجود نہ ہونا اس حوالے سے ہم لفظ عدالت کو استعمال کرتے ہیں۔ نتیجتاً ہم عدالت کے لئے چار معنی استعمال کرتے ہیں۔ پہلی جگہ جہاں اس کا استعمال ہوا ہے عدالت سے مراد موزونیت ہے یعنی یہ بڑا موزوں ہے۔ فرض کریں اس معاشرے کے لئے سیاست' علم' اقتصاد اور دوسرے حوالے سے جو چیزیں جتنی ضروری ہیں اتنی مقدار میں اگر اس کو فراہم کی جائیں تو یہ معاشرہ متعادل یعنی عدالت پر مبنی معاشرہ کہلائے گا یا مثال کے طور پر فزیکل کے حوالے سے ایک مشین آپ لیتے ہیں اس میں مختلف چیزیں استعمال ہوتی ہیں۔ جتنی چیز اس کی ضرورت ہو اتنی مقدار میں اس میں

Presented by Ziaraat.Com

استعمال کی جائے یا کسی اور حوالے سے ہم نے مثال دی۔ اسی طرح دوسرے معنی کے ضمن میں اگر مساوات سے مراد آپ یہ لیتے ہیں جو افراد آپ کے سامنے آ جائیں مستحق ہوں یا غیر مستحق، آپ انہیں ایک نظر سے دیکھیں تو یہ ظلم ہو گا اور اگر آپ کی مراد یہ نہیں ہے بلکہ ایک دوسرا مطلب مراد ہے جو کہ اصل میں تیسرا معنی یہ ہے کہ ہم تناسب سے مراد کیا لیتے ہیں یعنی حق اولویت۔ اس بارے میں ہم یہ کہتے ہیں کہ کچھ حقوق اور اولویتیں ہیں جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ مثلاً اس عینک کی نسبت میں آپ سے زیادہ حقدار ہوں یا طبیعت کے اعتبار سے بچہ جس ماں سے پیدا ہوا ہے ماں کے دودھ کے لئے دوسروں کی نسبت زیادہ اولیت رکھتا ہے۔

عدالت یہ ہے کہ جو افراد اولویت رکھتے ہیں اور حقدار ہوں ان کو حق دیا جائے اور دوسرے افراد اگر ان کے حق میں مداخلت کریں، تجاوز کریں تو یہ ظلم ہے پس عدالت سے مراد یہ ہے کہ حقدار کو حق دیا جائے جو مستحق ہو اور اولویت رکھتا ہو، اسے حق دیا جائے اور جو اولویت نہ رکھتا ہو اور حقدار نہیں ہے اسے نہ دیا جائے۔ اگر یہ بات ہے تو یہ انسانی معاشرے میں کاملاً درست اور ضروری ہے۔ لیکن خدا کے حوالے سے یہ بات درست نہیں ہے کیوں درست نہیں؟ اس لئے کہ خدا کی نسبت یہ مخلوق کوئی بھی حق نہیں رکھتی اس لئے کہ مالک علی الاطلاق وہی ہے اور اس کے مدمقابل کوئی بھی کسی چیز کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ جب خدا پر کسی کا حق ہی نہیں تو پھر کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اگر خدا نے اس کے حق کا خیال رکھا تو وہ عادل ہے اور اگر خیال نہ رکھا تو عادل نہیں ہے۔ یہ بات قطعاً درست نہیں ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّد

موضوع: عدل۔1

مقام: پشاور

مناسبت: ماہ مبارک رمضان

Presented by Ziaraat.Com

عدل کے موضوع پر قائد شہیدؒ کا دوسرا خطاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

"یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" (بقرہ۔۱۸۳)

ہمارا موضوع بحث عدل تھا۔ جیسا کہ گزشتہ بحث میں عرض کیا گیا کہ عدل کے چار معنی ہیں یا لفظ عدل چار مقامات پر استعمال ہوتا ہے۔

عدل کا معنی:۔

عدل کا پہلا معنی کسی چیز کا موزوں ہونا ہے۔ مثلاً کسی چیز کے کیمیکل فارمولے کو لے لیں کہ اس میں فلاں چیز کتنی مقدار میں ہونی چاہئے۔ ان کی کیفیت و تناسب کیا ہونا چاہئے۔ عدل کا دوسرا معنی مساوات ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان تمام افراد کو ایک ہی نگاہ سے دیکھے خواہ وہ اس کے مستحق ہوں یا نہ ہوں۔ ہمارے نزدیک یہ درست نہیں ہے کیونکہ اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ سب کو ایک ہی نظر سے دیکھا جائے خواہ وہ اس کے مستحق ہوں یا نہ ہوں تو یہ ظلم ہوگا اور اگر آپ کی مراد یہ نہیں ہے بلکہ استحقاق کے لحاظ سے آپ مساوات قائم کرتے ہیں تو یہ تیسرا معنی ہوگا۔

عدل کے تیسرے معنی میں عرض ہے کہ انسان بعض چیزوں کے بارے میں یا حق پیدا کر لیتا ہے یا اولویت مثلاً ایک آدمی کام کرتا ہے' محنت و مشقت کے نتیجے میں ایک باغ تیار کرتا ہے تو اب یہ باغ اس کا حق ہے' اس کی ملکیت ہے یا دوسروں کی نسبت یہ اولویت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ اس نے زحمت کی ہے اور کام

یا ایک بچہ جب ماں کے بطن سے جنم لیتا ہے تو یہ بچہ ماں کے دودھ کا

Presented by Ziaraat.Com

دوسروں کی نسبت زیادہ حقدار ہے چونکہ طبعاً اس کے لئے یہی دودھ موزوں و مناسب ہے۔

دوسری بات یہ عرض کی تھی کہ حق اولویت کے علاوہ انسان کے لئے کچھ قواعد و ضوابط بھی مقرر کئے گئے ہیں مثلاً اسے یہ کرنا چاہئے یہ نہیں کرنا چاہئے۔ کچھ معیار و اصول مقرر کئے گئے ہیں۔

اب ان دونوں چیزوں کو ملانے کے بعد بحث آگے بڑھاتے ہیں کہ عدل کیا ہے؟ اگر کوئی شخص ایک چیز کا حقدار ہے تو آپ حق کو حقدار تک پہنچائیں۔ اسے ہم عدل کہتے ہیں۔ اگر کوئی کسی چیز کا حقدار ہے اور آپ اس کے حق کو پامال کرتے ہیں تو یہ ظلم ہے' عدل نہیں۔ ہم جو معاشرے میں عدل کی بحث کرتے ہیں کہ اسلامی معاشرے کو عدل پر مبنی ہونا چاہئے تو اس میں اس سے ہماری مراد یہی ہے کہ حقدار کو حق ملنا چاہئے۔

لیکن اس قسم کے عدل کو خدا کی طرف نسبت دینا مناسب نہیں ہے کیونکہ خدا کے مقابلے میں کوئی بھی کسی حق یا ملکیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ وہ مالک علی الاطلاق ہے۔ لہٰذا ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کے مقابلے میں یہ ہمارا حق ہے ہم اس چیز کے حقدار ہیں۔ اگر وہ ہمیں دے تو ہم کہیں گے یہ عدل ہے۔ اگر نہ دے تو یہ ظلم ہے۔ عدل کے اس معنی کے حوالے سے ہم اس کی نسبت خدا کی طرف نہیں دے سکتے۔ البتہ ہمارے معاشرے میں عموماً عدل کے یہی معنی لئے جاتے ہیں۔ ہم جو عدالت کی بحث کرتے ہیں یعنی یہ کہ معاشرے میں عدل ہونا چاہئے تو یہی معنی مراد ہوتا ہے۔ عدل کا جو معنی حکماء اور اسلامی فلاسفہ نے بیان کیا ہے استحقاق کے معنی میں ہیں۔ امکان وجود یا کمال وجود کے استحقاق کا خیال رکھنا' اس کا لحاظ رکھنا یا پھر اس کی طرف توجہ دینا' اس کو ہم عدل کہتے ہیں اور اس استحقاق کی طرف توجہ نہ کرنے کو ظلم کہتے ہیں۔اس بات کی وضاحت ہم بعد میں کریں گے۔

Presented by Ziaraat.Com

یہاں ایک سوال اٹھتا ہے، قبل اس کے کہ ہم یہ سوال اٹھائیں کہ اگر خدا عادل ہے تو پھر اختلافات کیوں ہیں کہ ایک سفید ہے اور ایک سیاہ، ایک مریض ہے اور ایک صحتمند، ایک کند ذہن ہے اور ایک ذہین۔ ان سوالات سے پہلے ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے۔

عدل صفت خدا ہے:۔

وہ سوال یہ ہے کہ آیا عدل صفت خدا ہے یا نہیں؟ اگر یہ صفت خدا ہے تو کیا خدا کی اور بھی صفات ہیں یا نہیں؟ مثلاً خدا علیم ہے، حیَ ہے، قیوم ہے۔ خوب! اگر خدا کی یہ صفات بھی ہیں تو پھر کیوں ہم نے خدا کی اتنی صفات میں سے صرف عدل ہی کو اصول دین میں سے قرار دیا ہے؟ حالانکہ دوسری صفات بھی موجود ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ اگر اس کو مطلقاً قرار نہ بھی دیں کم ازکم عدل ہمارے اصول مذہب میں سے تو ضرور ہے۔ شیعہ مذہب کی پانچ بنیادوں میں سے توحید، معاد اور نبوت میں باقی مسلمان بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں لیکن عدل اور امامت کو ہم شیعہ اصول دین میں سے قرار دیتے ہیں کہ یہ دونوں بھی اصول دین میں سے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ نے خصوصاً عدالت کو ہی خدا کی باقی صفات کی نسبت اصول دین میں سے کیوں قرار دیا ہے؟ اس کے جواب کے لئے ہمیں دوسرے مسلمانوں کے عدل کے بارے میں عقائد کو دیکھنا پڑے گا۔

عدل شیعہ مذہب کے امتیازات میں سے ہے:۔

مسئلہ عدل شیعوں کے امتیازات میں سے ہے۔ ہمیشہ دو چیزیں شیعہ کے امتیازات میں سے رہی ہیں۔ ایک عدالت اور دوسرا خدا کی توحید یعنی شیعہ قوم کی پہچان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ خدا کی عدالت پر عقیدہ رکھتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور اصول مذہب اور اصول دین میں سے قرار دیا گیا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے حکمرانوں نے مسئلہ عدل میں تحریف کی اور اپنا ذاتی مفاد حاصل کیا۔ ان کی مشکل کیا تھی؟ کہ انہوں نے عدل جیسے اہم ترین عقیدہ اور صفت خدا میں تحریف کی۔ ان کی مشکل یہ تھی کہ انہیں مسلمانوں پر حکومت کرنا تھی۔ مثلاً یزید آیا' منصور دوانقی آیا' مروان' ہارون الرشید اور ان کی اولاد ان سب کو مسلمانوں پر حکومت کرنا تھی اور مسند خلافت پر بیٹھنا تھا اور اس مسند کا تقاضا یہ تھا کہ کم از کم ان کا ظاہر ٹھیک ہونا چاہئے۔ گناہ سے محفوظ ہونا چاہئے انہیں متقی اور پرہیز گار ہونا چاہئے۔ جبکہ یہ صفات ان لوگوں میں سرے سے موجود ہی نہیں تھیں۔ اب انہیں کیا کرنا چاہئے۔ واقعاً یہ ان کے لئے مشکل تھی۔

نام نہاد علماء کی خلفاء کے لئے خدمات:۔

اس مشکل کو دور کرنے کے لئے انہیں ضرورت پڑی کہ کچھ نام نہاد علماء دین کو وہ استعمال کریں اور ان کے ذریعے لوگوں کے ذہنوں میں دین و مذہب کا ایک ایسا تصور ابھاریں کہ وہ لوگ پھر اس میں کوئی قباحت نہ سمجھیں کہ مثلاً اگر حکمران شراب بھی پیتا ہے تو کوئی مسئلہ نہیں یا اسی طرح کے دوسرے گناہ بھی انجام دیتا ہے تو کوئی بات نہیں۔ یعنی اس طرح عوام الناس کے ذہن بنائیں کہ ظالم اور فاسق حکمران اور ان کے تخت و تاج محفوظ رہیں۔ یہاں پر ان حکمرانوں نے نام نہاد علماء کا دامن تھاما۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ہٹلر نے تقریباً پانچ سو فلاسفہ اور سائنس دانوں کو جمع کیا اور ان سے کہا ہم آپ کی ضروریات کو پورا کریں گے اور آپ لوگوں کے تمام اخراجات برداشت کریں گے لیکن شرط یہ ہے کہ ہم جو کچھ بھی کریں آپ اپنے علوم و فنون اور افکار کے ذریعے لوگوں کے ذہن میں یہ ڈال دیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں' صحیح کر رہے ہیں۔

لہٰذا خلفاء نے مسئلہ عدل سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے بھی ایک مہم چلائی تو

Presented by Ziaraat.Com

شیعہ ان کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے اور عدل کو خصوصی اہمیت دی تاکہ وہ لوگ خصوصاً حکمران طبقہ اس سے ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے اور جو حکومت چاہتی ہے کہ مذہب کے حوالے سے لوگوں پر حکومت کرے تو وہ ہر لحاظ سے لوگوں کو دبانے کے لئے زور و طاقت استعمال کرے گی۔ بعض کو قید خانوں میں ڈالے گی، کسی کو کوڑے لگائے گی اور کسی کو پھانسی دے گی۔ لیکن ساری زمین تو اپنے زور و طاقت کے بل بوتے پر اپنے لئے ہموار نہیں کر سکتی۔ خصوصاً جب معاشرہ ایک مذہبی معاشرہ ہو۔ وہاں پر لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے اسے کوئی نہ کوئی طریقہ اپنانا پڑے گا۔ تاکہ مذہب کے حوالے سے لوگوں کو مطمئن کر سکے۔ لہٰذا ان ظالم حکمرانوں نے ہمیشہ دولت اور زور کے ساتھ ساتھ اس مقصد کے لئے نام نہاد علماء اور بے دین مذہبی افراد کو بھی استعمال کیا۔

عرض کر رہا تھا کہ اس زمانے کے حکمران خصوصاً امیر المومنین علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد جو افراد آئے ان کے لئے یہ مسائل پیدا ہو گئے۔ انہوں نے احساس کیا کہ اگر ہمارے ساتھ مذہب نہ ہو تو ہم ان لوگوں پر کیسے حکومت کر سکتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے اس قسم کے افراد کو استعمال کیا۔ انہوں نے جو کام ان حکمرانوں کے لئے انجام دیا وہ بھی مسئلہ عدل تھا۔ اس میں تحریف کر کے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

یہاں میں امام زین العابدین علیہ السلام کی ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ جو آپؑ نے محمد بن مسلم کو خط لکھا۔ یہ شخص اس دور میں ظالم و فاسق حکمرانوں کا کرتا دھرتا تھا۔ بظاہر ایک مذہبی شخص تھا۔ اس کو بھیجے جانے والے خط میں امام علیہ السلام نے ایک یہ جملہ لکھا۔

"فَلَمْ يَبْلُغْ اَخَصُّ وُزَرَائِهِمْ وَلَا اَقْوَىٰ اَعْوَانِهِمْ اِلَّا دُوْنَ مَا بَلَغْتَ مِنْ اِصْلَاحِ فَسَادِهِمْ وَاخْتِلَافِ الْخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ اِلَيْهِمْ" (تحف العقول۔ ۲۷۶)

Presented by Ziaraat.Com

اے زہری! ان فاسد حکمرانوں کے لئے وہ کام جو ان کے خاص وزراء اور ان کے قوی ترین اعوان وانصار نہ انجام دے سکے' وہ تم نے کر دکھایا۔ اس لئے کہ تم نے ان کے فساد کو اسلامی رنگ میں پیش کیا۔ یعنی وہ جو کچھ بھی خلاف اسلام انجام دیتے ہیں تم نے اس کو ایسے رنگ میں پیش کیا کہ لوگ خیال کرنے لگے کہ یہی عین اسلام ہے۔ یہ کام ان کے مخصوص وزراء اور اعوان و انصار نہیں کر سکے۔

لہذا اس طرح ان ظالم حکمرانوں نے اپنے جرائم اور مظالم پر اور اپنی برائیوں پر پردہ ڈالنے کے لئے ایسے افراد کو استعمال کیا۔ ان نام نہاد مذہبی لوگوں نے چار اصول بنائے اور چار کام کئے۔ پہلا کام یہ کیا کہ جعلی احادیث سازی کا کارخانہ بنا کر جھوٹی احادیث گھڑنی شروع کر دیں۔ دوسرا کام یہ کیا کہ حسن و قبح عقلی کا انکار کر دیا یعنی عقلاً نہ کوئی چیز اچھی ہے نہ بری۔ (بلکہ جس کو خدا اچھا کہتا ہے وہ اچھا ہے اور جس کو خدا برا کہے وہی برا ہے)

تیسرا کام یہ انجام دیا کہ خدا کے بارے میں عدالت کے تصور حقیقی کو غلط انداز میں پیش کیا اور چوتھا کام یہ کہ جبر کا نظریہ پیش کیا۔ جیسا کہ پہلے بھی میں نے اس جانب اشارہ کیا تھا کہ ان کے نزدیک جو کچھ کرنے والا ہے خدا ہے۔ ہم تو مجبور ہیں۔ اپنے اچھے برے ہر فعل کو خدا کی جانب منسوب کر دیا۔

یہ چار اصول بنانے کا مقصد یہ تھا کہ ان کے ذریعے ان فاسد حکمرانوں کے مفاسد اور برائیوں پر پردہ ڈال سکیں۔ ان چار اصولوں کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔ لہذا ان میں سے پہلے ہم احادیث کے حوالے سے بات کرتے ہیں۔

حدیث کی داستان:۔

احادیث کی بحث بہت مفصل ہے۔ یہاں ہم مختصراً بیان کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ حدیث کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ایسی باتیں آجائیں جو مناسب نہیں ہیں کہ

Presented by Ziaraat.Com

بیان ہوں۔ لہٰذا انہیں ہم نظر انداز کرتے ہیں۔ ورنہ آپ کو پتہ چلتا کہ خود حدیث پر کتنے مراحل گزرے ہیں۔ حدیث پر رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی وفات کے بعد........البتہ میں اس بحث کو چھوڑتا ہوں.....!!

لیکن یہ کہ کس طرح حدیث کا بازار گرم ہوا۔ میں اگر شیعہ کتب کا حوالہ دوں تو مناسب نہیں' بہتر ہے اہل سنت کی کتابوں سے حوالہ دوں۔ ابن ابی الحدید معتزلی جو نہج البلاغہ کے شارح ہیں۔ انہوں نے نہج البلاغہ کی شرح میں یہ مطالب لکھے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

امیر المومنین علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد' جب یہ لوگ سیاہ وسفید کے مالک ہو گئے تو انہوں نے جہاں جہاں پر ان کی حکومت تھی' یہ حکم نامہ بھیجا (یہ ابن ابی الحدید کے جملے ہیں) کہ " تم تحقیق کرو اور دیکھو کہ جو لوگ بھی خلیفہ کے فضائل و مناقب نقل کر رہے ہوں اس کے بارے میں حدیث بیان کر رہے ہوں انہیں حکومت کے نزدیک لے آؤ اور ان سے احترام و عزت کا سلوک کرو اور ان سے ہر قسم کا تعاون اور ان کی مدد کرو اور جتنی بھی روایات وہ اس موضوع پر نقل کرتے ہوں اس کے نام کے ساتھ اس کے باپ و قبیلے کا نام لکھ بھیجو"۔ اس کے بعد ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے حکمنامے میں یہ بھی لکھا۔

" اگر ابو ترابؑ کے بارے میں ایک بھی حدیث نقل کی جائے تو تم دوسروں کے بارے میں ایک حدیث گھڑ دو" لہٰذا آپ نے دیکھا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کے مقابلے میں کئی حدیثیں دوسروں کی فضیلت میں گھڑی گئیں کہ جس میں آپؐ نے فرمایا۔

" اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا "

اسی طرح ایک دوسری حدیث نبویؐ ہے کہ جس میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔

"اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ"

Presented by Ziaraat.Com

فوراً اس کے مقابل میں دوسروں کی شان میں احادیث گھڑلی گئیں یا یہ حدیث کہ جتنے لوگوں کے دروازے مسجد کی طرف ہیں حکم ہوا بند کر دیئے جائیں سوائے علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے دروازے کے۔ اب اس حدیث کے مقابلے میں بھی ایک جعلی حدیث آپ کو ملے گی۔ یہ سب ابن ابی الحدید نے لکھا ہے۔ آپ نہج البلاغہ شرح ابن ابی الحدید کی گیارہویں جلد میں یہ سب مطالب ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ میں یہ سب اگر شیعہ ہونے کے حوالے سے کہتا تو اہم نہیں تھا۔ لیکن یہ سب باتیں ابن ابی الحدید نے لکھی ہیں۔

اس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ یہ احادیث صرف گھڑی ہی نہیں گئیں بلکہ منبروں پر اس قسم کی احادیث بار بار تلاوت کی جاتیں تھیں۔ مدارس میں مسلمان بچوں کو ان احادیث کی تعلیم دی جاتی تھی۔ درس کے دوران معلم کو ان احادیث کے پڑھنے کا حکم تھا۔ اور گھروں میں نوکر چاکروں اور بیوی بچوں تک کو ان حدیثوں کی تعلیم ایسے دی جاتی تھی جس طرح قرآن کی تعلیم دی جاتی ہے۔اور پھر مسئلہ اس حد تک پہنچا کہ حکم ہوا فلاں فلاں کے لئے حدیثیں گھڑو۔

یہاں بات طویل ہو جائے گی البتہ نمونہ کے طور پر میں آپ کو ایک جعلی حدیث کا حال سناتا ہوں جس کا تذکرہ ہماری کتابوں میں ہے۔تاکہ آپ کو پتہ چلے کہ اہل بیت اطہار علیہم السلام کتنے مظلوم ہیں۔

میمون بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ ایک اجنبی قسم کا گروہ مولاؑ سے حدیث سننے کے لئے حاضر ہوا۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا تم ان میں سے کسی کو جانتے ہو؟میں نے عرض کی مولاؑ میں تو نہیں پہچانتا۔ تو آپؑ نے فرمایا پھر یہ لوگ کیسے میرے پاس حدیث سننے کے لئے آئے ہیں جبکہ میں بھی ان کو نہیں جانتا اور تم بھی انہیں نہیں جانتے؟ میں نے عرض کی مولاؑ!یہ لوگ ایسے ہی حدیث سننا چاہتے ہیں ان کے لئے یہ بات اہم

Presented by Ziaraat.Com

نہیں کہ کس سے حدیث اخذ کرتے ہیں۔بس یہ چاہتے ہیں کسی سے کوئی بھی حدیث سن لیں۔

امام علیہ السلام نے ان میں سے ایک کو خطاب کرکے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں تم ہمیں کچھ سناؤ۔یعنی آپ جو کہتے ہیں کہ ہم نے دوسروں سے بھی حدیثیں سنی ہیں تو پھر ہمیں بھی کچھ بتاؤ کیا سنا ہے؟ وہ آدمی عرض کرنے لگا میں تو آپ سے کچھ سننے کے لئے آیا ہوں نہ کہ سنانے کے لئے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا۔

کیا مانع ہے کہ آپ ہم سے بھی کچھ سن لیں اور آپ بھی کچھ ہمیں سنائیں جو کچھ آپ نے دوسروں سے سنا ہے۔کیا جس شخص نے آپ سے یہ حدیث بیان کی ہے اس نے پابندی لگائی ہے کہ یہ امانت ہے کہ کسی کو نہ سنانا؟ تو کہنے لگا نہیں! ایسا نہیں ہے۔ اس پر امام علیہ السلام نے فرمایا تو پھر سناؤ۔ بالاخر وہ آدمی شروع ہو گیا اور اس طرح حدیث سنانے لگا۔

میں نے فلاں سے سنا اور فلاں نے فلاں سے اور یہاں تک کہ آخر میں سفیان ثوری تک جا پہنچا کہ سفیان ثوری نے حضرت جعفر ابن محمد علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا۔

"......كُلُّه حَلَالٌ اِلَّاالْخَمرِ"

یعنی نشہ آور تمام چیزیں حلال ہیں سوائے شراب کے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا آگے مزید بتاؤ کہنے لگا جو کچھ میں نے سنا بتا دیا تو آپؑ نے فرمایا بس تمہارے پاس یہی حدیث ہے؟ تو اس نے کہا نہیں اور بھی ہیں تو امام علیہ السلام نے فرمایا تو پھر وہ بھی سناؤ۔ وہ ایسا سفید جھوٹ بولنے لگا کہ میمون بن عبد اللہ کہتے ہیں مجھے ہنسی آنے لگی لیکن امام علیہ السلام نے اشارہ سے مجھے منع کیا۔ وہ میری جانب رخ کر کے کہنے لگا آیا حق کے سننے پر ہنس رہے ہو یا باطل کے سننے پر۔

Presented by Ziaraat.Com

اس کے بعد امام علیہ السلام نے پھر اصرار کیا کہ مجھے مزید کچھ سناؤ؟ تو پھر اس نے ایک اور حدیث اس طرح بیان کی۔ سفیان ثوری نے محمد بن منقدر سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے کوفہ کی مسجد میں منبر پر فرمایا۔

''اگر میرے پاس کسی ایسے شخص کو لایا جائے کہ جو مجھ کو فلاں' فلاں پر افضل سمجھتا ہو تو میں ایسے شخص پر افتراء کی حد جاری کروں کہ اس نے افتراء باندھا ہے'' امام علیہ السلام نے فرمایا مزید کچھ بیان کرو۔ وہ بولا نعیم بن عبد اللہ نے جعفر ابن محمد علیہ السلام سے میرے لئے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

''علی ابن ابیطالب علیہ السلام یہ بہتر سمجھتے تھے کہ خرما کے درخت کے سائے میں بیٹھے خرما کھاتے لیکن جنگ جمل اور نہروان میں شریک نہ ہوتے''

امام علیہ السلام نے فرمایا کچھ اور پڑھو۔ کہنے لگا عباد نے میرے لئے جعفر بن محمد علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ جب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے روز جمل بہت زیادہ خون ریزی دیکھی کہ بہت سے لوگ قتل ہو گئے ہیں تو اپنے بیٹے امام حسن علیہ السلام سے فرمانے لگے۔

اے میرے بیٹے! میں تو ہلاک ہو گیا ہوں!! (نعوذ باللہ) تو امام حسن علیہ السلام نے فرمایا۔ اے بابا! کیا میں نے آپ کو جنگ کرنے سے منع نہیں کیا تھا؟ تو علی علیہ السلام نے جواب دیا مجھے پتہ نہیں تھا کہ نتیجہ یہ ہوگا !!!

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس حدیث سنانے والے سے فرمایا اور کچھ بتاؤ۔ کہنے لگا سفیان ثوری نے میرے لئے جعفر ابن محمد علیہ الصلوۃ والسلام سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا۔

جنگ صفین میں جو آدمی معاویہ کی طرف سے قتل ہوئے تھے علی ابن ابی طالب علیہ السلام ان پر رونے لگے اور کافی دیر تک رونے کے بعد انہوں نے فرمایا۔

''خدا ہمیں اور انہیں بہشت میں آپس میں ملا دے !!!''

Presented by Ziaraat.Com

میمون کہتے ہیں کہ جب بات یہاں تک پہنچ گئی تو گویا میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور ایسا لگا کہ چھت میرے سر پر آگری ہے۔ کہ یہ شخص کیا کر رہا ہے؟ مجھے بہت غصہ آیا' لیکن امام علیہ السلام کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ ادھر وہ تھا کہ بے پر کی اڑائے جا رہا تھا نزدیک تھا کہ غصے کی شدت سے میرا سینہ پھٹ پڑے اور میں نے ارادہ کیا کہ اٹھ کر اسے پاؤں سے کچل ڈالوں۔ امام علیہ السلام نے میری یہ حالت دیکھی تو انہوں نے اشارہ کیا کہ آرام سے بیٹھ جاؤ۔ پھر امام علیہ السلام نے اس سے سوال کیا تم کہاں سے آئے ہو؟

تو اس نے کہا بصرہ سے۔ پھر امام علیہ السلام نے سوال کیا کہ یہ جو تم نے اپنی احادیث میں بار بار جعفر بن محمد علیہ السلام کا نام لیا ہے کیا تم اسے پہچانتے بھی ہو؟

اس نے کہا نہیں! امام علیہ السلام نے فرمایا' کیا تم نے اس سے براہ راست حدیث سنی ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں! پھر آپ نے فرمایا۔ جو حدیث تم نے جعفر ابن محمد علیہ السلام سے نقل کی ہیں وہ تمہاری نظر میں صحیح ہیں۔ اس نے کہا ہاں بالکل۔

امام علیہ السلام نے پھر سوال کیا کہ یہ بتاؤ تم نے یہ حدیثیں کب سنی ہیں؟ اس نے کہا مجھے صحیح یاد نہیں! لیکن میں نے یہ احادیث بصرہ میں سنی ہیں اور ہمارے ہاں یہ حدیثیں مسلمات میں سے ہیں اور اس قسم کی احادیث میں کسی کو شک و شبہ تک نہیں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔

اگر آپ خود جعفر ابن محمد علیہ السلام کو دیکھیں اور وہ آپ سے یہ کہیں کہ یہ احادیث جو تم نے مجھ سے نقل کی ہیں' جھوٹ ہیں اور میں نے اس قسم کی کوئی بات نہیں کہی اور نہ اس قسم کی کوئی حدیث نقل کی ہے۔ کیا تم یقین کر لو گے؟ اس بد بخت شخص نے بڑی جسارت کے ساتھ کہا۔ نہیں!! میں کبھی بھی یقین نہیں

Presented by Ziaraat.Com

کروں گا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا!

کیوں یقین نہیں کرو گے؟ اس نے کہا! اس لئے کہ جنہوں نے ہمیں یہ احادیث نقل کی ہیں، ان کی گواہی ہمارے لئے ثابت ہے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا! اچھا پھر ایک حدیث میری طرف سے لکھ لو!!

جب امام علیہ السلام نے حدیث کا سلسلہ اپنے جد امجد کی طرف پہنچایا تو اس نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہیں نام سے کیا ہے، لکھو کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

"مَنْ كَذَّبَ عَلَيْنَا اَهْلَ الْبَيْتِ حَشَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَعْمىٰ يَهُوْدِيًّا"

جو شخص ہم اہل بیتؑ پر جھوٹ باندھے، قیامت کے روز خدا اسے اندھا اور یہودی محشور کرے گا۔

لکھتے ہیں کہ اس نے اس حدیث کو بھی بغیر چون و چرا کے اپنے رجسٹر میں لکھ لیا۔ اس کے بعد امام علیہ السلام کے چہرہ مبارک پر ناراضگی کے آثار واضح تھے۔ میمون کہتے ہیں کہ میری طرف رخ کر کے امام علیہ السلام نے فرمایا۔

کیا تم نے ان لوگوں کی باتیں سنی ہیں؟ میں نے کہا ہاں! فرمایا دیکھو! ان بدبختوں نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے۔ ایسی باتیں میری طرف منسوب کی ہیں کہ جو میں نے نہیں کہیں۔

اور تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ بد بخت یہ بھی کہنے لگے کہ اگر خود جعفر بن محمد علیہ السلام بھی ان باتوں کا انکار کریں تو پھر بھی ہم ان کی تصدیق نہیں کریں گے۔

آپ اگر اس مسئلہ کی تصدیق چاہتے ہیں تو مرحوم علامہ امینی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الغدیر" کی پانچویں جلد کی جانب رجوع کریں کہ جہاں انہوں نے "سلسلۃ الکذابین" کے عنوان کے تحت مفصل اور بہت ہی شیریں بحث کی ہے تا کہ آپ

Presented by Ziaraat.Com

کو پتہ چلے کہ ان واقعات کا بازار کس طرح گرم تھا۔ جس طرح آج کل کسی چیز کا بازار گرم ہوتا ہے اور اس کے خریدار سب سے زیادہ ہوتے ہیں اسی طرح اس زمانے میں جعل حدیث کا بازار سب سے زیادہ گرم تھا۔

خوب! اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس قدر احادیث جعل کرنے کا فلسفہ کیا تھا؟ واضح ہے جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ ایک سرکلر جاری کیا گیا تھا کہ جو بھی اس قسم کی حدیث گھڑے تم اسے حکومت کے نزدیک کر لو۔ اس سے تعاون کرو۔ باقاعدہ ان کے نام اور ان کے باپ کے نام' قبیلے اور گاؤں کے نام کی فائل بناؤ تاکہ ان کی مزید حوصلہ افزائی کی جائے۔

لہٰذا بہت سے لوگ مال و متاع کے حصول کی غرض سے استعمال ہوئے اور ایسی جھوٹی احادیث جعل کرنے لگے۔ اس سلسلے میں عجیب و غریب باتیں گھڑی گئیں۔ اگر ان کی گروہ بندی کریں تو ان کی مختلف قسمیں بن سکتی ہیں لیکن وہ احادیث جو زیادہ تر حکومت کے مفادات کے لئے گھڑی گئیں تھیں ان میں سے ایک دو کا ذکر کرتا ہوں۔

1۔ یہ حدیث کنز اعمال کے حوالے سے ہے کہ جس میں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک سلسلہ روایت پہنچاتے ہوئے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:۔

''تم اہل دین کی تکفیر نہ کرو اگرچہ وہ گناہان کبیرہ ہی کیوں نہ انجام دیں اور ہر امام کے پیچھے نماز پڑھا کرو' ہر مردے پر نماز پڑھا کرو اور ہر کمانڈر کے ساتھ جہاد میں شرکت کیا کرو''

2۔ دوسری حدیث میں نقل کرتے ہیں کہ

تین چیزیں ہیں جو ہماری سنت میں سے ہیں۔ اول ہر امام کے پیچھے نماز پڑھنا اس کا ثواب تمہارے لئے سب سے زیادہ ہے اور اگر کوئی گناہ گار ہوگا تو وہ امام کی طرف چلا جاتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

دوسری چیز یہ کہ ہر کمانڈر کے ساتھ جہاد میں شرکت کرو۔ اس جہاد کا ثواب تمہارے لئے ہوگا اور اگر اس کی بدی ہوئی تو وہ اس کے لئے ہوگی۔

تیسری چیز یہ کہ ہر میت پر خواہ اس نے خودکشی کی ہو نماز پڑھنا۔

اب ملاحظہ فرمائیں! یہ حدیث واضح طور پر حکمرانوں کے لئے ہے۔ مثلاً پہلی حدیث میں انہوں نے کہا کہ جو بھی اہل دین ہو خواہ وہ گناہ کبیرہ انجام دیتا ہو' اس کی تکفیر نہ کرو۔ مثلاً یزید ہے گناہ کبیرہ انجام دیتا ہے یا عبد الملک مروان ہے' مامون ہے' ہارون ہے اور متوکل وغیرہ ہیں یہ گناہان کبیرہ انجام دیتے تھے لیکن پھر بھی ہمیں ان کو کافر نہیں کہنا چاہئے مثلاً صدام کو کافر نہیں کہنا چاہئے چونکہ وہ بھی اہل دین میں سے ہے۔

اسی طرح ہر امام کے پیچھے نماز پڑھو چونکہ خود نماز سے انسان کی اہمیت بڑھتی ہے۔ لوگوں میں اس کا مقام بلند ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ کتنا ہی برا آدمی کیوں نہ ہو؟ اس کا عقیدہ ہی کیوں نہ خراب ہو؟ لیکن اگر آپ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے تو معاشرے میں اس کا ایک مقام ہوگا۔ تو ایسے افراد جو نااہل ہیں اور حکومتی مفاد کی باتیں کرتے ہیں اگر ان کو خطیب یا امام مقرر کر دیا جائے مثلاً شاہی مسجد کا خطیب مقرر کر دیا جائے اگرچہ جیسا بھی ہو چونکہ امام ہے' ہمیں نماز پڑھاتا ہے' چاہے وہ خطبے میں اسلام کا لحاظ کرے یا حکومت وقت کا!!

تیسری بات یہ کہ ہر کمانڈر کے ساتھ جہاد کریں۔ خواہ اس کے مقابلے میں علی ابن ابی طالبؑ ہی کیوں نہ ہوں۔ ان کے خلاف جہاد کرو۔

یہ بات حیرانگی کی ہے یا نہیں کہ یہ سب احادیث اس لئے جعل کی گئی ہیں کہ فاسد حکمران لوگوں کو دین کے نام پر دین کے خلاف لڑائیں۔

ایک اور حدیث ہے کہ جس کے مطابق "ایک حاکم طبقہ پیدا ہوگا جو ملت و قوم کے سارے سرمائے کو لوٹ لے گا۔ (جیسے آج کل آل سعود نے مسلمانوں کے

Presented by Ziaraat.Com

سب خزائن پر قبضہ جما رکھا ہے) اور یہ طبقہ ایسے کام انجام دے گا جو تمہارے لئے ناپسند ہوں گے لوگوں نے پوچھا! یا رسول اللہؐ پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اگر ہم اس زمانے میں موجود ہوں۔ تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا۔

"ایسے حکمرانوں کے حقوق جو تم پر ہیں' ادا کرنا اور تمہارے حقوق جو ان پر ہیں وہ اگر ادا نہیں کرتے تو خدا سے طلب کرنا"۔

اب یہ حدیث صحیح مسلم میں نقل ہوتی ہے۔ اب آپ ملاحظہ کریں کہ کس طرح لوگوں کو فاسد حکمرانوں کی اطاعت کے لئے ان احادیث کے ذریعے آمادہ کیا جاتا رہا ہے۔ ایسی احادیث بہت زیادہ ہیں ہم اس سے زیادہ نقل نہیں کرتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے پہلا کام یہ کیا کہ احادیث سازی کا کارخانہ کھولا اور ان کارخانوں میں حکمرانوں کے مفاد کے لئے اور مسلمانوں کو ان کے مقابلے میں بے دست و پا کرنے کے لئے یہ احادیث گھڑیں۔

یہ ایسے حقائق ہیں کہ جن سے کسی کو انکار نہیں لیکن ہم اپنے برادران کی خاطر' زیادہ نقل نہیں کرتے تاکہ وہ برا نہ منائیں۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّد

موضوع: عدل۔2

مقام: پشاور

مناسبت: ماہ مبارک رمضان

Presented by Ziaraat.Com

تقویٰ کے موضوع پر شہید" کا پہلا خطاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تقویٰ محفوظ کرتا ہے نہ کہ محدود:۔

ہوسکتا ہے ڈیموکریسی سے متاثر اور مغرب کے تصور آزادی کے دلدادہ یہ اعتراض کریں اور یہ سوال اٹھائیں کہ تقویٰ تو انسان کو محدود کر دیتا ہے۔ مثلاً اسلام شراب سے روکتا ہے' عورت کو عریانی کی حالت میں معاشرے میں آنے سے روکتا ہے' اور اسی طرح دوسری پابندیاں ہیں۔ اب اگر وہ کہیں کہ تقویٰ تو انسان کو محدودیت کی جانب لے جاتا ہے حالانکہ انسان با اختیار ہے' انسان آزاد ہے تو اس کو ہر قسم کی محدودیت سے آزاد اور بالاتر ہونا چاہئے۔

ہم اپنے نوجوان دوستوں کو یوں جواب دیتے ہیں کہ جوانان عزیز! ایک ہے محدودیت اور دوسری ہے مصونیت' جسے اردو میں حفاظت سے تعبیر کرتے ہیں' ان دونوں میں فرق ہے۔ محدود ہونا اور بات ہے' محفوظ ہونا اور ہے۔ یہ دونوں ایک نہیں ہیں اسی لئے استاد شہید مطہری قدس سرہ اس سلسلے میں یوں مثال دیتے ہیں۔

"ہم گھر بناتے ہیں' کمرے بناتے ہیں اور چار دیواری بناتے ہیں تاکہ ہم سردی اور گرمی سے محفوظ رہیں۔ ہماری جان' ہمارا مال اور ہماری ناموس دشمن سے محفوظ رہے۔ یا اپنے لئے لباس بناتے ہیں' ٹوپی اور عمامہ پہنتے ہیں' پاؤں کے لئے جوتا بناتے ہیں تاکہ ہمارا بدن' ہمارا سر' ہمارے پیر سردی و گرمی سے محفوظ رہیں' گردو غبار سے بچتے رہیں' پاک و صاف رہیں۔ اب ایک مغرب زدہ آدمی اٹھ کھڑا ہوتا ہے جو مغربی ڈیموکریسی سے متاثر ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو اس انسان نے اپنے آپ کو محدود کیا ہوا ہے۔ اس نے اپنے آپ کو دیواروں کے اندر قید کیا ہوا ہے۔ اس نے اپنے سر پر اتنا بڑا عمامہ رکھا ہوا ہے۔ اس نے اپنے پاؤں کو جوتوں میں اسیر کرلیا ہے تو آپ کیا جواب دیں گے؟ یہی کہ بھائی! یہ سب انسان کے

Presented by Ziaraat.Com

نفس و جان کے لئے' ناموس کے لئے' مال کے لئے حفاظت کا انتظام ہے۔ اس سے ہم محدود نہیں ہوتے بلکہ اس گھر کے ذریعے' ان کپڑوں کے ذریعے' اس ٹوپی کے ذریعے' ہم اپنے آپ کو سردی' گرمی' دشمنوں' حیوانات اور درندوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔

یہ مثال اپنے ذہن میں رکھیں اور آئیں اب جائزہ لیں کہ آیا تقویٰ ہم کو محدود کرتا ہے یا محفوظ؟

تقویٰ ہم کو محفوظ کرتا ہے' یعنی جب ہم باتقویٰ ہوں' ہمارے دل میں تقویٰ ہو اور ہمیں مہارت حاصل ہو جائے تو پھر اس تقویٰ کے ذریعے ہم نقصان سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ شیطان انسی و شیطان جنی کے شر سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی میں نے امیر المومنین علی علیہ اسلام کا خطبہ پڑھا ہے۔ (اس درس کے بعض جملوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ شہید مظلوم کا تقویٰ کے موضوع پر یہ دوسرا درس ہے' لیکن پہلا درس ہمیں نہیں مل سکا ہے) کہ تقویٰ کی مثال اس مضبوط قلعہ کی سی ہے کہ جس میں انسان محفوظ رہتا ہے' دشمن کے حملے سے اپنے آپ کو بچا لیتا ہے۔ پس انسان تقویٰ کے ذریعے اپنے آپ کو محفوظ کرتا ہے نہ کہ انسان اس سے محدود ہو جاتا ہے۔ اگر یہ محدودیت بھی ہے تو اس محدودیت کو ہم حفاظت کہتے ہیں۔ جیسے آپ اپنے گھر کے ارد گرد چار دیواری بناتے ہیں' بظاہر یہ محدودیت ہے لیکن درحقیقت یہ اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ہے۔ کپڑے بھی اسی طرح اور ٹوپی اور جوتے بھی اسی طرح ہیں۔

تقویٰ روح کا لباس ہے:۔

اگر آپ کے بدن کے لئے یہ کپڑے حفاظت ہیں تو اسی طرح آپ کی روح کے لئے تقویٰ لباس ہے۔ قرآن نے بہترین تعبیر پیش کی ہے۔

"وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ" (اعراف۔۲۶)

Presented by Ziaraat.Com

یعنی قرآن نے روح انسانی کے لئے تقویٰ کو لباس سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح لباس بدن کے لئے، جسم کے لئے حفاظت ہے اسی طرح تقویٰ روح کی حفاظت اور لباس کا کام دیتا ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

آگاہ رہو اگر تم تقویٰ کی حفاظت کرو گے تو تقویٰ تمہاری حفاظت کرے گا۔

لہذا یہ تقویٰ نہ صرف انسان کو محدود نہیں کرتا اور قید نہیں کرتا بلکہ تقویٰ ہر قسم کی قید اور غلامی سے انسان کو آزادی دلاتا ہے۔ یہ میں نہیں کہتا بلکہ امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں۔

" فَاِنَّ التَّقْوَىٰ اللّٰهِ مِفْتَاحُ سَدَادٍ وَ ذَخِيْرَةُ مَعَادٍ "

بے شک اللہ کا خوف ہدایت کی کلید' آخرت کا ذخیرہ ہے۔ "وَعِتْقٌ مِنْ كُلِّ مَلَكَةٍ" تقویٰ ہر قید و بند سے آزادی کا نام ہے' ہر قسم کی غلامی سے آزادی دلوانے کا نام تقویٰ ہے۔ "وَنَجَاةٌ مِنْ كُلِّ هَلَكَةٍ" اور ہر بدبختی سے نجات کا نام تقویٰ ہے۔ "بِهَا يَنْجَحُ الطَّالِبُ" جو بھی کسی ہدف و مقصد کا طالب ہے وہ اسی تقویٰ کے ذریعے اپنے اس مقصد تک پہنچ سکتا ہے۔ "وَيَنْجُوا الْهَارِبُ" اور جو شخص اپنے دشمن سے نبرد آزما ہو خواہ دشمن آپ کا نفس ہو یا بیرونی دشمن ہو' تقویٰ اس سے نجات دلاتا ہے۔ "وَتُنَالُ الرَّغَائِبُ" تقویٰ کے ذریعے انسان اپنی آرزوؤں تک اور اپنے مقاصد تک پہنچ جاتا ہے۔ (نہج البلاغہ' خطبہ ۲۲۷)

امیر المومنین علیہ السلام تقویٰ کو ہر قسم کی رقیت و غلامی سے آزادی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ پس تقویٰ نہ صرف محدودیت نہیں 'نہ صرف انسان کے لئے قید نہیں بلکہ انسان کے لئے آزادی کا پیام ہے۔

دیکھو عزیز جوانو! اگر انسان اپنے نفس کا غلام ہو اپنی خواہشات نفسانی کا پیروکار ہو تو مجھے بتاؤ کہ کیا وہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں آزاد ہوں؟ آیا وہ دوسروں کو آزادی دلا سکتا ہے؟ تقویٰ جو پہلا کام کرتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان کو خواہشات

Presented by Ziaraat.Com

نفسانی کی پیروی کے دائرے سے نکالتا ہے۔ نفس کو آپ کا تابع بناتا ہے۔ جیسا کہ کل میں نے خطبہ میں عرض کیا کہ جب تقویٰ اقتدار، جھوٹ، فریب، دھوکہ، مال، زر اور زور کی زنجیروں کو آپ کے دل سے توڑ دیتا ہے تو اس کے بعد آپ کو روحانی اور معنوی آزادی کی طرف لے جاتا ہے۔ جب آپ معنوی فضا تک پہنچ جائیں گے تو اس کے بعد انسان اجتماعی آزادی میں بہترین کردار ادا کر سکتا ہے۔ اگر یہ انسان خود نفس کا پیرو ہے اگر اس کی گردن میں اقتدار کا، جھوٹ اور فریب کا، حرص مال کا طوق اور زر و زور کی زنجیریں پڑی ہیں تو بتائیں وہ معاشرے کی ایک زنجیر بھی کھلوا سکتا ہے؟ شاید آپ کو یاد ہو میں نے اس کی مثال یہ دی تھی کہ اگر ایک انسان کے پاؤں میں، سر میں، گردن میں زنجیریں پڑی ہوں اور وہ سر سے پاؤں تک زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو اور اس کے ساتھ دوسرے ہزار افراد بھی اسی طرح زنجیروں میں جکڑے ہوں تو یہ شخص دوسروں کو ان زنجیروں سے آزاد کروا سکتا ہے؟ وہ اس وقت ان کو ان زنجیروں سے نجات دلوا سکتا ہے کہ جب وہ خود زنجیروں سے آزاد ہو۔ پہلے اپنی زنجیروں کو توڑے پھر دوسروں کی زنجیروں کو توڑ سکتا ہے۔ اب اگر ایک شخص نفس کا غلام، خواہشات نفسانی کا پیرو ہے، اگر اس کی گردن میں اقتدار کی زنجیر پڑی ہے اور اسی طرح جھوٹ، فریب، لالچ اور دوسری بری صفات کی زنجیریں ہماری روح کے گرد پڑی ہیں اور ہماری روح ان میں اسیر ہے تو پھر بتائیے ہم کس طرح معاشرے کے دوسرے افراد کو ان بری صفات سے آزادی دلوا سکتے ہیں؟

اگر ریگن یہ کہے کہ ہم دنیا میں امن و امان قائم کریں گے تو ہمیں اس پر کبھی یقین نہیں آئے گا۔ اگر گورباچوف ہو یا کوئی اور طاغوت ہو اور یہ کہے ہم اس دنیا میں عادلانہ نظام قائم کریں گے، اگر پاکستان کا کوئی مرد یا عورت چاہے کوئی بھی ہو اور یہ کہے کہ ہم پاکستان میں بہترین عادلانہ نظام قائم کریں گے تو ہم کبھی بھی اس پر

Presented by Ziaraat.Com

یقین نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ جب وہ مرد یا عورت خود اپنی خواہشات نفسانی کے پیرو ہے' اپنے نفس کا غلام ہے' اس نے اپنے آپ کو ابھی تک آزاد نہیں کروایا تو وہ پاکستان کے نوے ملین یا نو کروڑ انسانوں کو کس طرح آزادی دلا سکتا ہے۔ ہم ان سے یہ کہتے ہیں کہ خواہ مرد ہو یا عورت پہلے اپنے آپ کو کم از کم اپنے نفس کی غلامی سے آزاد کروائے' پہلے اپنے اندر کا بت توڑے' اس کے بعد کہے کہ ہم پاکستان کو استقلال دلوائیں گے۔ پاکستان کو سپر طاقتوں سے آزاد کروائیں گے۔ اس وقت ہم آپ کی بات مانیں گے۔ لیکن اگر وہ سر برہنہ پھرتی ہو' اور اس طرح اگر کوئی خود ان (امریکیوں) کے پاس جاتا ہو اگرچہ وہ اسلام کا نعرہ بلند کرتے ہوں اور انہوں نے داڑھی بھی رکھ لی ہو لیکن جب خود وہ نفس کے پیرو ہیں' متعصبانہ باتیں کرتے ہیں پھر اس کے بعد وہ ہم سے کہیں کہ ہم پاکستان میں غریبوں کے لئے یہ کریں گے اور وہ کریں گے' تو ہم کبھی بھی باور نہیں کر سکتے کہ ایسا شخص عادلانہ نظام قائم کرے گا۔ غریبوں اور مظلوموں کو آزادی دلوائے گا' محروموں کی مدد کرے گا۔ ہاں اگر ایسی باتیں امام خمینی جیسی عظیم شخصیت کرے تو ہم مانیں گے اس لئے کہ انہوں نے پہلے اپنی انانیت کو کچلا ہے اب اگر وہ کہیں کہ ہم امریکہ کو کچل دیں گے تو ماننے کی بات ہے۔

بنابرایں تقویٰ جو پہلا کام کرتا ہے وہ انسان کو معنوی آزادی دلاتا ہے۔ جب انسان کو معنوی آزادی مل جائے تو پھر اجتماعی آزادی اس کے لئے مشکل کام نہیں۔ جن کے پاس معنوی آزادی نہیں وہ اگر اجتماعی آزادی کی باتیں کرتے ہیں تو سوائے لوگوں کو بے وقوف بنانے کے اور کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

تقویٰ ہمارا محافظ ہے اور ہم تقویٰ کے محافظ ہیں:۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح تقویٰ کی تعریف کی گئی ہے اور مولا امیر المومنین علی علیہ السلام نے تقویٰ کا جو مقام بتایا ہے جیسا کہ آپؑ نے فرمایا:

Presented by Ziaraat.Com

"اِنَّ التَّقْوٰی مِفْتَاحُ سَدَادٍ" تقویٰ ہدایت کی کلید "وَ ذَخِیْرَۃُ مَعَادٍ" آخرت کا زادراہ "وَعِتْقٌ مِنْ کُلِّ مَلَکَۃٍ" ہر قسم کی رقیت و غلامی اور قید و بند سے آزادی ہے۔ "نَجَاۃٌ مِنْ کُلِّ هَلَکَۃٍ" اور بدبختی سے نجات ہے' اسی تقویٰ کے ذریعے انسان ہدف و مقصد تک پہنچتا ہے' اسی تقویٰ کے ذریعے انسان دشمن سے نجات پاتا ہے اور اسی تقویٰ کے ذریعے انسان اپنی آرزوؤں تک پہنچ سکتا ہے۔ پس اگر تقویٰ کا یہ مقام ہے پھر تو انسان معصوم ہے؟ پھر تو ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہیں۔ لیکن ہم عرض کریں گے نہیں بھائی! مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ اگر تقویٰ انسان کو حاصل ہو جائے تو پھر بھی انسان کے لئے قدم قدم پر پھسلنے کا خطرہ ہے۔

یہاں پر ہم گناہوں کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں:

1۔ بعض گناہ ایسے ہیں جو تقویٰ کے قلعہ اور تقویٰ کی سپر اور ڈھال پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

2۔ بعض گناہ ایسے ہیں جو اس تقویٰ کی ڈھال اور سپر کو بھی متاثر کرتے ہیں۔

احادیث میں ہم پڑھتے ہیں مثلاً شراب سے ہم تقویٰ کے ذریعے بچ سکتے ہیں اگر ہم میں تقویٰ ہے تو ہم شراب نہیں پئیں گے۔ مثلاً میرے گھر میں شراب کی بوتل پڑی ہے' میں گھر میں کمرے میں تنہا ہوں' اکیلا سویا ہوا ہوں اور شرعاً بھی میرے لئے وہاں سونا حرام نہیں ہے بلکہ جائز ہے' لیکن جہاں تک غریزہ شہوت کا مسئلہ ہے چونکہ یہ شہوت نفسانی کا معاملہ ہے تو یہ بڑا خطرناک مسئلہ ہے۔ یہاں پر اسلام یہ نہیں کہتا کہ بس تقویٰ کافی ہے اور تقویٰ کے ذریعے یہاں آپ اپنے ایمان کو بچا سکتے ہیں بلکہ یہاں پر شریعت آپ کو تقویٰ پر ہی نہیں چھوڑتی بلکہ آپ کے لئے ایک اور حکم بھی ہے۔ اگرچہ آپ متقی ہیں' اگرچہ آپ اپنے زمانے کے مقدس اردبیلی ہی کیوں نہیں ہیں۔ پھر بھی شریعت آپ کو کمرے میں ایک جگہ' نامحرم عورت کے ساتھ ٹھہرنے اور سونے کی اجازت نہیں دیتی۔ اگر آپ کہیں کہ میں

Presented by Ziaraat.Com

دیندار ہوں، متقی ہوں، مقدس اور نیک ہوں اور جتنی بھی قسمیں آپ کھائیں کہ میں سلمان فارسیؓ ہوں لیکن شریعت آپ کی بات قبول نہیں کرتی۔ بلکہ آپ کے لئے شریعت کا حکم ہے کہ تنہا، کمرے میں نامحرم عورت کے ساتھ سونا حرام ہے۔ یہاں اجازت نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ ایسا خطرناک مقام ہے کہ یہاں پر بڑے بڑے افراد پھسل جاتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آدمی رات کو شیطان، نفس امارہ اپنا تیر چلائے اور وہ نشانے پر جا لگے اور آپ اس گناہ میں مبتلا ہو جائیں۔ لہٰذا یہاں شریعت صرف تقویٰ پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ شریعت تقویٰ کے ساتھ ساتھ آپ کا مورچہ مزید مضبوط کرنے کے لئے حکم دیتی ہے کہ آگے نہ جاؤ چونکہ تمہارا دشمن بہت خطرناک ہے۔ ہو سکتا ہے آپ کا پاؤں پھسل جائے۔ لہٰذا آپ کو اس طرف جانا ہی نہیں چاہئے۔ تو یہاں پر ہم تقویٰ کے محافظ ہیں ہمیں تقویٰ کی حفاظت کرنی ہے۔ اور تقویٰ ہمارا محافظ ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم تقویٰ کے محافظ ہوں اور تقویٰ ہمارا محافظ ہو؟ یہ تو ہم طلبہ کی اصطلاح میں ''دور'' ہو جائے گا۔ یعنی یہ کہیں کہ مرغی کس چیز سے ہے؟ انڈے سے اور انڈا کس چیز سے ہے؟ مرغی سے!! اسے اصطلاح میں ''دور'' کہتے ہیں تو یہاں بھی یہی صورت حال ہے۔ ہماری حفاظت تقویٰ کرتا ہے اور ہم تقویٰ کی حفاظت کرتے ہیں۔

تو ہم جواب دیں گے کہ جس طرح آپ کے کپڑے ہیں، لباس ہے۔ آپ اپنے بچوں کو لباس پہناتے ہیں اور پھر اسے کہتے ہیں میرے پیارے بچے اپنے کپڑوں کا خیال رکھنا، ان کی حفاظت کرنا، انہیں گندے اور میلے ہونے سے محفوظ رکھنا......اور ادھر لباس اور کپڑے بچے کو اس لئے پہناتے ہیں کہ وہ بچے کی حفاظت کریں، سردی سے، گرد وغبار سے۔ اسی طرح یہاں بھی ہے۔ مولا امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "اَلَا فَصُونُوهَا" تم تقویٰ کی حفاظت کرو۔ "وَتَصَوَّنُوا بِهَا" اور تقویٰ کے ذریعے اپنے لئے حفاظت کا سامان کرو۔ اب کوئی

Presented by Ziaraat.Com

پوچھے کہ ہم تقویٰ کی حفاظت کیسے کریں؟ یا تقویٰ ہماری حفاظت کیسے کرے؟ تو ہم کہتے ہیں دونوں ایک ساتھ ہیں ہم اگر خدا تک پہنچنا چاہتے ہیں تو ہمیں تقویٰ سے مدد لینا چاہئے اور تقویٰ حاصل کرنے کے لئے ہمیں خدا سے مدد و توفیق مانگنی چاہئے۔ تقویٰ ہی کے ذریعے ہمیں خدا تک پہنچنا ہے اور خود تقویٰ بھی ہمیں خدا ہی سے حاصل کرنا ہے اور اس کے حصول کے لئے خدا ہی سے مدد مانگنی ہے۔

امیر المومنین علی علیہ السلام اسی خطبے میں فرماتے ہیں: "أُوْصِيكُمْ عِبَادَ اللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ" اے بندگان خدا! میں تم کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں۔ "فَإِنَّهَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ" تحقیق تقویٰ خدا کا حق ہے تمہاری گردن پر "وَالْمُوجِبَةُ عَلَى اللّٰهِ حَقَّكُمْ" اور اسی تقویٰ کے ذریعے خدا پر تمہارا حق ثابت ہوتا ہے۔ "وَأَنْ تَسْتَعِينُوا عَلَيْهَا بِاللّٰهِ" اے بندگان خدا تم اگر چاہتے ہو کہ تمہیں تقویٰ حاصل ہو جائے تو خدا سے مدد مانگو۔ ہمیشہ یہ دعا مانگو کہ خدا ہمیں متقی بننے کی توفیق دے۔ خدا ہمیں تقویٰ کی توفیق دے۔ "وَتَسْتَعِينُوا بِهَا عَلَى اللّٰهِ" اور خدا تک پہنچنے کے لئے اسی تقویٰ سے مدد چاہو۔ تقویٰ حاصل کرنے کے لئے خدا سے مدد مانگو اور خدا تک پہنچنے کے لئے تقویٰ سے مدد مانگو۔ (نہج البلاغہ خطبہ ۱۸۹)

بنابر ایں ہمیں تقویٰ کی حفاظت کرنی چاہئے۔ ہمیں تقویٰ حاصل کرنا چاہئے اور پھر یہ تقویٰ ہمارے دین کو محفوظ کرے گا اور ہمارا دین بھی اس کے ذریعے محفوظ ہوگا اور ہم اس کے ذریعے خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔

پس برادران عزیز! اس کے بعد تقویٰ کے فوائد انشاء اللہ دوسری فصل میں عرض کروں گا۔ آخر میں ایک حدیث عرض کرتا ہوں۔ یہ حدیث کلمات قصار میں سے ہے۔ مولا امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں۔

"ضَعْ فَخْرَكَ وَاحْطُطْ كِبْرَكَ وَاذْكُرْ قَبْرَكَ" (نہج البلاغہ کلمہ قصار ۳۹۸)

Presented by Ziaraat.Com

یہ صرف تین جملے ہیں۔ مولاؑ فرماتے ہیں۔ اے انسان! فخر و سر بلندی کو چھوڑ دے، اپنے آپ کو بڑا مت سمجھ، فخر مت کر اور اپنی قبر کو یاد رکھ۔

ہاں تم کس طرح فخر کی بات کرتے ہو۔ ابن آدم کس طرح فخر کی باتیں کرتا ہے۔ "اَوَّلُهُ نُطْفَةٌ وَ آخِرُهُ جِيفَةٌ" یہ تو وہی ابن آدم ہے کہ اس کا اول نطفہ ہے اور آخر میں جب مر جائے تو مردار ہے اور اگر اس کو کسی کا ہاتھ لگ جائے تو غسل کرنا پڑے گا۔ اگر ہماری ابتداء یہ ہے اور انتہا یہ ہے تو پھر فخر کس بات پر؟ "ضَعْ فَخْرَكَ" اے انسان! فخر چھوڑ دے ذرا اپنی اصل کو پہچان۔ "وَاحْطُطْ كِبْرَكَ" اور بڑائی بھی چھوڑ دے۔ کس طرح اپنے آپ کو بڑا کہتے ہو اور تکبر کرتے ہو۔ تمہیں نہ دنیا میں آنے کا اختیار ہے اور نہ اس دنیا سے جانے کا۔ تو پھر کیونکر تکبر کرتے ہو۔ اے انسان! تواضع کر، فروتنی کر، اپنے آپ کو سب سے کمتر سمجھ، تکبر مت کر۔ جو تکبر کرتا ہے اس کی مثال اس دھوئیں کی مانند ہے کہ جب آپ سگریٹ یا حقے کا کش لیتے ہیں تو اس کا دھواں اوپر کی جانب جاتا ہے لیکن یہی اوپر جانے والا دھواں پست ہے بے قیمت ہے۔ جو شخص تکبر کرتا ہے اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اس کی مثال اس دھوئیں کی سی ہے جو بظاہر بلندی کی جانب جاتا ہے لیکن درحقیقت سب سے پست ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللهِ وَ بَرَكَاتُهُ

موضوع۔ تقویٰ۔1

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ مبارک رمضان

Presented by Ziaraat.Com

تقویٰ کے اثرات پر شہید ؒ کا خطاب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" (بقرہ ۔ ۱۸۳)

آج ہم تقویٰ کے دینی اور اجتماعی اثرات پر بات کریں گے۔ نہج البلاغہ میں مولائے متقیان حضرت علی علیہ السلام کا تقویٰ سے متعلق ارشاد ہے کہ

"وَعِتْقٌ مِنْ كُلِّ مَلَكَةٍ وَنَجَاةٌ مِنْ كُلِّ هَلَكَةٍ" (نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۶)

"تقویٰ ہر غلامی سے آزادی اور ہر تباہی سے رہائی کا باعث ہے" بالفاظ دیگر معاشرے میں تقویٰ کے اثرات سے متعلق امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "تقویٰ ہر رقیت اور قید و بند سے آزادی اور بدبختی سے نجات دلاتا ہے" ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ

"وَدَوَاءُ دَاءِ قُلُوبِكُمْ وَشِفَاءُ مَرَضِ اَجْسَادِكُمْ" (نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۶)

"یہ تقویٰ تمہارے دلوں کے دردوں کی دوا اور تمہارے جسموں کی بیماریوں کا علاج ہے"

تقویٰ کے اثرات:۔

انسان کو درپیش تمام تر مشکلات کے حل کا نسخہ جو مولاؑ نے پیش کیا ہے وہ تقویٰ ہے دین و آخرت اور قبر میں درپیش حالات پر تقویٰ اپنے گہرے نقوش چھوڑتا ہے۔ دنیا میں معاشرے پر بھی تقویٰ اپنے اثرات مرتب کرتا ہے کسی چیز کی قیمت کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب وہ چیز موجود نہ ہو اور کوئی دوسری چیز بھی اس کی جگہ نہ لے سکے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی معاشرے میں تقویٰ ختم ہو جائے تو پھر اس کی جگہ نہ حکومت لے سکتی ہے نہ علم و سائنس' اور نہ ہی دیگر مختلف قوانین کے بس میں ہے کہ وہ اس خلاء کو پر کر سکیں۔ کوئی چیز بھی تقویٰ کا نعم البدل نہیں۔ نہ زر' نہ

Presented by Ziaraat.Com

زور' نہ قوانین' نہ حکومت حتیٰ کہ علم جیسی بڑی چیز بھی تقویٰ کا متبادل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ معاشرے کے ارکان میں سے ایک تقویٰ ہے اور اگر معاشرے کے ارکان میں سے تقویٰ کو نکال دیں تو معاشرہ بد بخت اور تباہ و برباد ہو جائے گا۔

حکومت اور ہماری مشکلات:۔

اب آپ اندازہ لگائیں کہ ہم چاہتے ہیں اپنی مشکلات کا علاج کریں۔ پس ہماری اجتماعی مشکلات کا حل حکومت کی نظروں میں یہ ہے کہ قوانین بنا دے۔لیکن ہم آئے دن یہ دیکھتے ہیں کہ ٹریفک کے قوانین انتہائی سخت ہونے کے باوجود زیادہ حادثات ہو رہے ہیں'فلاں جگہ ایکسیڈنٹ سے اتنے آدمی ہلاک ہو گئے ہیں۔اسی طرح اخبار و رسائل وغیرہ میں گھریلو مسائل کا تذکرہ ہوتا ہے کہ فلاں میاں بیوی کے درمیان اختلافات ہیں یہاں تک کہ مسئلہ طلاق تک جا پہنچتا ہے۔ پس ان مشکلات کا حل کیا ہے؟

اسی طرح ایک اور بیماری جو ہمارے اسلامی معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے وہ ہے رشوت۔انسان کا جائز و معمولی سا کام بھی رشوت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ہم آئے دن اخبارات وغیرہ میں دیکھتے ہیں کہ حکومت والے یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ ہم فلاں کا احتساب کریں گے۔ حکومت والے اپنی تقریروں میں' اپنے کنونشنوں میں کہتے پھرتے ہیں کہ ہم رشوت اور اس قسم کے دیگر کاموں کا خاتمہ کر دیں گے۔ الیکشن کے دوران مختلف سیاسی پارٹیوں کے ہاتھ بھی یہ موقع آجاتا ہے اور وہ بھی اپنی تقریروں میں یہی حوالہ دیتے ہیں کہ اگر ہم برسر اقتدار آگئے تو رشوت ستانی ختم کر دیں گے۔ یہ کس طرح ختم کر سکتے ہیں؟

حکومت کے نزدیک سب سے بڑا حل یہ ہے کہ قوانین کو سخت کر دیا جائے لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں' قانون کیا ہے؟ قانون یعنی ایک حد معین کرنا۔اب

Presented by Ziaraat.Com

صرف یہ ہے کہ قانون ہمارے لئے ایک حد معین کرے گا' لیکن اگر لوگوں کے دلوں میں ایسی کوئی چیز نہ ہو جو اس حد کا احترام کرنے پر لوگوں کو مجبور کرے تو کیا صرف قانون بنانے سے ہماری یہ مشکلات حل ہو سکتی ہیں؟ یقین جانیں کہ حل نہیں ہو سکتیں۔

تقویٰ کا فقدان :۔

آپ دیکھتے ہیں جو آدمی محتسب کی کرسی پر بیٹھا ہے وہی آدمی پارلیمنٹ میں بھی بیٹھا ہے۔ وہ قانون بناتا ہے اور پھر وہی آدمی چاہتا ہے کہ معاشرہ میں ان قوانین کو نافذ کرے۔ لیکن خود جب اس کے عمل کو ہم دیکھتے ہیں تو اس کے دل میں تقویٰ نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے وہ بد سے بدتر کام انجام دیتا ہے۔ اگر ہم ان مسائل کا حل تلاش کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے معاشرے میں تقویٰ کو زندہ کرنا ہے جب تک ہمارے دلوں میں مخفی پولیس قائم نہ ہو جائے جو ہمیں اس جگہ پر جہاں پولیس نہ ہو' حکومت نہ ہو اس وقت یہ ہمیں برے کام سے روک سکے۔ جب تک یہ مخفی پولیس کہ جس کا نام آپ ایمان یا تقویٰ رکھتے ہیں ہمارے دلوں میں پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک کوئی اور قانون ان مشکلات کا درمان نہیں ہو سکتا۔

پرانے زمانے میں اگرچہ ہم نے اتنی ترقی نہیں کی تھی لیکن کم از کم کسی حد تک ہمارے دلوں میں تقویٰ موجود تھا۔ اس وقت تک ہمارے مسائل اتنے زیادہ نہ تھے۔ ہماری مشکلات اتنی زیادہ نہ تھیں' لیکن آج کل گھریلو مشکلات اس دور سے کہیں زیادہ ہیں۔ ہر دوسرے تیسرے گھر میں آپ دیکھیں گے کہ مثلاً میاں بیوی کے درمیان کوئی جھگڑا ہے یا اسی طرح قتل و غارت کا اندازہ لگائیں' چوری و ڈکیتی کا اندازہ لگائیں' حتیٰ یورپ و امریکہ جو قوانین کے لحاظ سے اپنے آپ کو سب سے بہتر سمجھتے ہیں' علم و سائنس میں سب سے آگے ہیں' وہاں بھی ہم دیکھتے ہیں جیسا کہ اخبارات میں خبریں شائع ہوتی ہیں کہ نیویارک شہر میں رات کو اگر آپ اپنے

Presented by Ziaraat.Com

ہوٹل سے باہر نکلیں تو آپ کو ہوٹل والے کہتے ہیں کہ ''ہم آپ کے ذمہ دار نہیں ہیں اپنی حفاظت خود کریں۔''

اسی طرح آبرو ریزی' خواتین کی عصمت دری' ناشروع بچوں کی شرح پیدائش میں روز بروز اضافہ' قتل و غارت گری کی روز افزوں زیادتی جیسی خبریں ہر روز آپ کی نظروں سے گزرتی ہوں گی۔ یہ سب کچھ آخر کیوں ہے؟ اس لئے کہ تقویٰ کا فقدان ہے۔ جب تقویٰ نہیں ہے تو یہ قوانین' یہ علم اور یہ سائنس تقویٰ کی جگہ کو پر نہیں کر سکتے۔ چونکہ ہمارے ہاں پہلے کچھ نہ کچھ تقویٰ تھا۔ اس لئے ہمارے گھریلو مسائل بھی اتنے نہیں تھے۔ اور نہ ہی ہمارے ہاں اتنی فحاشی' قتل و غارتگری اور رشوت کا رواج تھا اور دوسری مشکلات بھی نہیں تھیں۔

تقویٰ کی طرف رجوع:۔

ہمیں اگر واقعاً ان تمام مشکلات کا حل تلاش کرنا ہے تو پھر تقویٰ کی طرف رجوع کرنا ہو گا۔ یہاں پر آپ اعتراض کر سکتے ہیں کہ جناب! آپ نے جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی زبانی تقویٰ کی تعریف کی ہے تقویٰ تو کوئی مادی چیز نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک معنوی چیز ہے۔ تقویٰ تو دل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ دل میں ایک قوت پیدا ہو جاتی ہے جبکہ آپ کہتے ہیں کہ تقویٰ سارے مسائل کا حل ہو سکتا ہے۔ یہاں پر خود مولا امیر المومنین علی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

" وَدَوَاءُ دَاءِ قُلُوبِكُمْ وَ شِفَاءُ مَرَضِ أَجْسَادِكُمْ "

''یہ تقویٰ تمہارے دلوں کے دردوں اور تمہارے جسموں کی بیماریوں کا علاج ہے''۔ یہ کیونکر ممکن ہے؟ جی ہاں! ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تقویٰ کوئی انجکشن ہے یا تقویٰ کوئی گولی کا نام ہے۔ نہیں! ہم یہ نہیں کہتے۔ لیکن تقویٰ کے اثرات سے آپ انکار نہیں کر سکتے۔ اگر تقویٰ نہ ہو تو کیا آپ کا ہسپتال ٹھیک بنے گا؟ جی نہیں !! اس لئے کہ جو ٹھیکیدار اس ہسپتال کو بنائے گا اس میں تقویٰ نہیں ہے تو وہ

Presented by Ziaraat.Com

سارا پیسہ ہضم کر جائے گا اور آپ کے لئے صحیح ہسپتال نہیں بنائے گا اور جب لوگوں کو ہسپتال کے آلات کی خریداری کے لئے سرمایہ ملے گا وہ صحیح آلات نہیں لائیں گے۔ اسی طرح اگر تقویٰ نہیں ہے تو وہ ڈاکٹر صحیح کام نہیں کرے گا۔مثلاً آپ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جناب ہمارا ایمرجنسی کیس ہے' جلدی آئیں' ہمارا آدمی مر رہا ہے لیکن آپ کو جواب ملے گا کہ جاؤ اپنا کام کرو' لیکن اگر آپ اس کو رشوت دیں گے تو وہ آپ کا کام کر دے گا۔ اسی طرح مریضوں کی نگہداری کرنے والی نرسیں صحیح طور پر مریضوں کی دیکھ بھال نہیں کرتیں۔ دواؤں میں ملاوٹ ہو گی۔ ہر جگہ آپ کو رشوت دینا ہو گی۔ لہذا آپ کا صحیح طور پر علاج معالجہ نہیں ہوگا۔

لیکن اگر تقویٰ ہے تو ڈاکٹر اپنی طرف سے صحیح طور پر کام کرے گا۔ نرسیں صحیح طور پر دیکھ بھال کریں گی۔ وہ ٹھیکیدار جس نے ہسپتال کو بنایا ہے وہ صحیح طور پر اس کو بنائے گا۔ جس شخص نے باہر سے آلات لانے ہیں وہ صحیح آلات لائے گا۔ وہ کمپنی جو دوائی بنائے گی وہ ملاوٹ نہیں کرے گی۔

تقویٰ اور امراض سے بچاؤ:۔

ان سب سے بالاتر یہ ہے کہ اگر تقویٰ نہ ہو تو انسان کھانے میں بھی افراط کرے گا جب کھانے میں افراط کرے گا تو وہ مریض ہو جائے گا یا اسے بلڈ پریشر ہو گا یا ہارٹ اٹیک یا پھر اسی طرح کے دوسرے امراض لاحق ہو جائیں گے کیونکہ احادیث میں ہے کہ" تمام بیماریوں کی جڑ پیٹ ہے" اب اگر انسان تقویٰ نہ رکھتا ہو تو شراب بھی پیئے گا اور دوسری مرغن غذائیں بھی کھائے گا اور ان سب کے برے اثرات بالخصوص شراب کے برے اثرات جو سائنس نے کشف کئے ہیں اور ڈاکٹر ان کی تصدیق کرتے ہیں' میں مبتلا ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر تقویٰ نہ ہو تو انسان شہوت میں بھی افراط کرے گا۔ جب انسان

Presented by Ziaraat.Com

شہوت میں افراط کا شکار ہو گا تو راتوں کو نائٹ کلب میں جائے گا یا پھر فاحشہ عورتوں کے ہاں جائے گا جس سے عجیب و غریب بیماریاں پھیل جاتی ہیں۔ جیسا کہ آج کل امریکہ میں ایڈز کی بلا سایہ فگن ہے' یہ بیماریاں ان افراد کو لاحق ہیں جو ہم جنسی کرتے ہیں یا فاحشہ عورتوں کے پاس جاتے ہیں۔ ہمارے دوستوں میں سے ایک آدمی امریکہ سے آیا اور وہ نقل کر رہا تھا کہ "ایک فاحشہ کہہ رہی تھی کہ چونکہ اس معاشرے نے مجھ پر ظلم کیا ہے اور میں خود ایڈز کی مرض میں مبتلا ہو گئی ہوں لہذا میں نے معاشرے سے انتقام لینے کے لئے سو سے زیادہ آدمیوں سے ہم بستری کی ہے اور ان کو بھی اس مرض میں مبتلا کر دیا ہے۔

بنابرایں اگر ایک شخص تقویٰ نہیں رکھتا تو شہوت میں افراط کرے گا اور پھر قسم قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو جائے گا۔ وہ افراد جن کے اپنی بیویوں کے ساتھ حالات خراب ہو جاتے ہیں چونکہ ان میں تقویٰ نہیں ہوتا تو وہ دوسری عورتوں کے ہاں جاتے ہیں اور بیویوں کو دیر سے آنے کا جواب نہیں دے سکتے۔ پس بیوی مجبور ہے کہ جھگڑا کرے اور کہے کہ مجھے طلاق دے دو یا ان مردوں نے کوئی اور غلط کام کیا ہو مثلاً نامرد ہو گیا ہو اب بیوی کے حقوق پورے نہیں کر سکتا یہ سب کچھ اور دیگر غلط قسم کی بیماریاں انسان کو لاحق ہو جاتی ہیں۔

تقویٰ اور سعادت انسان :۔

پس تقویٰ جو مولا کائناتؑ نے فرمایا ہے "تقویٰ تمہارے دلوں کے دردوں کی دوا اور تمہارے جسموں کی بیماریوں کا علاج ہے۔" یہ کسی عام شخص کی بات نہیں بلکہ اس عظیم روحانی شخصیت کی بات ہے جو انسان کے اندرونی حالات سے آگاہ ہے۔ ان کو پتہ ہے کہ اس انسان کے لئے کون کون سی چیزیں مفید ہیں اور کون کون سی مضر ہیں۔ ہمیں اگر دنیاوی اور دینی سعادت حاصل کرنی ہے تو پھر ہمیں تقویٰ کی طرف رجوع کرنا ہو گا وہ شخص جو تقویٰ رکھتا ہے وہ اپنی کمائی پر اکتفا کرتا

Presented by Ziaraat.Com

ہے۔ اپنے حق پر اکتفا کرتا ہے وہ ہرگز ایسا نہیں کرتا کہ اپنے شب و روز اس فکر میں گزارے کہ میں کس طریقہ سے زیادہ کماؤں' کس کی جیب کاٹوں اور مالدار بن جاؤں۔ وہ ہر حال میں شکر ادا کرتا ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص ہے جس کے دل میں تقویٰ نہیں ہے تو اس کا دل پریشان ہے۔ اسے سکون حاصل نہیں ہے اور ان اعصابی بیماریوں کی وجہ سے معدہ کی تکلیف ہو جاتی ہے اور پتہ نہیں اسے کون کون سی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ لیکن اس کے برعکس وہ شخص جو متقی و پرہیز گار ہے۔ ان تمام بلاؤں اور بدبختیوں سے بچا ہوا ہے۔

تقویٰ اور ماہ رمضان :۔

ہمیں تقویٰ کی طرف رجوع کرنا ہے اور تقویٰ کے آثار میں سے ایک اثر یہ ہے کہ جتنا انسان کے دل میں تقویٰ آجائے 'اتنا وہ شخص عمل صالح کی طرف راغب ہو جائے گا۔ جتنا انسان کے دل میں تقویٰ کم ہو گا' اتنا انسان گناہوں کی طرف مائل ہو گا۔ اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ تیس دن جو ہم روزہ رکھتے ہیں اس کے بعد ہمیں ملاحظہ کرنا ہو گا کہ آیا ہم نے روزے کے نتیجے میں تقویٰ حاصل کیا ہے یا نہیں؟ آیا ہمارے کردار میں تبدیلی آئی ہے یا نہیں؟

اگر ماہ رمضان سے پہلے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے نماز کو اہمیت نہیں دیتے تھے' سینما جاتے تھے غیبت کرتے تھے' وی۔سی۔آر کو لگا کر غلط فلمیں دیکھتے تھے۔ ٹی وی پر غلط پروگراموں کو دیکھتے تھے۔ ماہ رمضان کے بعد پھر وہی حالت ہے۔ یعنی اِدھر اُدھر پھرنا' نماز کو اہمیت نہ دینا' گھر دیر سے آنا' والدین کے ساتھ برا سلوک کرنا اور اسی طرح کی دیگر غلط باتوں کو دوبارہ سے شروع کر دیں تو ہمیں یہ جان لینا چاہئے کہ رمضان کے مبارک مہینے سے ہم نے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور ہمارے دلوں میں تقویٰ نہیں آیا۔ کیونکہ تقویٰ کوئی دیکھنے والی چیز نہیں بلکہ اس کا اندازہ تو فقط نیک اعمال و کردار سے ہو سکتا ہے۔ مثلاً اگر ہم جاننا چاہیں کہ بجلی کے تار میں کرنٹ

Presented by Ziaraat.Com

ہے یا نہیں تو ہم بٹن دبائیں گے اگر بلب روشن ہو گیا تو ہمیں یقین ہو جائے گا کہ تار میں کرنٹ ہے لیکن اگر بلب روشن نہ ہو تو ہم سمجھ لیں گے کہ تار میں کرنٹ نہیں ہے۔

فرض کریں اگر اخبارات میں اشتہار آئے کہ عید کے موقع پر فلاں فلاں سینما میں فلاں بہترین فلم ریلیز کی جائے گی۔ آپ اس کے پیچھے دوڑ گئے تو سمجھ لیں کہ آپ کے دل میں تقویٰ نہیں ہے۔ اگر آپ نے نیک اعمال کی طرف رجوع نہ کیا۔ آپ غلط کاموں میں اسی طرح حصہ لیتے رہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے دلوں میں ایمان و تقویٰ نہیں ہے ۔ہم میں سے کسی کے ماتھے پر نہیں لکھا ہو گا لیکن اگر اس شخص کے اعمال و کردار میں تبدیلی کو دیکھیں گے تو ہم کہیں گے کہ واقعاً یہ متقی ہے۔ یہ اہل بیتؑ کے شیعوں میں سے ہے اور اس نے نہج البلاغہ سے درس لیا ہے۔

تقویٰ اور عمل صالح:۔

تقویٰ اور عمل صالح آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔اگر کسی جگہ بلب ہو گا تو لازم ہے روشنی ہو گی۔ اسی طرح اگر کسی جگہ آگ ہو گی تو آگ کی خصوصیت یہ ہے کہ گرم ہوتی ہے لہٰذا وہ جگہ بھی گرم ہو گی۔ تقویٰ کا لازمہ عمل صالح ہے اور یہ ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جتنا انسان کا تقویٰ زیادہ ہو گا اتنا ہی اس کا عمل صالح زیادہ ہو گا۔ اور جتنا عمل صالح زیادہ کرے گا اتنا اس کا تقویٰ مضبوط ہوتا جائے گا۔ میں آپ کی خدمت میں ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ فرض کریں آپ کا ایک دوست ہے اس کے ساتھ آپ کی دوستی ہے ۔ آپ ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ جب آپ اس کو تحفہ دیں گے' اس کو دعوت دیں گے اور وقتاً فوقتاً آپس میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔ ان تمام باتوں سے ہم یہ سمجھیں گے کہ ان کے درمیان دوستی ہے اور دوسرا یہ کہ تحائف کے تبادلے اور ایک

Presented by Ziaraat.Com

دوسرے کی دعوت کرنے سے آپ دونوں کے درمیان محبت اور زیادہ ہو گی۔

بالکل یہی مسئلہ ہے اگر آپ عمل صالح کریں گے تو ہم سمجھیں گے کہ آپ کے دل میں تقویٰ ہے اور جتنا آپ عمل صالح کریں گے اتنا آپ کا تقویٰ مضبوط ہو جائے گا۔ اگر سلمان فارسیؓ جیسی عظیم شخصیت کہ جو "مِنَّا اَهْلَ الْبَیْت" کی سند یافتہ ہو اگر وہ بھی ایک دن نماز صبح قضا کرے تو اس کا وہ مقام نہیں رہے گا۔ آہستہ آہستہ تنزل کا شکار ہو جائے گا اور اگر ہم ان واجبات کی طرف توجہ نہیں دیں گے اور پھر بھی ہم کہیں کہ ہم متقی ہیں ہمارا امامؑ امام المتقین" ہے۔ متقی ہونے کے کچھ آثار ہوتے ہیں۔ تشیع ایک دعویٰ نہیں ہے بلکہ تشیع ایک حقیقت ہے۔ آپ ہاتھ میں ایک پتھر پکڑ کر اس کا نام موتی رکھ دیں' آپ کے نام رکھنے سے وہ پتھر موتی نہیں بنے گا۔ اگر آپ کا کردار مسلمانوں جیسا نہیں ہے تو آپ ہزار بار اپنے نام کے ساتھ شناختی کارڈ میں لکھیں کہ" میں مسلمان ہوں۔ اہل بیتؑ کا پیروکار ہوں" مگر کردار آپ کا شیعوں جیسا نہیں' فقط شناختی کارڈ میں لکھنے سے یا شیعہ گھر میں پیدا ہونے سے شیعہ نہیں بن سکتے۔

پس ہمیں ان مقدس ایام میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہے۔ ہمیں اپنے دلوں میں تقویٰ اور ایمان کے شجر کو پروان چڑھانا ہے اور ہمیں اس نفس امارہ کو جو ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔ انہیں دنوں اسے شکست دینا ہے۔ اسے ذلیل و خوار کرنا ہے۔ اگر ہم انتیس (۲۹) دنوں میں کامیاب ہو گئے اور ہم نے صحیح روزہ رکھ لیا تو انشاء اللہ ہمارے لئے آئندہ کامیابیوں کے لئے ایک سنگ میل' ایک بنیاد اور ایک پایہ فراہم ہو جائے گا۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ

موضوع۔ تقویٰ کے اثرات۔1

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ مبارک رمضان

Presented by Ziaraat.Com

تقویٰ کے اثرات پر شہید حسینی ؒ کا دوسرا درس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ۔۱۸۳)

تقویٰ کے اثرات میں سے ایک اثر یہ ہے انسان اپنی زندگی میں خیر و شر اور اچھائی و برائی کے درمیان تمیز کر سکتا ہے۔ تقویٰ انسانی روح کو بصیرت عطا کرتا ہے اور اس کے دل کو نورانیت بخشتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کی آیہ مجیدہ میں ہے۔

"اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا" (انفال۔۲۹)

اگر تم لوگ تقویٰ اختیار کرو گے تو خداوند متعال تمہیں فرقان یعنی حق و باطل میں تمیز کرنے والی قوت عطا کرے گا۔

تقویٰ کے ذریعے انسانی عقل کس طرح زیادہ ہوتی ہے؟ کیسے عقل کو روشنی و نورانیت ملتی ہے؟ اور کیسے انسان کی بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے؟ اس درس میں اسی سلسلے میں چند باتیں عرض کریں گے۔

عقل و ہوش:۔

انسان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو بظاہر بہت ہی ہوشیار، چالاک اور ذہین نظر آتے ہیں لیکن وہ اپنی زندگی میں تذبذب کا شکار ہوتے ہیں۔ اپنے حالات اور مسائل میں مضطرب، متحیر رہتے ہیں۔ تو یہاں پر شک ہوتا ہے کہ آیا یہ شخص عاقل ہے؟ چونکہ ایک عقل ہوتی ہے اور ایک ہوش۔ عقل و ہوش میں فرق ہے۔ عقل کوئی اور چیز ہے اور ہوش کچھ اور۔ جیسے ہم اکثر کہتے ہیں کہ فلاں شخص بہت عقلمند ہے یا فلاں ہوشیار تو ہے مگر عاقل نہیں۔ جبکہ ایسا نہیں ہے بلکہ انسان کو خدا نے قوہ عقلیہ عطا فرمائی ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بعض افراد انتہائی چالاک، ذہین اور ہوشیار ہونے کے باوجود اپنی زندگی کے معمولی مسائل میں

Presented by Ziaraat.Com

الجھے رہتے ہیں۔ اچھائی و برائی میں فرق نہیں کر سکتے۔ ان سے اصلاح و فساد میں تمیز نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ بھی عدم تقویٰ ہے یعنی جو لوگ اپنی زندگی کے مسائل کو اچھی طرح حل کر سکتے ہیں وہی متقی ہیں اور جو اپنی زندگی میں ہر وقت مضطرب و متحیر رہتے ہیں یہ ان کے بے تقویٰ ہونے کی علامت ہے۔ یعنی وہ عاقل نہیں ہیں خواہ کتنے ہی چالاک و ذہین ہوں ۔چنانچہ امیر المومنین علیہ السلام مومن و متقی شخص کی صفات یوں بیان فرماتے ہیں:

"قَدْ أَحْيَا عَقْلَهُ" مومن اور متقی شخص اپنی عقل کو زندہ کرتا ہے۔ "وَأَمَاتَ نَفْسَهُ" اور اپنے نفس کو کچل دیتا ہے۔ "حَتَّى دَقَّ جَلِيلُهُ وَ لَطُفَ غَلِيظُهُ" جب مومن اور متقی شخص عقل کو زندہ کرتا ہے۔ اور نفس کو کچلتا ہے تو اس کی ہڈیاں نرم ہو جاتی ہے اور بدن کی موٹائی لطائف میں بدل جاتی ہے یعنی دبلا ہو جاتا ہے۔ انسان جب ریاضت کرتا ہے، نفس کشی میں مصروف ہوتا ہے تو اس کے بدن کی موٹائی وغیرہ ختم ہو جاتی ہے۔ "وَبَرَقَ لَهُ لَامِعٌ كَثِيرُ الْبَرْقِ" اس کے نتیجے میں اس مومن میں ایک ایسے نور کی تجلی ہوتی ہے جس کی روشنی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ "فَأَبَانَ لَهُ الطَّرِيقَ" پھر اس مومن کو اس نورانیت کے ذریعہ راستہ دکھائی دیتا ہے۔ "وَسَلَكَ بِهِ السَّبِيلَ" اور پھر وہ اس راستے پر چلنا شروع ہو جاتا ہے۔ "وَتَدَافَعَتْهُ الْأَبْوَابُ إِلَى بَابِ السَّلَامَةِ" (نہج البلاغہ، خطبہ ۲۱۷) پھر وہ اس کے ذریعے ان دروازوں سے گزرتا ہوا سلامتی کے دروازے پر پہنچ جاتا ہے۔اس کے بعد وہ شخص کبھی گمراہ نہیں ہوتا پھر اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

"يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ" (مائدہ۔۱۶)

اور وہ بندہ جو امر الٰہی کا اتباع کرتا ہے خداوند متعال اسے سلامتی کے راستوں کی جانب راہنمائی کرتا ہے۔قرآن ارشاد فرماتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

"يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ" (مائدہ۔ ۱۶)

اور اسے تاریکیوں سے نکال کر نورانیت کی طرف لاتا ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتا ہے۔

"وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" (مائدہ۔ ۱۶)

اور مومنین و متقین کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔

پس جب انسان تقویٰ کے ذریعے اپنی عقل کو زندہ کر کے اپنے نفس کو کچل دیتا ہے اور خواہشات نفسانی کی مخالفت کرتا ہے تو خود بخود اس کے دل میں نور کی ایک تجلی پیدا ہوتی ہے اور وہ شخص اس نور کی روشنی میں اپنے راستے کا تعین کرتا ہے۔

مشکلات زندگی پر قابو پانا:۔

دوسری خصوصیت اور خوبی تقویٰ میں یہ ہے جس کی جانب قرآن میں ارشاد ہوا کہ انسان تقویٰ کی وجہ سے اپنی مشکلات اور زندگی کے مسائل پر قابو پا لیتا ہے اور ان سے نکلنے کے راستے انسان کو مل جاتے ہیں۔ چنانچہ آیہ مجیدہ میں ہے۔

"وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجاً" (طلاق۔ ۲)

جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے خدا اس کے لئے زندگی کی مشکلات و مصائب سے نکلنے کے لئے راستے پیدا کر دیتا ہے۔ یعنی یہ شخص مشکلات و مصائب میں مبتلا نہیں رہتا۔

دوسری آیت میں خداوند متعال فرماتا ہے۔

"وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا" (طلاق۔ ۴)

اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے خداوند متعال اس کے امور کو آسان کر دیتا ہے۔ پھر اس کے لئے زندگی کے مسائل و مشکلات ختم ہو جاتے ہیں اور کوئی مسئلہ، مسئلہ نہیں رہتا۔

Presented by Ziaraat.Com

مشکلات دو قسم کی ہوتی ہیں' ایک تو وہ جو ہمارے اختیار میں نہیں ہیں۔ مثلاً ایک شخص بیمار ہو جاتا ہے یا انسان غربت و فقر میں مبتلا ہے یا انسان کسی حادثے کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی مشکلات انسان کے اختیار سے خارج ہیں۔

مشکلات کی دوسری قسم وہ ہے کہ جو انسان اپنے اختیار سے اپنے لئے پیدا کرتا ہے۔ جیسے ایک انسان کے دل میں یہ شوق و آرزو پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ "کے۔ٹو" کی چوٹی کو سر کر لے۔ ظاہر ہے اس بلند و بالا پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے میں بہت زیادہ مشکلات ہیں۔ یہ زحمت و مشقت اس نے خود پیدا کی ہے۔ اس مشکل کے بارے میں اسے پتہ بھی ہے اور اس کے اختیار میں بھی ہے۔

اسی طرح آپ اگر انبیاء علیہم السلام کے راستے پر چلنا چاہتے ہیں اور ان کی سیرت سے وابستہ ہونا چاہتے ہیں یا جب آپ پندرہ سال کے ہو جاتے ہیں اور بلوغت کی زندگی میں آجاتے ہیں' جہاں آپ کو کسی نہ کسی طریقہ زندگی اور راستے کا انتخاب کرنا ہے تو یہاں انسان کو کسی ایک نظام سے وابستہ ہونا پڑتا ہے۔ یا تو وہ کسی سیکولر نظام کے ساتھ وابستہ ہو گا اور اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے چل پڑے گا یا پھر کسی دینی نظام سے وابستہ ہو کر انبیاء و آئمہ اطہار علیہم السلام کے راستے کی پیروی کرے گا اور پھر اسے یہ بھی پتہ ہے کہ اگر میں انبیاء اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے راستے پر چلوں گا اور ان کے مسلک کو اختیار کروں گا تو مجھے تکالیف و مشکلات اور مصائب برداشت کرنے پڑیں گے۔ مثلاً روزہ رکھنا ہے اس میں تکلیف و مشقت ہے' آسانی نہیں۔ انسان گرمی میں تیرہ' چودہ گھنٹے بھوکا پیاسا رہے۔ اسی طرح نماز کے لئے صبح اٹھنا' ٹھنڈے پانی سے وضو یا غسل کرنا یا حج کے لئے جانا' اپنے مال و دولت سے خمس دینا اور جہاد کرنا ان سب چیزوں میں مشقت ہے مشکلات اور زحمات ہیں۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب آپ نے یہ مسلک اختیار کر لیا اور اس

Presented by Ziaraat.Com

نظام پر چل پڑے تو آپ کا طاغوتی نظام سے تصادم ہو گا چونکہ طاغوتی نظام کسی صورت میں برداشت نہیں کر سکتا کہ آپ انبیاء علیہم السلام کے راستے پر چلیں۔ آپ نے دیکھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا"

تو سارے کفار قریش آپ کے مخالف ہو گئے۔ کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس نعرے کو اپنے مفادات کے ساتھ متصادم تصور کرتے تھے اور اگر موجودہ دور میں آپ اسلامی نظام اور اسلامی جمہوریت کی بات کریں گے تو آپ کی یہ بات نہ امریکہ کو گوارا ہے نہ روس کو۔ یہاں اسلام سے مراد' امریکی اسلام نہیں ہے۔ بلکہ مراد اسلام محمدیؐ ہے۔ اگر آپ محمدیؐ اسلام کی بات کریں گے تو امریکہ آپ کو راستے سے ہٹانے کی کوششیں اور سازشیں شروع کر دے گا۔ اب آپ کے لئے مشکلات ہیں اور مصائب ہیں۔ آپ اگر آئمہ اطہار علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں کو دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ انہوں نے کتنی مصیبتیں و مشکلات برداشت کی ہیں۔ یہ سب مشکلات و مصائب ان کے لئے اختیاری تھیں یعنی ان کو معلوم تھا کہ جس مسلک و راستے پر ہمیں چلنا ہے اس میں مشکلات ہی مشکلات ہیں لیکن جب انسان متقی ہو اس کے دل میں تقویٰ ہو تو پھر اسے ان مشکلات و مصائب سے نکلنے میں کوئی دیر نہیں لگتی' خدا خود بخود راستے بنا دیتا ہے اور مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔

پس قرآن کی نظر میں مشکلات و مصائب سے نکلنے کا راستہ یہ ہے کہ انسان متقی بن جائے اور اپنے امور کو آسانی سے انجام دینے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے۔

جب انسان متقی بن جاتا ہے اسے ذاتی زندگی یا اجتماعی زندگی میں جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ بغیر کسی دکھ' اضطراب و پریشانی کے اس مشکل و مصیبت

Presented by Ziaraat.Com

پر قابو پا لیتا ہے۔ جبکہ دوسرے لوگ پریشانیوں میں مضطرب ہو جاتے ہیں ان کے اعصاب کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن متقی انسان کو کچھ نہیں ہوتا۔ اور اس کے لئے سنگین سے سنگین مسئلہ تقویٰ اور ارتباط خدا کے اثر سے آسان ہو جاتا ہے۔

انبیاء اور آئمہ علیہم السلام کے علاوہ دوسری بہت سی بزرگ ہستیاں ہیں کہ جنہوں نے تقویٰ کے ذریعے بڑی سے بڑی مشکلات پر قابو پا لیا۔ ہم ایک ایسی ہستی کی مثال پیش کرتے ہیں کہ جو خود ہمارے زمانے کی شخصیت ہیں اور ہمارے ہم عصر ہیں یعنی رہبر انقلاب اسلامی حضرت امام خمینی کی ذات کو دیکھیں وہ کس قدر مصائب و مشکلات سے دوچار ہوئے۔ کتنی مصیبتیں ان پر ٹوٹیں لیکن انہوں نے کس طرح اپنے آپ کو ان مشکلات سے نکالا۔ اس وقت تو ہم اس کو نہیں سمجھ سکے لیکن بعد میں خود بخود معلوم ہو گیا کہ امام خمینی نے جو مشکل راستہ اپنایا تھا وہی سو فیصد صحیح تھا۔

اس سے بڑی مشکل اور کیا ہو سکتی ہے کہ ایک ہی دن میں ایک ملک کا صدر اور وزیر اعظم ایک ساتھ شہید ہو جائیں۔ اس کے مقابلے میں مصر کو دیکھیں جب انور السادات واصل جہنم ہوا تو ایک سال تک ملک میں مارشل لاء نافذ رہا اور ادھر ملک کے بہتر (۷۲) بہترین نمائندے اور لیڈر جن میں چیف جسٹس، چار وزیر اور اٹھائیس پارلیمنٹ کے نمائندے اور ملک کے بزرگ افراد شامل تھے شہید ہوئے، نہ کوئی ہنگامہ ہوا نہ کوئی اضطراب کی جھلک دکھائی دی اور جب لوگ امام خمینی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام نے فرمایا:۔

" اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ "

یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہم سب خدا کی طرف سے آئے ہیں اور ہمیں خدا کی جانب لوٹ کر جانا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ کچھ لوگ جلد چلے جاتے ہیں اور کچھ دیر سے۔ اگر رجائی چلے گئے یا باہنر شہید ہو گئے ہیں تو کیا ہوا، ان کا خدا تو ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اصل تو خدا ہے۔ یہ صرف تقویٰ کی طاقت ہے کہ اتنے بڑے مصائب و مشکلات میں انسان کے حوصلے میں ذرا بھر بھی فرق نہیں پڑتا اور ایسے انسان پہاڑ کی مانند اپنی جگہ پر ڈٹے رہتے ہیں۔ یہ تقویٰ کا اثر ہے۔ جب انسان کے دل میں تقویٰ ہو تو اس کے لئے ساری مشکلات و مصیبتیں آسان ہو جاتی ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر آپ کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں ہر طرف آپ کو بڑی بڑی عمارتیں، مکانات نظر آرہے ہوں یہاں آپ اس رش میں، ان عمارتوں میں، مکانات کی کثرت میں کھو جائیں گے اور ہر چیز آپ کو اپنی جگہ بڑی دکھائی دے گی اور اس رش و ہجوم سے آپ کو وحشت ہو گی۔ اس کا رعب و دبدبہ آپ پر طاری ہو جائے گا۔ لیکن اسی منظر کو آپ کسی بلندی سے یا ہیلی کاپٹر کے ذریعے ملاحظہ کریں تو یہ وحشت ختم ہو جاتی ہے۔ یہ بڑی بڑی عمارتیں، مکانات، لوگوں کا ہجوم سب کچھ انتہائی چھوٹا نظر آنے لگتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب انسان خدا سے دور ہو جاتا ہے۔ خواہشات نفسانی کی پیروی کرتا ہے اور مادی دنیا میں کھو جاتا ہے تو اسے یہ چھوٹے چھوٹے مسئلے، معمولی معمولی طاقتیں عظیم اور وحشت ناک دکھائی دینے لگتی ہیں۔ پھر اگر امریکہ اسے کوئی دھمکی دے تو اس کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔ اگر کوئی اسے بتائے کہ امریکہ نے آپ کے خلاف فلاں سازش تیار کی ہے تو وہ پریشان ہو جاتا ہے اور اگر امریکی سفیر بلائے تو فوراً اپنی صفائی پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو آپ کا زرخرید غلام ہوں، میں تو آپ کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کا پابند ہوں پھر مجھے کیوں ہٹاتے ہو؟

لیکن جس کا ارتباط خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے وہ امریکہ کو ایک چوہے کی مانند سمجھتا ہے جیسے ایک چوہا اپنے سوراخ سے نکل کر آپ کو دھمکی دے تو کیا آپ اس چوہے کی پرواہ کریں گے؟ نہیں!! اس لئے کہ آپ چوہے کو کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ لہٰذا وہ لوگ جن کا رابطہ خدا سے ہوتا ہے وہ امریکہ جیسی طاغوتی طاقتوں کو چوہا بھی

Presented by Ziaraat.Com

نہیں سمجھتے۔ اب اگر امریکہ کہتا ہے کہ اگر ثابت ہو جائے کہ دہشت گردی میں ایران کا ہاتھ ہے تو ہم کاروائی کریں گے تو پھر ایرانی پارلیمنٹ کے سپیکر جواب دیتے ہیں کہ اگر مرد ہو تو آجاؤ اپنے آپ کو آزما لو تا کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہاری کیا حیثیت ہے؟ لیکن اب تو امریکہ کے بڑے بت کو توڑ دیا گیا ہے۔ ایک سال سے زیادہ ان کے جاسوسوں کو جاسوس خانے میں بند رکھا گیا' امریکہ نے سارے وسائل اور حربے استعمال کیے جب وہ اس میں ناکام ہو گئے تو اس کے علاوہ وہ کیا کر سکتے تھے۔

بنابرایں اگر انسان کا خدا سے رابطہ برقرار ہو جائے اور اس کے دل میں تقویٰ آ جائے تو پھر خداوند متعال اس کے سارے امور آسان بنا دیتا ہے۔ پھر اس کے لئے کوئی مسئلہ مشکل ہی نہیں ہوتا پھر تو اس کی لغت میں ناکامی کا لفظ نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جو شخص متقی ہوتا ہے' جو شخص کہتا ہے کہ مجھے خدا کی اطاعت کرنی ہے نہ کہ اپنے نفس کی اور واشنگٹن و کریملن کی اطاعت بھی نہیں کرنی۔ لہٰذا مومن جس کام کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو یہ نہیں دیکھتا کہ اس میں میری جان جائے گی یا میرا مال جائے گا یا میری عزت کا مسئلہ ہے۔ مومن و متقی انسان اس وقت یہ دیکھتا ہے کہ میرا خدا مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ میرا شرعی وظیفہ کیا ہے؟ اب اگر اس کا شرعی وظیفہ یہ ہے کہ قدم اٹھائے تو وہ اقدام کرتا ہے۔ اگر کامیابی حاصل ہو جائے تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٌ۔ اور اگر بظاہر ناکام بھی ہو جائے تو بھی وہ کامیاب ہے۔ چونکہ اس کا مقصد تو اپنے مولا کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔ اب اس نے دونوں حالتوں میں اپنے مولا کا حکم مان لیا۔ نتیجے کا تو وہ ذمہ دار نہیں ہے۔ پس ایک مومن کبھی بھی شکست نہیں کھاتا۔ اس کی لغت میں ناکامی کا لفظ نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ کامیاب ہے لہٰذا جو بھی مشکل آجائے اگر میدان میں ہے تو کہتا ہے الٰہی تیری رضا میری رضا ہے' اور جب امام حسین علیہ السلام مدینے سے نکلتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ اسی میں مصلحت

Presented by Ziaraat.Com

خدا ہے اور اگر اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں تو فرماتے ہیں۔

"اِنَّ اللّٰہَ شَاءَ اَنْ یَرَاھُنَّ سَبَایاً"

یعنی خدا کی رضا اور مصلحت اس میں ہے کہ میرے اہل و عیال کو اسیر دیکھا جائے اور اگر گودال میں ہیں تو فرماتے ہیں۔

"اِلٰھِیْ رِضاً بِقَضَائِکَ وَتَسْلِیماً لِاَمْرِکَ"

یعنی اے پروردگار میں تیری قضا پر راضی اور تیرے امر کے سامنے تسلیم خم ہوں' اور پھر آپ نے دیکھا کہ جب حضرت علی اصغرؑ کے گلے پر تیر لگا اور ان کا خون امام علیہ السلام کے ہاتھ پر گرا تو مولاؑ نے خدا کی بارگاہ میں سربلند کر کے فرمایا۔ اے خدا! چونکہ یہ سب کچھ تو دیکھ رہا ہے اور صرف تیری رضا کے لئے ہے لہٰذا یہ سب چیزیں مجھ پر آسان ہیں۔ غرض یہ کہ خدا انسان کے لئے سب تکلیفیں آسان کرتا ہے تاکہ اسے تسلی ہو کہ سب تکالیف خدا کے لئے برداشت کر رہا ہے۔

اے جوان عزیز! آپ کو اس معاشرے میں جو بھی قدم اٹھانا ہے پہلے آپ تسلی کریں اور یقین حاصل کریں کہ آپ کا یہ قدم خدا کے لئے ہے پھر آپ کو اگر سولی پر بھی چڑھنا پڑے تو کوئی مشکل نہیں ہے۔ خدانخواستہ اگر آپ اپنی خواہشات کے لئے کوئی کام کرتے ہیں یا امریکہ و روس کی خاطر کوئی قدم اٹھاتے ہیں پھر تو انسان خَسِرَ الدُّنیَا وَ الآخِرَۃ کا حقدار ہے اور اگر انسان کو تسلی ہو کہ وہ رضائے خدا کے لئے قدم اٹھا رہا ہے اس کا اقدام خوشنودی محمد وآل محمد علیہم السلام کے لئے ہے تو پھر کوئی مسئلہ نہیں۔ ہمارے بدن کس لئے ہیں۔ سید الشہداء علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اگر یہ بدن خدا نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ خاک ہو جائے تو کتنا بہتر ہے کہ ایک مرد کا بدن خدا کے راستے میں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اس سے کیا بہتر کہ ہمارا

Presented by Ziaraat.Com

یہ حقیر خون خدا کے راستے میں بہہ جائے پھر موت تو ایک دن آنی ہے' ایک دن انسان کو مرنا ہے' شب عاشورہ مسلم ابن عوسجہ کیا فرماتے ہیں؟ زہیر کیا فرماتے ہیں؟

فرماتے ہیں یابن رسول اللہؐ موت تو حق ہے آخر ایک دن تو ہمیں مرنا ہے کتنا بہتر ہے کہ آپ کے قدموں میں شہید ہو جائیں اس سے بڑھ کر فضیلت تو تصور نہیں کی جاسکتی۔ اگر ہمیں نہ ایک' نہ دو مرتبہ بلکہ ستر مرتبہ یا حضرت زہیر بن قین کی تعبیر کے مطابق ہزار مرتبہ بھی قتل کر کے زندہ کیا جائے اور پھر قتل کیا جائے تو بھی ہم آپ کی دوستی سے ہاتھ نہیں کھینچیں گے۔

برادران عزیز! اس دن اگر مسئلہ اسلام کا تھا تو آج بھی مسئلہ اسلام و قرآن کا ہے۔ آج بھی هَلْ مِنْ نَاصِرٍ کی آواز فضا میں گونج رہی ہے۔ ایک طرف ابن زیاد کی آواز ہے تو دوسری جانب سید الشہداء علیہ السلام کی صدا ہے۔ وہ جو مغربی یا مشرقی نظام کی باتیں کرتے ہیں یا سوشلزم و کیمونزم اور قوم پرستی کی' یہ سب یزیدی آوازیں ہیں۔ آپ اسلام محمدی نہ کہ اسلام امریکی یعنی وہ اسلام جس پر امریکہ راضی ہو' بلکہ وہ اسلام جو محمد مصطفیٰؐ اللہ تعالی کی طرف سے لے کر آئے' وہ اسلام جس کے لئے محمد وآل محمد علیہم السلام نے قربانیاں دیں۔ وہ اسلام جس کے لئے سید الشہداء علیہ السلام نے کربلا میں استغاثہ بلند کیا' آپ اس اسلام کی مدد کریں۔ آپ کو زیب نہیں دیتا کہ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے پیروکار ہوتے ہوئے کسی اور کے پیچھے چلیں۔ جو قدم بھی آپ اٹھاتے ہیں' آپ تسلی کروائیں کہ ہمارا یہ قدم خدا کے راستے میں ہے۔ اس سے خدا تعالی اور امام زمانہ علیہ السلام راضی ہیں۔ اس پر روز قیامت خداوند تعالی کی عدالت میں جواب دے سکتا ہوں۔

آخر میں ایک حدیث تلاوت کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بزرگ صحابی حضرت ابوذر غفاریؓ کو نصیحت فرماتے ہیں کہ اے ابوذرؓ!

Presented by Ziaraat.Com

" مَنْ مَلَكَ مَا بَيْنَ فَخِذَيْهِ وَمَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ "

اللہ اکبر! حقیقت یہ ہے کہ ہماری ساری مشکلات ان دو چیزوں کی وجہ سے ہیں۔ ہم اگر جہنم کی طرف جا رہے ہیں تو ان دو چیزوں کی وجہ سے۔ اے ابو ذرؓ جس نے دو چیزوں پر قابو پا لیا۔ " مَنْ مَلَكَ بَيْنَ فَخِذَيْهِ " جس کسی نے ناف سے لے کر زانو کے درمیان کی جگہ پر کنٹرول کر لیا۔ " وَمَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ " اور جس کسی نے زبان کی حفاظت کر لی' خواہ وہ مرد ہو یا عورت' اس کی جگہ جنت میں ہے۔

" قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ " حضرت ابوذرؓ عرض کرتے ہیں۔ " إِنَّ لَنُؤْخَذُ بِمَا أَنْ نَنْطِقَ بِأَلْسِنَتِنَا " کیا جو باتیں ہم کرتے ہیں اور جو کچھ زبان پر لاتے ہیں اس پر سوال ہو گا۔ " قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمْ " تو آپ نے فرمایا۔

(یہاں درس کی کیسٹ ختم ہو گئی تھی۔ باقی حدیث بحار الانوار جلد ۷۷ صفحہ ۹ سے نقل کی جا رہی ہے) " يَا أَبَاذَرْ وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ فِي النَّارِ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ إِنَّكَ لَا تَزَالُ سَالِماً مَاسَكَتَّ وَ إِذَا تَكَلَّمْتَ كُتِبَ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ يَا أَبَاذَرْ إِنَّ الرَّجُلَ يَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ فِي الْمَجْلِسِ لِيُضْحِكَهُمْ بِهَا فَيَهْوِيْ فِيْ جَهَنَّمَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ يَا أَبَاذَرْ وَيْلٌ لِلَّذِيْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَّهُ وَيْلٌ لَّهُ وَيْلٌ لَّهُ يَا أَبَاذَرْ مَنْ صَمَتَ نَجَا فَعَلَيْكَ بِالصِّدْقِ وَلَا تَخْرُجَنَّ مِنْ فِيْكَ كِذْبَةً أَبَداً "

اے ابو ذرؓ! لوگ اپنی زبانوں کی کمائی سے ہی جہنم میں اوندھے منہ پھینکے جائیں گے۔ تم جب تک خاموش ہو سلامت ہو جب بولو گے تو یا تمہارے لئے ثواب لکھا جائے گا یا گناہ۔ اے ابوذرؓ! جب ایک شخص کسی محفل میں لوگوں کو ہنسانے کے لئے کچھ کہتا ہے تو اسے زمین و آسمان کے درمیان جہنم میں لٹکا دیا جائے گا۔ اے

Presented by Ziaraat.Com

ابوذرؓ! وائے ہو اس پر' وائے ہو اس پر' وائے ہو اس پر جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولے۔

اے ابوذرؓ! جو خاموش رہا اس نے نجات پالی۔ پس تم سچ بولتے رہنا اور کبھی بھی تمہارے منہ سے جھوٹ نہ نکلنے پائے۔

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

موضوع۔ تقویٰ کے اثرات۔2

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ رمضان المبارک

Presented by Ziaraat.Com

تقویٰ کے اثرات پر شہید عارف حسین الحسینیؒ
کا تیسرا درس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حق و باطل میں تمیز:۔

تقویٰ کے متعدد اثرات بیان کئے گئے ہیں ان میں سے ایک اثر کو قرآن مجید نے یوں بیان کیا ہے۔

"اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَاناً" (انفال۔۲۹)

اگر آپ متقی بن جائیں' اگر آپ تقویٰ اختیار کریں تو خداوند متعال آپ کو فرقان عطا کرے گا۔ ایک ایسی نورانیت آپ کے دل میں عطا کرے گا جس کے ذریعے آپ حق و باطل کے درمیان تمیز کر سکیں گے۔ یعنی تقویٰ کا ایک اثر یہ ہے کہ انسان کو بصیرت حاصل ہو جاتی ہے اور انسان کی روح روشن ہو جاتی ہے۔ جب انسان کو بصیرت حاصل ہو جائے' جب انسان کا دل نورانیت و روشنی حاصل کر لے تو پھر وہ خود بخود اپنی زندگی میں حق و باطل کے درمیان تمیز کر سکتا ہے اور یہی مشکل مسئلہ ہے کہ بعض اوقات انسان خیال کرتا ہے کہ یہ بات حق ہے' یہ چیز ٹھیک ہے لیکن حقیقت میں وہ باطل ہوتی ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے اور حقیقت میں وہ حق ہوتی ہے ہم ایک دعا کرتے ہیں وہ یہ ہے۔ "اَللّٰهُمَّ اَرِنِی الْحَقَّ حَقًّا" اے خدا ہمیں حق کو حق کے لباس میں دکھا دے تاکہ ہم اس کی پیروی کریں اور باطل کو باطل کے لباس میں دکھا دے تاکہ ہم اس سے پرہیز کریں اور یہ ایک اہم مسئلہ ہے کہ انسان تشخیص دے سکے کہ یہ ٹھیک ہے اور یہ غلط ہے' یہ حق ہے اور یہ باطل ہے۔ جس طرح میڈیکل کے میدان میں اور دنیائے طب میں ماہر اور اچھا ڈاکٹر اسے کہا جاتا ہے جو مرض کو تشخیص دے سکے۔ جب وہ تشخیص دے لے کہ

Presented by Ziaraat.Com

بیمار کا مرض کیا ہے؟ تو پھر علاج معالجہ اتنا مشکل نہیں ہوتا اور اس کے بعد ڈاکٹر مریض کے لئے نسخہ تجویز کر سکتا ہے۔

پس ماہر و حاذق ڈاکٹر اور طبیب وہ ہے جو انسان کے مرض کو تشخیص دے سکتا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید محسن حکیم کے فرزند گرامی حجتہ الاسلام آقائے سید مہدی حکیم (یاد رہے کہ حجتہ الاسلام سید مہدی حکیم رضوان اللہ تعالیٰ علیہ شہید عارف حسین الحسینی کی اس تقریر کے وقت زندہ تھے لیکن بعد میں شہید حسینی کی زندگی میں ہی عراق کی بعث پارٹی کے ہاتھوں سوڈان کے ایک ہوٹل میں شہید ہو گئے) بتا رہے تھے کہ ایک مرتبہ مجھے اپنے والد بزرگوار نے بتایا کہ انبیاء کرام اور آئمہ اطہار علیہم السلام پر ہر قسم کی بلائیں اور مصیبتیں آئیں اور ان کا زندگی میں ہر قسم کا امتحان ہوا لیکن ایک چیز کے ساتھ ان کا امتحان نہیں ہوا' ایک مصیبت اور بلا ان پر نہیں آئی اور وہ یہ کہ انہیں اپنی مسئولیت اور ذمہ داری سے بے خبر نہیں رکھا گیا یعنی انہیں یہ واضح نہ ہو کہ اس وقت انہیں کیا کرنا ہے کیونکہ نبی اور امام کو اپنی مسئولیت معلوم ہوتی ہے۔ امام حسین علیہ السلام کو معلوم تھا کہ مجھے کربلا جانا ہے اور ان کو پتہ تھا کہ مثلاً مجھے عاشورہ کے دن یہ قربانی دینا ہے۔ امیرالمومنین علی علیہ السلام کو علم تھا کہ مجھے انیس رمضان المبارک کی شب کو مسجد میں جانا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جانتے تھے کہ خدا مجھ سے ہی چاہتا ہے کہ میں آگ میں کود جاؤں۔ امام رضا علیہ الصلوۃ والسلام خود جانتے تھے کہ خدا کی رضا اس میں ہے کہ وہ انگور کھائیں کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ کس وقت کیا کرنا ہے؟ انسان کے لئے اپنی تکلیف شرعی معین نہ ہو' یہ مشکل اور مصیبت ان کے لئے نہیں تھی لیکن یہ مصیبت و بلا اور امتحان ہمارے لئے ہے کہ ابھی اس وقت اگر ہم میدان میں آئیں اور لوگوں کو میدان میں بلائیں اور فرض کریں کہ ان پر فائرنگ ہو جائے کچھ افراد قتل ہو جائیں تو آیا ہمارا وظیفہ یہ ہے کہ ہم ضرور میدان میں آئیں اگرچہ لوگ

Presented by Ziaraat.Com

قتل ہی کیوں نہ ہو جائیں یا یہ ہماری ذمہ داری نہیں ہے؟ پس یہ مشکل ہمارے لئے ہے۔ لہٰذا اس مشکل مرحلے کے لئے خداوند متعال فرماتا ہے۔

"اِنْ تَتَّقُوْا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَاناً"

اگر آپ نے تقویٰ اختیار کیا اور متقی بن گئے تو آپ کا یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا پھر آپ کے لئے خداوند متعال غیبی طور پر ایک چیز آپ کے دل میں عطا کرے گا جس کے نتیجے میں آپ کے لئے راستہ واضح اور مشخص ہو جائے گا۔ پھر آپ حق اور باطل کے درمیان تشخیص دے سکیں گے۔ اس ضمن میں فقط ایک آیت ہی نہیں ہے بلکہ اس آیت کے علاوہ دوسری کئی احادیث بھی موجود ہیں۔

چند احادیث:۔

ارشاد ہوتا ہے

"جَاھِدُوْا اَنْفُسَکُمْ عَلٰی اَھْوَائِکُمْ تَحُلُّ قُلُوْبَکُمُ الْحِکْمَةُ"

تم لوگ اپنے نفسوں کے ساتھ جہاد کرو تا کہ تمہارے دلوں میں حکمت الٰہیہ آجائے اور اس حکمت الٰہیہ کے نتیجہ میں آپ حق و باطل کے درمیان تمیز کر سکیں گے۔ ایک دوسری مشہور حدیث ہے کہ

"مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا جَرَتْ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَةِ مِنْ قَلْبِہٖ عَلٰی لِسَانِہٖ" (عیون الرضا۔ ۲۵۸)

جس شخص نے خدا کے لئے چالیس دن عمل خالص انجام دیا اور ان چالیس دنوں میں سوائے خدا کے کسی اور کے لئے اس نے عبادت نہیں کی، خالص اللہ کی بندگی کی تو اس دل سے اس کی زبان پر حکمت کا چشمہ جاری ہو جائے گا تو پھر حکمت کی روشنی کے نتیجہ میں انسان اپنی تکلیف شرعی معین کر سکتا ہے کہ میری کیا ذمہ داری ہے؟

ایک اور مقام پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل ہے کہ

Presented by Ziaraat.Com

"مَااَخْلَصَ الْعَبْدُ الْاِیْمَانَ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا اَوْقَالَ مَا اَجْمَلَ عَبْدٌ ذِکْرَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا اِلَّا زَهَّدَهُ اللّٰهُ فِیْ الدُّنْیَا"

(اصول کافی، ج ۲ ص ۱۶)

امام علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک شخص چالیس روز تک ایمان کو خدا کے لئے خالص نہیں کرتا۔ یا امام نے یوں فرمایا (یہ تردید راوی کی طرف سے ہے) کہ ایک بندہ خدا کے ذکر کو چالیس دن بہترین طریقے سے انجام نہیں دیتا مگر یہ کہ خداوند متعال ان چالیس دنوں کے بعد اس بندے کو دنیا میں زاہد قرار دے دیتا ہے۔ یعنی اس شخص کے دل میں یہ دنیاوی مال و متاع، دولت و ثروت، مقام و کرسی یہ سب چیزیں بے وقعت ہو جائیں گی۔ "وَبَصَّرَهُ دَائَهَا وَ دَوَائَهَا" پھر خداوند متعال اس بندے کو اس دنیا کے درد و درمان سے بھی آگاہ کر دے گا۔ اس چالیس دن کی عبادت کے نتیجہ میں اس بندے کو خدا اس دنیا کا درد بھی بتلا دے گا اور پھر ان دردوں کا علاج بھی۔

"فَاَثْبَتَ الْحِکْمَةَ فِیْ قَلْبِهٖ وَ اَنْطَقَ بِهَا لِسَانَهٗ"

پھر اس کے بعد اس بندے کے دل میں خدا حکمت الٰہیہ کو محکم کر دے گا اور پھر اس شخص کی زبان پر خداوند متعال حکمت جاری کر دے گا۔ اسی کی زبان سے حکمت کی باتیں نکلوا دے گا۔

ان احادیث کے پڑھنے سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ تقویٰ کے نتیجے میں انسان کو بصیرت حاصل ہو جاتی ہے۔ تقویٰ کے نتیجے میں انسان کے دل کو نورانیت عطا کی جاتی ہے۔ تقویٰ کے نتیجے میں انسان کے دل سے حکمت کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد انسان اس زندگی میں اس دنیا میں صحیح طور پر زندگی گزار سکتا ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ یہ چیزیں میری مصلحت میں ہیں اور یہ چیزیں میرے ضرر میں۔ یہ حق ہے اور یہ باطل ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

ایسا ہی ایک مسئلہ جنگ جمل میں پیش آیا جب ایک شخص علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ مولاؑ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فلاں فلاں کہ جنہوں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں مدد کی' قربانیاں دیں' آج ہم ان کے خلاف شمشیر اٹھائیں تو مولاؑ نے فرمایا۔ "اِنَّكَ لَمَلْبُوْسٌ عَلَيْكَ" تجھ پر حق مشتبہ ہو گیا ہے۔

" اَعْرِفِ الْحَقَّ تَعْرِفُ اَهْلَهٗ اَعْرِفِ الْبَاطِلَ تَعْرِفُ اَهْلَهٗ "

پہلے حق کو پہچانو پھر خود بخود اہل حق کو پہچان لو گے۔ مسئلہ یہ ہے کہ انسان اگر حق کو پہچان لے تو پھر اہل حق کو پہچاننا اور حق کی پیروی کرنا اس کے لئے کوئی مسئلہ نہیں۔ اسی طرح اگر انسان باطل کو پہچان لے تو پھر اس کے لئے اہل باطل کو پہچاننا اور ان سے اجتناب و پرہیز کرنا کوئی مسئلہ نہیں۔ لہٰذا اصل مسئلہ یہ ہے کہ حق و باطل کے درمیان انسان تمیز کر سکے۔

ایک اور حدیث جو تقویٰ کے اثرات بیان کرتی ہے اور اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں موجود ہے اسے علامہ سید محمد حسین طباطبائی اعلی اللہ مقامہ تفسیر المیزان میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

" لَوْلَا تَكْثِيْرٌ فِى كَلَامِكُمْ وَ تَمْرِيْجٌ فِى قُلُوْبِكُمْ
لَرَاَيْتُمْ مَا اَرٰى وَ لَسَمِعْتُمْ مَا اَسْمَعُ "

اے مسلمانو! اے انسانو! اگر تم بات کرنے میں زیادہ روی نہ کرتے۔ ہاں ہم جب بیٹھ جاتے ہیں معلوم نہیں کتنی قسم کی باتیں کرتے ہیں' جب سیاست پر گفتگو ہوتی ہے تو پھر پتہ نہیں ہر آدمی کے خلاف کیسی کیسی غلط باتیں کر جاتے ہیں۔ تہمتیں باندھتے ہیں اور اگر فقہی مسائل بیان کرتے ہیں تو پھر ہر عجیب و غریب قسم کے مسائل زیر بحث آتے ہیں۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے۔

"لَوْلَا تَكْثِيْرٌ فِى كَلَامِكُمْ" اگر تم لوگ باتوں میں زیادہ روی نہ کرتے۔

Presented by Ziaraat.Com

"تَمْرِيْجُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ" اگر تم اپنے دلوں کو ہرزہ زنی قرار نہ دیتے یعنی ایک ایسی چراہ گاہ قرار نہ دیتے کہ جس میں ہر حیوان چرنے کے لئے جائے۔ آپ کے دل اگر ایسی چراہ گاہ نہ ہوتے کہ اس میں شیطان بھی آئے' وسوسے بھی آئیں اگر یہ سب کچھ نہ ہوتا۔ "لَرَاَيْتُمْ مَا اَرٰى" تو جو کچھ اس عالم میں میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھ سکتے۔ "وَلَسَمِعْتُمْ مَا اَسْمَعُ" اور جو چیز میں سنتا ہوں تم بھی سن سکتے تھے گویا فرمانا چاہتے ہیں کہ تم لوگوں کے دلوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تمہارے دلوں میں ہر قسم کے حیوانات' ہر قسم کے شیاطین' جن وانس آتے رہتے ہیں۔

اسی طرح امام صادق علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں ۔

"لَوْ لَا اَنَّ الشَّيَاطِيْنَ يَحُوْمُوْنَ حَوْلَ قُلُوْبِ بَنِيْ آدَمَ لَنَظَرُوْا اِلٰى مَلَكُوْتِ السَّمٰوَاتِ" (محجۃ البیضاء ج۲ ص۱۲۵)

اگر اولاد آدم کے ارد گرد شیاطین پرواز نہ کرتے' بنی آدم کے دلوں کے اندر شیاطین آمدورفت نہ کرتے۔ اگر شیاطین کے وسوسے ان کے دلوں میں نفوذ نہ کرتے ۔ "لَنَظَرُوْا" تو یہ بھی دیکھ سکتے تھے۔ "اِلٰى مَلَكُوْتِ السَّمٰوَاتِ" پس یہ جو سنتے ہیں کہ فلاں صحابی بزرگ شخصیت وہ اس قسم کی باتیں کرتے تھے وہ کرامات رکھتے تھے۔ مولاؑ فرماتے ہیں یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ استعداد و صلاحیت ہر ایک میں ہے۔ لیکن ہم اور آپ نے ان صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھایا اور ہم نے اپنے دلوں میں جن میں واقعاً سوائے روحانی افکار کے کوئی اور فکر نہیں ہونی چاہیے تھی ہم نے اس دل کو شیطان کا گھونسلہ بنا دیا۔ ہم نے اس دل کو مادی محبتوں سے بھر دیا تو اس کے نتیجے میں ہم ماورائے طبیعت کے مناظر دیکھنے سے محروم ہو گئے۔

"لَوْلَا اِنَّ الشَّيَاطِيْنَ يَحُوْمُوْنَ حَوْلَ قُلُوْبِ بَنِيْ آدَمَ"

حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں اگر شیاطین بنی آدم کے دلوں کے ارد گرد چکر نہ لگاتے' قلوب پر ان کا آنا جانا نہ ہوتا تو "لَنَظَرُوْا اِلٰى مَلَكُوْتِ

Presented by Ziaraat.Com

السَّمٰوٰتِ " تو یہ آدم کے بیٹے بھی ملکوت و سماوات کی سیر کر سکتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ ایسی بہت ساری احادیث ہیں اور وقت کا دامن مزید احادیث کو بیان کرنے سے قاصر ہے۔ پس یہ آیات اور کچھ روایات جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کیں، ہمیں بتاتی ہیں کہ تقویٰ کا براہ راست اثر قلب و روح انسانی پر یہ ہوتا ہے کہ انسان کا قلب و روح بصیرت حاصل کرتے ہیں۔ بعض احادیث سے استفادہ ہوتا ہے کہ تقویٰ انسان کی روح کی بصیرت پر براہ راست اثر نہیں کرتا بلکہ تقویٰ بالواسطہ انسان کی روح پر اثر انداز ہوتا ہے۔ مثلاً مولا امیر المومنین علیہ الصلوۃ و السلام فرماتے ہیں۔ " مَنْ عَشِقَ شَيْئًا " جو شخص کسی چیز سے بے تحاشا محبت کرتا ہے۔ " اَعْشَى بَصَرَهٗ وَاَمْرَضَ قَلْبَهٗ " (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۷) اس چیز کی محبت اس کی آنکھوں کو اندھا بنا دیتی ہے اور اس کے دل کو مریض بنا دیتی ہے۔ یا دوسری حدیث میں ہے۔

" عُجْبُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهٖ اَحَدُ حُسَّادِ عَقْلِهٖ " (نہج البلاغہ، کلمہ قصار ۲۱۲)

مولاؑ فرماتے ہیں کہ انسان اپنے آپ پر مغرور ہو جائے اس میں عجب پیدا ہو جائے اور وہ کہے کہ میں یہ کرتا ہوں مثلاً عبادت میں میرا کارنامہ یہ ہے میں نماز شب پڑھتا ہوں، میں قوم کی خدمت کرتا ہوں۔ میں نے اپنی قوم کے لئے یہ کیا ہے۔ اس قسم کے کاموں کو ہم عجب کہتے ہیں۔ مولا امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انسان کا عجب میں مبتلا ہونا عقل کے حساد میں سے ہے۔ یعنی یہ عقل کے دشمنوں میں سے ایک ہے یعنی انسان کا اپنے نفس پر عجب کرنا اس کی عقل کی نورانیت کو کم کرتا ہے۔

یا دوسری حدیث میں ہے۔

اَكْثَرُ مَصَارِعِ الْعُقُوْلِ تَحْتَ بُرُوْقِ الْمَطَامِعِ " (نہج البلاغہ کلمہ قصار ۲۱۹)

مولاؑ فرماتے ہیں کہ اکثر انسانوں کے پھسلنے کی جگہ یہ ہے کہ جب انسان کے

Presented by Ziaraat.Com

لئے کوئی حرص و طمع پیدا ہو جاتا ہے جب انسان کسی چیز کی طمع میں آجاتا ہے پھر اس کی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ یہ احادیث ہمیں یہ بتاتی ہیں کہ تقویٰ کا دل پر اثر ان ڈائریکٹ ہے یعنی جب انسان خواہشات نفسانی کو موقع دیتا ہے' میدان ان کے لئے خالی چھوڑ دیتا ہے تو اس کے نتیجے میں انسان کی عقل اور انسان کی روح کی بصیرت ختم ہو جاتی ہے۔ یعنی اگر تقویٰ کے ذریعے آپ نے ان خواہشات نفسانی پر کنٹرول کر لیا تو آپ کی عقل اور دل کی بصیرت زیادہ ہو جائے گی۔ پس آج ہم انہی احادیث پر گفتگو ختم کرتے ہیں۔

لہٰذا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید اور احادیث رسول اللہؐ اور آئمہ اطہار علیہم السلام ہمیں یہ بتاتے ہیں کہ جب انسان متقی بن جاتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں انسان کے نفس' انسان کے دل اور انسان کی روح کو بصیرت حاصل ہو جاتی ہے۔ جب اس کو بصیرت حاصل ہو جائے تو اپنی زندگی میں حق اور باطل کے درمیان فرق کر سکتا ہے۔ پھر وہ اپنا وظیفہ شرعی تشخیص دے سکتا ہے کہ مجھے فلاں کام کرنا ہے اور فلاں کام نہیں کرنا۔ کل انشاء اللہ آگے بڑھیں گے۔ آج میں ایک اور حدیث بیان کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ذرؓ کو جو بزرگ صحابی ہیں چند نصیحتیں کی ہیں۔

" یَا اَبَاذَرْ اِغْتَنِمْ خَمساً قَبْلَ خَمْسٍ " اے ابوذرؓ پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزوں کا خیال رکھو۔ " شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ " ایک یہ ہے کہ بڑھاپے سے پہلے اپنی جوانی کا خیال رکھو جب تک آپ بوڑھے نہیں ہوئے ہیں جب تک آپ کے اعضاء و جوارح نے جواب نہیں دیا ہے جب تک آپ کے اعضاء و جوارح مضبوط ہیں تو بڑھاپے سے پہلے جوانی کا خیال کرو اور جوانی سے صحیح فائدہ اٹھاؤ۔ دیکھئے ہم دعائے کمیل میں پڑھتے ہیں۔

" قَوِّ عَلَى خِدْمَتِكَ جَوَارِحِیْ وَ اشْدُدْ عَلَى الْعَزِیْمَةِ جَوَانِحِی "

Presented by Ziaraat.Com

اے خدا یہ جو اعضاء و جوارح آپ نے ہمیں عطا کئے ہیں ان کو آپ قوی و مضبوط فرمائیں۔ آپ نے ہمیں ہاتھ دیئے ہیں ہم ان کو اطاعت میں استعمال کرنا چاہتے ہیں آپ نے ہمیں جوانی دی ہے ہم اس کو آپ کی بندگی میں صرف کرنا چاہتے ہیں۔ حیف ہے، افسوس ہے کہ انسان اس جوانی کو اپنے اعضاء و جوارح کو خواہشات نفسانی اور باطل چیزوں کی خدمت میں صرف کرے۔

برادر عزیز! آج کل سیاسی میدان ہے ہاں آپ سیاسی میدان میں کام کرنا چاہتے ہیں۔ کان کھول کر سنیں، ناراض نہ ہوں۔ انشاء اللہ آپ جوان ہیں۔ آپ یہ بات سن کر ناراض نہیں ہوں گے بلکہ خوب سوچیں گے۔ آپ چاہتے ہیں ان امور میں آپ کام کریں چونکہ آپ کے اعضاء و جوارح آپ سے کام چاہتے ہیں لیکن اگر آپ ایسے راستے میں قدم رکھیں گے جس کی انتہا ماسکو ہو گی یا واشنگٹن تو آپ کی جتنی دوڑ دھوپ ہے، جتنی زحمتیں ہیں مثلاً خدا نخواستہ آپ نے کوڑے کھائے یا ممکن ہے کہ آپ کو پھانسی چڑھنا پڑے، آپ کا یہ سارا کام کس کے لئے ہو گا۔ واشنگٹن کے لئے یا ماسکو کے لئے ہو گا۔ کتنی عجیب بات ہے۔ برادر عزیز ! خدا نے آپ کو جوانی اس لئے دی تھی کہ آپ اسے ماسکو یا واشنگٹن کی خدمت میں صرف کریں؟ یا نہیں بلکہ آپ کو ایسے چینل میں آنا چاہئے جس کی انتہا قم ہو یا کربلا و نجف یا دوسرے الفاظ میں آپ کے راستے کا اختتام خدا، رسولؐ اور قرآن و اسلام پر ہونا چاہئے۔ آپ ذرا غور کریں آپ کہاں جا رہے ہیں، آپ اپنی توانائیوں کو کس کی خدمت میں صرف کر رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ آپ اپنی توانائیوں کو خدا کے مقابلے میں روس اور امریکہ کی خدمت میں خرچ کریں۔ میں تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ آپ خود سمجھ لیں۔ آپ سے سوال کیا جائے گا کہ آپ نے اپنی جوانی کس چیز میں خرچ کی۔

برادر عزیز! آپ اپنی جوانی کا خیال رکھیں اگر آپ کو توبہ و بندگی کرنی ہے تو

Presented by Ziaraat.Com

بڑھاپے سے قبل اسی جوانی میں کریں جیسا کہ مشہور شعر ہے۔

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری

وقت پیری گرگ ظالم میشود پرہیزگار

بڑھاپے میں نیک بن جانا تو کوئی ہنر نہیں جب بھیڑیا بھی بوڑھا ہو جاتا ہے تو وہ بھی دیندار و پرہیزگار بن جاتا ہے۔ جوانی میں اگر واقعاً آپ نماز شب کے لئے اٹھتے ہیں تو آپ خدا کی اطاعت کرتے ہیں:۔۔۔۔۔

یہاں پر درس کی کیسٹ ختم ہو گئی تھی۔ پوری حدیث بحار الانوار ج ۷۷ ص ۷۷ سے نقل کی جا رہی ہے۔

"یَا اَبَاذَرْ اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَ فِرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ" اے ابوذرؓ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، صحت کو مرض سے پہلے، بے نیازی کو نیاز مندی سے پہلے، اوقات فراغت کو مصروفیات سے پہلے، زندگی کو موت سے پہلے۔

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدْ وَآلِ مُحَمَّدْ

موضوع۔ تقویٰ کے اثرات۔3

مقام۔ پشاور

مناسبت۔ ماہ رمضان المبارک

Presented by Ziaraat.Com

پیغامات

از

قائد شہید

علامہ سید عارف حسین الحسینیؒ

بمناسبت

ایام اللہ

Presented by Ziaraat.Com

محرم الحرام کے سلسلے میں شہید قائدؒ کا پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ"

ترجمہ: ان کا ارادہ ہے کہ خدا کے نور کو اپنے پھونکوں سے خاموش کر دیں اور خدا اپنے نور کو اتمام و کمال تک پہنچائے گا اگرچہ کفار اس کو پسند نہیں کرتے۔

"اَلْاِسْلَامُ مُحَمَّدِیُّ الْحُدُوْثِ حُسَیْنِیُّ الْبَقَاءِ"

اسلام کی شمع ہدایت جو محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جزیرۃ العرب میں روشن کی تھی۔ آج اس سے دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک اور مقامات روشن ہو چکے ہیں اور صدائے "لا الہ الا اللہ" ہر جگہ سے بلند ہے۔ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے اسی شمع حق و ہدایت کے بقاء کے لئے کربلا میں اپنے اہل بیتؑ اور اصحاب کے ساتھ قربانی پیش کر کے باطل کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹا دیا لہٰذا جس طرح محمد مصطفیٰؐ کا سب پر احسان ہے اسی طرح حسین علیہ السلام جو وارث آدمؑ و ابراہیمؑ ہیں جو وارث موسیٰؑ و عیسیٰؑ ہیں جو وارث محمد مصطفیٰؐ اور علی مرتضیٰؑ ہیں۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا وَارِثَ اٰدَمَ صِفْوَةِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا وَارِثَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰهِ الخ ......" کا بھی ہر کلمہ توحید کے پڑھنے والے ہر نمازی اور ہر حاجی پر احسان ہے۔

اس لئے تو جب محرم الحرام کا مہینہ ہوتا ہے تو مسلمانان عالم اپنے کاروبار چھوڑ کر حسین ابن علیؑ کی یاد منانے کے لئے عزا کا فرش بچھا دیتے ہیں۔ سالار شہیدان حضرت ابا عبد اللہؑ کے ساتھ تجدید عہد کے لئے ہم بھی آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلام عزیز کی حفاظت کی خاطر کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ مساجد اور امام بارگاہوں میں جمع ہو جاتے ہیں یزید اور یزید صفت افراد و دشمنان اسلام سے برأت کی خاطر جلوسوں کی صورت میں سڑکوں پر نکلتے ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کے

Presented by Ziaraat.Com

نواسے اور حضرت زہراؑ کے لال کے ساتھ قلبی پیوند اور معنوی ارتباط کے اظہار کرنے کے لئے سید مظلوماں کو اشک اور آنسو کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔

حسینؑ سالار شہیداں کسی ایک فرقے کا نہیں بلکہ ہر قوم و ملت حسینؑ کو اپنا پیشوا مانتی ہے۔ سالار شہیداں و رہبر آزاد مرداں کی رہبری پر نہ صرف مسلمان آزادی خواہ بلکہ غیر مسلم بھی فخر کرتے ہیں۔ حسینؑ نہ صرف اہل زمین میں محبوب و عزیز ہے بلکہ اہل آسمان میں بھی محبوب و عزیز ہے۔ حسینؑ حسینؑ ہے جہاں بھی ہو زمین میں یا آسمان' دنیا میں یا بہشت میں۔ حسینؑ کا ماتم و عزا نہ صرف انسانوں کا شیوہ ہے بلکہ جنات بھی سید مظلوماں کی مظلومیت پر ماتم کرتے ہیں۔

پس اے مسلمانانِ عالم اب جب کہ محرم الحرام کا مہینہ جو خون و قیام کا مہینہ ہے طلوع کر رہا ہے اور فرزند رسولؐ اور محسن انسانیت کے ساتھ تجدید عہد کرتے ہوئے اپنے ذاتی اختلافات کو برکنار رکھ کر اسلام و قرآن کے دفاع میں کفر کے مقابلے میں متحد ہو جائیں۔ آج طاغوتی طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کی نابودی کے لئے سازشوں میں مصروف ہیں۔ روس مظلوم افغانستان میں ہمارے بھائیوں اور بہنوں کا قتل عام کر رہا ہے۔ امریکہ شیطان بزرگ شرق وسطیٰ میں اسرائیل ولد نا مشروع کو مسلط کر کے فلسطینی اور لبنانی مسلمانوں پر مختلف قسم کے مظالم ڈھا رہا ہے۔ خلیج فارس اور آبنائے سرخ پر اپنے تسلط کی خاطر مختلف بہانے ڈھونڈ رہے ہیں۔ ایران اسلامی پر صرف اس جرم میں کہ مسلمانان ایران اسلام اور قرآن کی حکومت ایران میں نافذ کرنا چاہتے ہیں جنگ مسلط کر کے انقلاب کو ناکام بنانے کا خواب دیکھ رہے ہیں امریکہ جو اسرائیل کا سب سے بڑا حامی ہے اقوام متحدہ میں جب بھی اسرائیل کے خلاف قرار داد پاس ہوتی ہے تو امریکہ اس کو ویٹو کر دیتا ہے۔

پھر تعجب کی بات یہ ہے کہ اسلامی ممالک کے سربراہان امریکہ کو اپنا دوست بھی سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن صاف الفاظ میں اعلان کرتا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

"وَلَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارىٰ اَوْلِيَاءَ"

یعنی یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست قرار نہ دو۔

آج ایران اسلامی کی طرف سے اسرائیل غاصب و دہشت گرد کو اقوام متحدہ سے نکالنے کا جو جہاد شروع ہوا ہے ہم شاگردان مکتب حسینی اس مہم کی حمایت کرتے ہیں اور دوسری حکومتوں سے بالعموم اور اسلامی حکومتوں سے بالخصوص مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس جہاد میں ایران کا ساتھ دیں۔

پس اے فرزندان اسلام اے فرزندان توحید و قرآن اے شاگردان مکتب حسینی اے عاشقان شہادت بیدار ہو جاؤ۔ حسین ابن علیؑ کی صدائے "هَلْ مِنْ نَاصِرٍ" آج بھی فضاء میں گونج رہی ہے۔ مشن حسینیؑ کی حفاظت اور آئندہ نسل تک پہنچانا تمہارا فریضہ ہے۔ مجالس حسینیؑ کو برپا کرو اور ان کی رونق میں اضافہ کرواؤ۔ اپنی مجالس میں مشن حسینیؑ اسوہ شبیری فضائل و مصائب اہل بیتؑ یعنی حق و حقیقت کا ذکر کرو۔ ایسی باتیں جن سے کسی کے احساسات مجروح ہوتے ہوں ان سے اجتناب کرو مجالس حسینی کے تقدس کا خاص خیال رکھو۔

خواتین خاص کر حجاب اسلامی کا لحاظ کرتے ہوئے مجالس عزا میں شرکت کریں چونکہ بے حجابی یزیدیت کا پرچار ہے۔ سیرۃ حضرت زینبؑ پر عمل کرنا اور پیام شہیدان کو دوسروں تک پہنچانا ایک مسلمان خاتون کا فریضہ ہے۔

خداوند متعال سے مسلمان مرد اور خاتون کے لئے سیرۃ سید الشہداءؑ اور سیرۃ حضرت زینبؑ پر عمل کرنے کی توفیق کا خواہاں ہوں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَ عَلَى الْاَرْوَاحِ الَّتِيْ حَلَّتْ بِفِنَائِكَ

عارف حسین الحسینی

۱۴/ذوالحجہ/۱۴۰۴ھ

Presented by Ziaraat.Com

قائد شہیدؒ کا پیغام قوم کے نام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

محرم الحرام کا مقدس مہینہ ایک بار پھر حیات کے خونیں افق پر نمودار ہو کر تمام آزادی خواہ ملتوں کے لئے مرکز توجہ بنا ہے۔ اس مہینہ کو تاریخ میں ایک خاص مقام و اہمیت حاصل ہے کیونکہ اس ماہ مقدس میں کربلا کا خونیں واقعہ رونما ہوا جو تاریخ میں بے نظیر ہے۔ یہ واقعہ صرف جہاد و شہادت کا سادہ واقعہ نہیں بلکہ محروم و مظلوم ملتوں کے واسطے پیغام حیات ہے۔ اس خونیں واقعہ میں انسانیت کے لئے عزت و شرف اور محروموں کی آزادی کے لئے بھرپور جدوجہد کی دعوت ہے کیونکہ سید الشہداءؑ نے فرمایا ہے۔

عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔

امام عالی مقام سید الشہداءؑ نے اسلام و قرآن کا تحفظ کرنے کے لئے سب کچھ قربان کر کے تمام محروموں و مظلوموں کو استقلال آزادی کا عظیم درس دیا اور امت اسلامیہ کی اصلاح و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے مشن کی تکمیل کی خاطر بے مثال قیام کر کے واضح کر دیا کہ اپنے حقوق کے حصول کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا جائے۔ جب اس دور کے بڑے طاغوت نے اسلامی اصولوں کو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے بدل دیا اسلام کی حقیقی صورت کو بگاڑ کر اسلام کے نام پر ایک نئے نظام کی ترویج کی تو ایسی حالت میں اسلام کے عظیم محافظ حضرت ابا عبد اللہؑ نے خاموشی اختیار کرنے کی بجائے قیام کو ترجیح دی اور اسلام کو تحریفات و نابودی سے تحفظ دینے کے لئے دشمنان اسلام کے مقابلے میں صف آراء ہو کر میدان کربلا میں جرأت، استقامت، اور شہادت کا عظیم مظاہرہ کیا جو رہتی دنیا تک تعلیمات اسلامی کا نمونہ عمل رہے گا۔ سید الشہداءؑ کے اس مقدس قیام نے ہماری ذمہ داریوں میں مزید اضافہ کر دیا اور انسانیت کی تمام آزادی خواہ اور اسلام پسند تحریکوں کے لئے **کُلُّ یَوْمٍ عَاشُوْرَا وَ کُلُّ اَرْضٍ کَرْبَلا** کا یہ دستور کلی پیش کیا اس شعار کے تحت تمام

Presented by Ziaraat.Com

مومنین کا یہ دینی فریضہ بنتا ہے کہ اگر کسی دور یا کسی مقام پر طاغوتی طاقتیں اسلام کی نابودی یا اسلام کی اصل صورت میں تحریف کرنے لگیں تو سید الشہداءؑ کے نقش قدم پر چل کر پوری قدرت کے ساتھ بلا خوف و خطر ایثار و شہادت کے جذبہ سے سرشار میدان جہاد میں قدم رکھیں۔

امام حسینؑ نے چند مجاہدوں کے ساتھ اس دور کے ایک بڑے طاغوت کے مقابلے میں قیام کیا۔ هَیْهَاتَ مِنَّ الذِّلَّةِ اور یہ ثابت کر دیا کہ دشمن اگرچہ کتنا ہی طاقتور ہو وہ حق و صداقت کے متوالوں کے سامنے ہیچ ہے۔ فتح و حق کے اصول کلی طور پر پیش کر کے فتح و شکست کا نیا انداز متعارف کرایا اور یہ ثابت کر دیا کہ فتح و شکست کا انحصار زور قوت پر نہیں بلکہ احیاء مقصد پر منحصر ہے۔ اس مکتب کی حفاظت کے لئے سید الشہداءؑ کی عزاداری گریہ اور ماتم نہایت ہی ضروری ہیں اور دنیا کی اسلامی تحریکیں اس عظیم قیام کی مرہون منت ہیں حضرت امام حسینؑ نے ظلم و استبداد کے خلاف جس تحریک کا آغاز کیا وہ کسی بھی دور میں خاموش نہیں ہوئی ۔ فرزندان کربلا دین کی سربلندی کے لئے اپنے عظیم رہنما کی سنت پر چل کر خون کا نذرانہ پیش کرتے چلے آرہے ہیں ان کی ان قربانیوں جذبہ ایثار اور شوق شہادت میں طاغوت کی تباہیوں کے سامان ہوتے ہیں۔ یوں اہل باطل کی گردن پر کاری ضرب لگاتے ہوئے اپنے عقیدے اور نظریئے کو آگے بڑھانے کے لئے راستہ ہموار کرتے ہیں۔ سید الشہداءؑ کے خون کی برکت سے ملت اسلامیہ کے فرزندوں کا خون جوش میں آتا ہے انہی جلوسوں کے باعث مسلمانوں میں جذبہ ایثار و شہادت پیدا ہوتا ہے اور یہی اسلام کے عظیم مقاصد کے حصول کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔

حضرات مبلغین، ذاکرین عظام، خطبا کرام اور بانیان مجالس کو چاہئے کہ ان ایام میں اپنا دینی فریضہ بطریق احسن انجام دیں اور کربلا کی عظیم درسگاہ سے شریعت کے احیاء کے لئے سید مظلومؑ کی فدا کاری سے درس حاصل کریں اور لوگوں کو اس عظیم مقصد سے آگاہ کریں۔ ملک کی سالمیت اسلام کی سربلندی اور قوم کی ترقی و

Presented by Ziaraat.Com

بیداری کے لئے عوام کے دلوں سے ظلم و استبداد کے خوف کو نکال دیں اور کربلا کی خونیں داستانِ حق و صداقت کی تبلیغ کریں۔

ماتم، عزاداری، سینہ زنی، مرثیہ خوانی اور اہل بیتؑ کے مصائب کے امور میں سستی نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ روایات کے مطابق ان مراسم کو بخوبی انجام دینا چاہئے تاکہ ملت کے افراد میدان عمل میں حاضر رہیں اور اپنے دور کے طاغوتوں کے مقابلہ کے لئے آمادہ رہیں۔ مراسم عزاداری کو سنت کے مطابق زندہ رکھیں جو خود ہمارے اور ہمارے مکتب کی حفاظت کی ضمانت ہے۔ ہر روز و ہر مقام پر ظلم کے خلاف قیام کو ملحوظ رکھنا چاہئے اور یہی مجالس عزاداری اور گریہ و ماتم نہایت ضروری ہے۔ واقعہ کربلا، جہاں ہمیں ایثار و شہادت کا عظیم سبق دیتا ہے وہاں وہ اتحاد و حدت اخوت اور ہم آہنگی کی دعوت دیتا ہے۔ اگر جناب سید الشہداءؑ کے انصار اور انؑ کی سیرت پر ایک نظر دوڑائیں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وہ کس طرح متحد اور ہم آہنگ تھے ان کی سنت پر چلنے والے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے معمولی فروعی اختلافات کو بھول کر ایک عظیم اسلامی پلیٹ فارم پر یکجا ہو جائیں۔ آج دشمن اتحاد بین المسلمین سے خائف ہے اگر مسلمان اپنی وحدت کے ساتھ کلمہ توحید کے پرچم تلے جمع ہو جائیں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں شکست نہیں دے سکتی۔

امید رکھتا ہوں کہ اسلامیان پاکستان ایک دوسرے کے جذبات و مقدسات کا احترام رکھتے ہوئے اتحاد بین المسلمین کی عظیم نعمت سے بہرہ ور ہوتے ہوئے دشمنان اسلام کی مذموم سازشوں کو ناکام بنائیں گے اور آپس میں دست بگریبان ہونے کی بجائے دشمنان مشترک کے خلاف متحد و منظم ہوں گے۔ خصوصاً خطباء کرام اور ذاکرین عظام اس بات کا خیال رکھیں کہ ایسے الفاظ و کلمات سے اجتناب کریں جس سے دوسرے مسلمان بھائیوں کی دل آزاری ہو۔

وَالسَّلَام

سید عارف حسین الحسینی

Presented by Ziaraat.Com

محرم الحرام کی مناسبت سے قائد شہید ؒ کا پیغام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ماہ محرم الحرام کے پہنچنے کے ساتھ اسلام و مسلمین کے تاریخ کا ورق تبدیل ہو کر جہان اسلام نئے سال کا آغاز کرتا ہے ہر سال ہلال محرم انسانوں کے دلوں میں کربلا کے خونیں حادثہ جانبازی فداکاری و شہادت اور تاریخ اسلام و بشریت کے پُر افتخار اور بزرگ ترین ہیرو کے قیام کی یاد تازہ کرتا ہے اور مسلمانوں بالخصوص شیعیان سرور شہیدان کو اس عظیم تاریخی حادثہ سے درس زندگی سیکھنے کی دعوت دیتا ہے۔ سب سے زیادہ قابل توجہ بات یہ ہے کہ یہ حادثہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ نہ صرف بھول نہیں جاتا بلکہ روز بروز تازہ تر ہو جاتا ہے اور یہی بات انسانوں کے عظیم اور پر افتخار پیشوا کی زندگی بھی قابل توجہ ہے۔

جو بھی حادثہ خواہ وہ کتنا ہی عظیم ہو تھوڑی مدت گزر جانے کے بعد زندگی کے مدو جزر اس کو فراموشی کے ہاتھ سپرد کر دیتے ہیں مرور زمان کے ساتھ ساتھ اس کے ہیجان اور درخشندگی کو کم کرتا ہے یہاں تک کہ صرف تاریخ کے صفحات میں اس کا نام و نشان باقی رہ جاتا ہے گویا تاریخی حوادث بھی غذا کی طرح ہیں جس طرح غذا معدہ میں وارد ہو کر ہضم ہو جاتی ہے اسی طرح تاریخی حوادث اور واقعات بھی جہان کے عظیم ہاضمہ میں رفتہ رفتہ ہضم ہو کر کل والے حوادث اپنی جگہ نئے حوادث کو دے دیتے ہیں یہ ایک طبیعی اور مسلم قانون ہے۔

لیکن کچھ حوادث استثنائی حالت رکھتے ہیں وہ مانند سونا ہیں جس طرح کہ انسانی معدہ سونے کو ہضم نہیں کر سکتا اسی طرح وہ حوادث بھی روزگار کے بزرگ ہاضمہ میں ہضم نہیں ہو سکتے اور مرور زمان اس کی عظمت میں کمی نہیں لا سکتا۔ مردان الٰہی کی تاریخ آسمانی پیغمبروں کی جانبازی اور دینی پیشواؤں کے انقلابات اس قسم کے حوادث میں سے ہیں چونکہ یہ حوادث فطرت انسانی کے ساتھ مربوط ہیں کبھی

Presented by Ziaraat.Com

فراموش نہیں ہوتے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دلوں میں زندہ اور جاوید رہتے ہیں۔

حضرت حسین ابن علیؑ کی نہضت و قیام اور انقلاب خونیں بشریت کا ایک جاویداں اور پُر افتخار کارنامہ ہے تاریخ جس کی بہترین گواہ ہے۔

عاشورہ کو سرور شہداءؑ کے شیدائیوں نے اپنے سینہ بہ سینہ محفوظ رکھ کر اپنے بعد والی نسلوں تک پہنچایا جس طرح اسلاف نے اپنے اوپر ہر قسم کے خطرات لے کر عاشورہ کو محفوظ رکھا اور ہم تک پہنچایا۔ اسی طرح ہم کو بھی عاشورہ کی حفاظت کرنا چاہئے۔ ہمیں بھی عزاداری برپا اور جاری رکھنا چاہئے عزاداری کی برکت سے آج ہم زندہ ہیں اگر عزاداری امام حسینؑ نہ ہوتی آج شیعوں کا نام تک نہ ہوتا۔ یہی عزاداری ہے جو ہم کو خدا و رسولؐ اور اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ مربوط رکھے ہوئے ہے لہٰذا آج ان افراد کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے جنہوں نے عزاداری کی مجالس اور محافل کو رونق بخشی ہے وہ واعظین عظام اور ذاکرین کرام جو امام حسینؑ کی یاد دلوں میں تازہ کرتے ہیں جو سید الشہداءؑ کے جہاد' ایثار اور شہادت کو بیان کر کے قوم و نسل کو اس عظیم پیشوا کی راہ پر چلنے کی دعوت دیتے ہیں۔

اے امام حسینؑ کے عزادارو! حسینؑ کی مظلومیت پر خوب آنسو بہاؤ۔ یہاں تک کہ آپ کے آنسو ایک طوفانی سیلاب بن کر یزیدیوں کو اپنی لپیٹ میں بہا لے جائیں۔ اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی طرح اپنے کو بنا کر ظلم و استبداد سے نفرت کا اظہار کرو جلوس میں شرکت کر کے ماتم کرو تاکہ دنیا والوں پر واضح ہو جائے کہ ہم حسین ابن علیؑ کے پیروکار ہیں جس طرح ہمارے پیشوا نے اسلام کے لئے عظیم قربانی پیش کی ہم بھی اگر ضرورت پڑے تو اپنے پیشوا اور شہدائے کربلا کی طرح ہر قربانی پیش کریں گے۔

ہم حسینؑ کی عزاداری کو تربیت اور تزکیہ کا مکتب سمجھتے ہوئے برپا کرتے ہیں ہم حسینؑ کی عزاداری کو عزت' شرافت' غیرت' عفت' تقویٰ' شہامت اور جہاد و شہادت

Presented by Ziaraat.Com

کا مکتب سمجھتے ہوئے برپا کرتے ہیں تاکہ اس مکتب سے ہم عزت کی زندگی گزارنا سیکھیں حق کی پیروی کرنا باطل کے ساتھ ٹکر لینا اور حق و عدالت کے لئے جان دینا سیکھیں۔ درود و سلام ہو آپ پر اے پیشوائے آزادگان و اے رہبر راہ حق و حقیقت' درود و سلام ہو آپؑ پر اور آپؑ کے پاک اصحاب پر' درود و سلام ہو آپ پر اور ان افراد پر جو آپؑ کے مکتب کے پیروکار ہیں درود و سلام ہو آپ پر' درود و سلام ہو آپ پر۔

خداوند متعال سے دعا ہے کہ ہم سب کو صحیح معنوں میں سردار شہداء حسین ابن علیؑ کی پیروی کرنے کی توفیق عنایت فرما دے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

عارف حسین الحسینی

Presented by Ziaraat.Com

بسمہٖ تعالیٰ

محرم الحرام کی مناسبت سے شہید قائد" کا پیغام

"قَالَ الْحُسَیْنُ اِنِّیْ لَا اَرَی الْمَوْتَ اِلَّا سَعَادَةً وَالْحَیَاةَ مَعَ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا بَرَماً"

ماہ محرم کی آمد سے ایک بار پھر درسگاہ کربلا کے دروس کا آغاز ہوا ہے اور محسن انسانیت کے عظیم دروس سید الشہداء امام حسینؑ کی ایثار و فداکاری کا عظیم کارنامہ ذہن کو بیدار کرنے پر مجبور کر دیتا ہے اور سیاہ پردوں کا اہتمام ظلم کے خلاف احتجاج ہے اور کوچوں و بازاروں میں "یا حسینؑ" کی فریادیں طاغوتیوں کے خلاف صدائے احتجاج ہے۔ ۱۰ محرم سید الشہداءؑ کے عظیم قربانیوں کی یاد کو تازہ کرتا ہے اور طاغوت کے مقابلے میں اپنے قیام سے محروم انسانوں کو درس انقلاب سکھاتا ہے جس میں تمام مسلمان عزادار بن کر کفر و الحاد کے مقابلے کے لئے آمادگی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ سرور شہداءؑ کے خون کی برکت ہے جو ملت اسلامی کے خون کو جوش میں لاتا ہے اور خود کو اسلام اور اسلامی مقاصد کی حفاظت کے لئے مہیا کرتا ہے اور عزاداری کی ہی برکت ہے جس نے ہماری قوم کو حیات بخشی ہے لہٰذا تحفظ عزاداری ہمارے بنیادی فرائض میں سے ہے۔ اپنے ماتمی دستوں اور جلوسوں کے ذریعے امام عالی مقامؑ کے اسلامی مقاصد کی حفاظت ہو رہی ہے جو مسلمانوں کو دین اسلام کے دفاع کی خاطر جذبہ ایثار و فداکاری سے سرشار کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔

میں ملت کے تمام افراد سے توقع رکھتا ہوں کہ اس مہینہ کی قدر و منزلت کو جان لیں اور سید الشہداء کی مجالس کی اہمیت و عظمت کو پہچانیں اور ان سے درس انقلاب حاصل کریں۔ فلسفہ قیام امام حسینؑ کو جاننے کی کوشش کریں کیونکہ سید الشہداءؑ نے جس مقصد کی خاطر اتنی بڑی قربانی پیش کی وہ مقصد کتنا عظیم ہو گا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے سید الشہداءؑ کو اپنا مشعل راہ بنا لیں کہ اسی راہ پر چل کر نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

"قَالَ الرَّسُوْلؐ اِنَّ الْحُسَیْنَ مِصْبَاحُ الْهُدٰی وَ سَفِیْنَۃُ النَّجَاۃِ"

خصوصی طور پر علما کرام و ذاکرین عظام کی خدمت میں اپیل کی جاتی ہے مجالس عزاداری کی اس عظیم نعمت سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھائیں اور عوام کو فلسفہ قیام سرور شہیداںؑ سے آگاہ کریں۔

میرے عزیز بھائیو! صرف زبان ہی پر "یا حسینؑ" کہنا کافی نہیں بلکہ دل کی گہرائیوں سے امام حسینؑ کی مظلومیت کی فریاد بلند کرتے ہوئے یزیدیوں سے نفرت کا اظہار کریں۔ آج جبکہ ہر طرف دشمنان اسلام، اسلام کے خاتمے کے لئے ہر قسم کے حربے استعمال کر رہے ہیں بلکہ مسلمانوں کے خلاف کھل کر میدان میں آگئے ہیں اور دنیا کے مختلف مقامات پر مسلمانوں کو اپنے حقوق سے محروم کیا گیا ہے۔وہ اصل اسلام کے مخالف ہیں اور اسلام کے بنیادی عقائد میں تحریفات کر کے اسلام کی اصل شکل و صورت کو بگاڑ رہے ہیں مگر حسینؑ نے نہیں فرمایا کہ " ھَیْھَاتَ مِنَّ الذِّلَّۃ " لیکن آج مسلمان دنیا میں ذلت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آج مسلمانوں کو اپنی سرزمینوں سے نکالا گیا ہے آج ہمارے لئے ہر زمین، زمین کربلا ہے اور ہر روز روز عاشورہ ہے لیکن کربلا کی زمین حسینؑ کی تلاش میں ہے جو اسلام کی بالادستی اور رضائے خدا کے حصول کی خاطر ہر قسم کی قربانی دے سکے جو مقصد حسینیؑ سے پوری طرح آگاہ ہو اور حفظ اسلام کو اپنا فریضہ سمجھیں۔

عزیز جوانو! اٹھو، اور یزیدان وقت کو بتا دو کہ خود کو چھریوں سے مارنے والے حسینیوں کی تلواریں اب تمہارے لئے موت کا باعث بنیں گی۔ ان ظالموں کے مقابلے میں جنہوں نے مسلمانوں کی زندگی کو دو بھر کر رکھا ہے اور جو اصول اسلام کے خاتمے کے درپے ہیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنیں عزاداری و جلوس کے ساتھ ساتھ حسینی مشن کو فراموش نہ کریں۔ حضرت علی اکبرؑ کی طرح حق کی راہ میں جان دینے کو سعادت سمجھیں اور حضرت قاسمؑ کی مانند اس عزت کو شہد سے بھی شیریں

Presented by Ziaraat.Com

سمجھیں۔

خواتین حضرت زینبؑ کی بہادری و پیامبری سے درس حاصل کریں اور اسلامی حجاب کے ذریعے دشمنوں کے حوصلے توڑ دیں۔

آج کفر و اسلام کی جنگ کے محاذ سب پر عیاں ہو چکے ہیں۔ مسلمان کا یہ فریضہ ہے کہ اسلام کے دفاع و بالادستی کی خاطر برسر پیکار مجاہدین کی ہر قسم کی حمایت سے تعاون کریں۔ آج ایک بار پھر میدان کربلا میں علم عباس کے سنبھالنے کے لئے علمدار کی ضرورت ہے۔

امید رکھتا ہوں کہ امسال محرم الحرام کا مہینہ بیداری و قیام مردم مسلمان واقع ہو اور یہ بیداری ظالموں سے محروم مسلمانوں کے حقوق کی حصولی کا سامان فراہم کرنے والی ہو خداوند متعال سے اسلام و مسلمانوں کی مکمل فتح اور کفار و منافقین کی نابودی کا خواہاں ہوں۔

مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ عَزِیْزُ الْجَبَّارْ
عارف حسین الحسینی

Presented by Ziaraat.Com

محرم الحرام کی آمد پر قائد شہید" کا پیغام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جب اسلامی قدریں رو بہ زوال تھیں اسلامی احکام کا سرعام مذاق اڑایا جا رہا تھا اسلام بنی امیہ کی سفاک نسل کے خونی پنجوں میں سسک رہا تھا اور باطل اسلام کی نقاب پہن کر اسلام کو مٹانے کے لئے یزید کے روپ میں منبر دمشق سے تکذیب رسالت کر رہا تھا تب اسلام کی نگاہیں وارث رسولؐ، سرور جوانان جنت حسین ابن علیؑ پر مرکوز ہو کر رہ گئیں تھیں اس لئے کہ ایسے عالم آپ ہی کی ذات والا صفات اسلام کی حفاظت کا فریضہ ادا کرتے ہوئے اسلام کو اس گرداب سے نجات عطا کر سکتی تھی۔ چنانچہ اسلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اسلام کی حفاظت اور مقصد رسولؐ کی بقا کے لئے نواسہ رسول حسین ابن علیؑ نے ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ھ کو کربلا کی تپتی سرزمین پر ایسی قربانی پیش کی جو ہر لحاظ سے تاریخ عالم میں بے نظیر اور عدیم المثال قربانی ہے۔

یقیناً سید الشہداءؑ نے اللہ کی راہ میں اسلام کی عظمت کے لئے جان و مال عزت و ناموس غرضیکہ اپنا سب کچھ قربان کر کے نوک نیزہ پر بلند ہو کر اسلام کو سر بلند کر دیا۔

محرم عزاداری سید الشہداءؑ کا مہینہ ہے۔ محرم کے ایام' نوحہ و ماتم سے لبریز اور گریہ و بکا سے معمور فضاؤں' ہر دم یاد حسینؑ میں برستی آنکھوں' سید الشہداءؑ کے آلام و مصائب پر تڑپتے سوگوار دلوں اور کربلا کے رقت خیز واقعات پر حزین و مغموم چہروں کے ساتھ کربلا کے مجاہدوں اور عالم غربت کے مسافروں کی یاد تازہ کرنے اور انہیں خراج تحسین پیش کرنے کے ایام ہیں۔

ایام عزا اس لحاظ سے اہم ہیں کہ عزاداران سید الشہداءؑ اسلامی سال کے آغاز میں کربلا سے عہد و پیمان وفا استوار کرتے ہوئے کربلا میں حاضری کی تڑپ کے اس

Presented by Ziaraat.Com

عہد "یَا لَیْتَنَا کُنَّا مَعَکُمْ فَنَفُوْزَ فَوْزًا عَظِیْمًا" کی پوری شدت کے ساتھ تجدید کرتے ہوئے حسین ابن علیؑ کے پیغام کے امین بن کر اسلام کی حفاظت اور یزیدیت کی بیخ کنی کے عزم کو مزید صمیمیت عطا کرتے ہیں۔

بلاشبہ کربلا ہماری پہچان ہے اور اس پہچان کی بقا عزاداری کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لئے یہ کہنا بجا ہے کہ عزاداری ہماری شہ رگ حیات ہے۔ ہر نئے دور میں کربلا کو دنیا کے سامنے مجسم کرنے اور حق کی طمطراقی آواز سے ضمیر انسانی پر دستک دینے کے لئے عزاداری سید الشہداء " کو پہلے سے زیادہ قوت' اخلاص' ارادت اور شان و شوکت سے برپا کرنے کی ضرورت ہے۔ مقصد حسینؑ کے شایان شان ابلاغ کے ساتھ یزیدیت کے ناپاک عزائم کے مقابل ایک ناقابل شکست دیوار بن کر زمانے کی باطل قوتوں پر ایک بھرپور وار کرنے کی اپنی زبردست صلاحیت کی وجہ سے عزاداری کو اسلام کے ایسے عظیم قلعہ کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے جس سے مقصد رسالت کو بھیس بدل بدل کر زک پہنچانے کے مذموم عزائم رکھنے والے ہمیشہ ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام دشمن عناصر اسلام کے اس عظیم پیغام کو ختم کرنے کے لئے عزاداری کو متنازعہ بنا کر تعلیمات اسلامی کی حفاظت کرنے والے اس قلعہ میں شگاف ڈالنے کے لئے مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی آگ بھڑکانے کی کسی کوشش سے دریغ نہیں کرتے۔ ان حالات میں عزاداران حسینؑ کی ذمہ داریاں اور بھی سنگین ہو جاتی ہیں۔ عزاداران امام عالی مقام پر لازم ہے کہ وہ دوسری اقوام کے لئے مقصد حسینؑ ' کے پیغام رساں ہونے کے ناطے عملی طور پر عظمت کے سفیر بن جائیں جس کی جھلک ان کے قول و فعل اور رفتار و کردار سے نظر آئے۔ ان ایام میں ان کی ساری توجہ خود کو کربلا کے سانچے میں ڈھال کر دوسروں کے سامنے کربلا کے پیغام کو پوری دیانتداری سے پیش کرنے پر مرکوز ہو جانی چاہیے۔ ہم میں سے کسی شخص کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ ان ذمہ داریوں سے پورے

Presented by Ziaraat.Com

خلوص کے ساتھ عہدہ براہ ہونے کی بجائے پہلوتہی کرے اور اس طرح پیغام کربلا کی امانت دوسروں تک پہنچانے کی انتہائی عظیم اور مقدس فریضے سے غفلت کا مرتکب ہو۔

یہ امر بانیان مجالس کے پیش نظر رہے کہ درسگاہ کربلا سے نشر ہونے والے پیغام کے ابلاغ کے لئے کسی ایک جگہ کے انتظام و انصرام کا شرف عنایت الٰہی سے ان کے حصہ میں آیا ہے۔ انتظام و انصرام کے ساتھ ساتھ مذکورہ پیغام کو صحیح طریقے سے لوگوں تک پہنچانے کا افتخار بھی کما حقہ حاصل کرنے کے لئے انہیں نہایت خلوص اور لگن سے اپنی داریاں احسن طریقے سے پوری کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ارواح معصومین کے سامنے جوابدہ ہونے کا خیال دامن گیر رہنا چاہئے۔

بجا طور پر اس سے کہیں زیادہ ذمہ داری اہل منبر (علماء، خطباء، اور واعظین و ذاکرین) پر عائد ہوتی ہے کہ جن کی زبان شہادت عظمیٰ کی ترجمان بنتی ہے۔ ترجمانی میں کوتاہی پیغام کی ماہیت کو بدل دیتی ہے جبکہ ان کا مقابلہ پہلے ہی اس پیغام اور ماہیت کو بدل کر جہاد کربلا کو سلطنت طلبی کا رنگ دینے یا دوسرے جملہ ہتھکنڈے آزمانے والوں کے ساتھ ہے نیز ان کا مقابلہ ایسے لوگوں کے ساتھ بھی ہے جو روح عزاداری سے برسر پیکار ہو کر اس کو ایک عظیم تربیتی ادارے کی خاصیت سے محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اخوت و بھائی چارے اور یگانگت و مسالمت کے لئے اپنی تمام مساعی کو بروئے کار لاتے ہوئے کربلا کا صحیح تعارف پیش کرنے کے ساتھ ساتھ عزاداری حسینؑ کی کربلا کے خطوط پر تربیت کی عظیم ذمہ داری بھی اہل منبر پر عائد ہوتی ہے۔ انہیں مقصد حسینؑ کے سمجھانے یعنی معاشرے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کاربند کرنے کے لئے اپنی تمام صلاحیتیں وقف کر دینی چاہئے اور نیز انہیں ہر زمانے اور ہر میدان میں یزیدیت کے مقابل صف آراء ہونے کے لئے کربلا کو کعبہ فکر و عمل قرار دینا چاہئے۔ اس وقت

Presented by Ziaraat.Com

حق و باطل کی کشمکش اور معرکہ کربلا ایک مرتبہ پھر پوری شدت و قوت کے ساتھ برپا ہے۔ یزیدیت امریکہ، روس، اور دوسری شیطانی طاقتوں کی شکل میں خم ٹھونک کر میدان میں اتر آئی ہے اور حسینیوں کا ایک تاریخ ساز دلیرانہ جہاد دنیا کے مختلف ملکوں میں مختلف شکلوں میں جاری و ساری ہے۔

فرزندان کربلا کے لئے وارثان کربلا کی صدائے استغاثہ امام حسینؑ کے گرامی قدر فرزند امام خمینی مدظلہ العالی کے ذریعے سرزمین ایران سے بلند ہو چکی ہے اور اس طرح دنیا کے تمام مسلمانوں پر حق کی حجت تمام ہو چکی ہے۔

یہ گوشہ نشینی کا وقت نہیں بلکہ اپنے عہد کی کربلا کو زندہ رکھنے اور حسین ابن علیؑ کی تاسی میں حق و باطل کے اس معرکہ میں حق کا ساتھ دینے کا وقت ہے زبان سے قلم سے فکر و عمل سے اور جان و مال سے اور یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ متاع حیات اور متاع دنیا یہ سب اللہ کی امانتیں ہیں اس لئے انہیں اللہ کی رضا کے راستے میں صرف کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔

وَالسَّلَامْ

عارف حسین الحسینی

Presented by Ziaraat.Com

خطباء کرام و ذاکرین کے نام شہید ؒ کا پیغام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ماہ محرم الحرام کی آمد سے ہر جانب صف عزاء بچھا دی گئی۔ کالے پردوں کا اہتمام ہوا، گلی کوچوں اور بازاروں میں یاحسینؑ مظلوم کی فریادیں گونجنے لگیں۔ خاتون جنت کو پرسا دینے کے لئے ماتمی حضرات کے دستے امام بارگاہوں کی جانب چل دیئے گویا کربلا کی عظیم یونیورسٹی کے دروس کا آغاز ہو چکا اور اس مدرسہ عشق کے عظیم معلم سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کی یاد ذہنوں کو جھنجھوڑنے کے ساتھ ساتھ سال بھر کے لئے فکری تربیت کی غذا فراہم کرتی ہے۔

ان بابرکت اور پرسوگ ایام میں مبلغین اور ذاکرین محترم کے فرائض میں سنگینی پیدا ہو جاتی ہے چونکہ ان ایام میں جب عاشقان حسینؑ اپنی ذہنی وفکری تربیت کے لئے آمادہ ہوتے ہیں یہ آپ حضرات ہی کا فریضہ ہے کہ اس طرح سے عزاداروں کی فکر کو مقصد حسینی ؑ سے جلا بخشیں لہٰذا اس عظیم سٹیج سے پوری طرح استفادہ کرنے کی خاطر عوام کو مقصد حسینی ؑ سے روشناس کرا کے صحیح معنوں میں امام حسینؑ کے نقش قدم پر چلنے کی ہدایت فرمائیں۔ واقعہ کربلا کی خونین داستان کے ساتھ ساتھ دور حاضر کی کربلا کے مصائب اور مظالم کا تذکرہ بھی کرنا چاہئے۔ سید الشہداءؑ نے اس دور کے طاغوت کے خلاف اپنے خون کے نذرانے سے راہ روشن کی ہے اور ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے والوں کی راہنمائی فرمائی ہے۔

لہٰذا راہ حسینؑ پر چلنے والوں کو پیش آنے والے مصائب و مشکلات کا تذکرہ بھی لازمی ہے آج مشن حسینی ؑ کی تکمیل کی خاطر کبھی لبنان، افغانستان اور کویت میں عاشقان حسینؑ کا خون بہایا جاتا ہے اور کبھی حرم امن مکہ مکرمہ کی سڑکیں بے گناہ مظلوموں کی خون سے رنگین کی جاتی ہیں اور مہمانان خانہ خدا کو گولیوں کا نشانہ

Presented by Ziaraat.Com

بناتے ہیں ،تو کبھی پارا چنار میں مظلوموں کا خون بہایا جاتا ہے۔ چاہیئے کہ شہداء کربلا کے مصائب کے ضمن میں ان شہداء کو بھی یاد کر لیں۔ امام حسین علیہ السلام نے اس دور کے یزید یعنی بڑے طاغوت کی بیعت سے انکار کر کے اسلام و قرآن کا تحفظ کیا اور دور حاضر کے شہداء بڑے شیطان امریکہ کی بیعت نہ کرنے کے قصور میں شہید کر دیئے گئے کیونکہ ہم اپنے عظیم معلم سے یہ درس سیکھ چکے ہیں کہ عزت کی موت' ذلت کی زندگی سے بہتر ہے۔

والسلام

سید عارف حسین الحسینی

۱۸۔اگست ۱۹۸۷ء

Presented by Ziaraat.Com

چہلم سید الشہداء ؑ کی مناسبت سے

شہید حسینی ؒ کا پیغام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جو ایام آئمہ علیہم السلام سے منسوب ہیں وہ ایام اللہ میں شمار ہوتے ہیں ان ایام میں انسان کو معنوی موقع نصیب ہوتا ہے اور جو ایام سید الشہداء علیہ السلام سے منسوب ہیں وہ انسان کو اس عظیم مکتب کی طرف متوجہ کرتے ہیں جس کی بنیاد شہادت پر ہے اور ان ایام کے پس منظر میں وہ عظیم انقلاب ہے جس نے معاشرے میں کچلے ہوئے انسانوں کو جرأت عطا کی۔

اربعین سید الشہداء ؑ کی مناسبت سے ہمیں ان سازشوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے جو وحدت امت مسلمہ کے دشمن مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لئے کرتے ہیں۔ محرم میں جو کچھ ہوا(۱۴۰۷ ہجری مطابق ۱۹۸۶ء کے فسادات کی طرف اشارہ ہے) وہ پوری قوم کے لئے لمحہ فکریہ ہے ہمیں بین الاقوامی حالات کو مدنظر رکھ کر ان واقعات پر غور کرنا چاہیئے۔

یہ ان بین الاقوامی سازشوں کا حصہ ہے جو عالم اسلام کے خلاف کفر کی طاقتیں مل کر کرتی ہیں کفر کی طاقتیں اپنی ناکام کوششوں کے ذریعے اسلامی انقلاب کی پُر طاقت موجوں کو روکنا چاہتی ہیں لیکن وہ اس نور کو نہیں روک سکتیں۔ مسلمانوں کے درمیان نفرت پیدا کرنا اور فرقہ واریت کو ہوا دینا استعمار کی ایک پرانی چال ہے لیکن میں پر امید ہوں کہ ملت میں اتنی آگاہی ہے کہ وہ ان سازشوں اور ان کے پس منظر میں کارفرما عوامل اور محرکات سے بخوبی آگاہ ہیں اور وہ ان سازشوں کا عزم و حوصلے سے مقابلہ کریں گے۔

ہمارے سامنے سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کے عزم اور حوصلے کی مثال ہے جنہوں نے اپنے خطبوں کے ذریعے یزید کے سارے طاغوتی منصوبوں کی حقیقت عیاں

Presented by Ziaraat.Com

کی اور کربلا کے پیغام کو آنے والی نسلوں تک پہنچا دیا۔ اس طرح ہمیں بھی انہی کی سنت پر عمل پیرا ہو کر اس دور میں ہونے والی کفر کی سازشوں کو بے نقاب کرنا چاہئے۔ جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کو پرسہ دینے کا یہی بہترین طریقہ ہے۔

اربعین کے ایام میں ہمارا فرض ہے خود کو تقویٰ سے مسلح کر کے معنویات کی دنیا میں قدم رکھیں اور اسلام اور مسلمانوں کی نصرت و کامیابی کے لئے دعا کریں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ

سید عارف حسین الحسینی

اربعین صفر المظفر ۱۴۰۷ھ

مطابق ۱۹۸۶ء

("پندرہ روزہ المظاہر" کے ذریعے ملت اسلامیہ کے نام پیغام)

Presented by Ziaraat.Com

پیغام قائد شہیدؒ بمناسبت چہلم سید الشہداءؑ ۱۴۰۸ھ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

کربلا کا عظیم تاریخی واقعہ دو اہم پہلوؤں کا حامل ہے ایک طرف ایثار و قربانی اور کلمہ حق کی سربلندی کے لئے خدا کی راہ میں جہاد و فداکاری جو عظیم شہداء کے پاک خون سے منور ہے تو دوسری جانب صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان شہداء کے پاک خون کا اصل مقصد روشناس کرانا اور پیغام رسانی ہے جو قافلہ حسینی خصوصاً حضرت زینب سلام اللہ علیہا نے دشمنوں کی اسارت میں رہ کر ہر قسم کے مصائب برداشت کرتے ہوئے بخوبی انجام دیا اور واقعہ کربلا کی نورانیت کو تاقیامت دوام بخشا۔

ہر انقلاب میں پیام کا پہلو اہمیت کا حامل ہوتا ہے اگر انقلاب کے اصل مقصد سے لوگ بے خبر رہیں تو وہ انقلاب جلد یا دیر سے محو ہو جاتا ہے لیکن قرآن واسلام کے دفاع کے لئے سید مظلومؑ کے عظیم شہادت کی پیام رسانی کی ذمہ داری شریکۃ الحسینؑ نے با موفقیت انجام دے کر ہمیشہ کے لئے تلوار پر خون کی کامیابی کی اصل کو حیات بخشی۔

عصر حاضر میں بھی مختلف محاذوں پر اسلام کے شیدائی خون کے نذرانے پیش کرتے ہیں لہٰذا ہماری ذمہ داری ہے کہ ان پاک خون کے پیغام کو بطریق احسن دنیا والوں کے کانوں تک پہنچائیں اور یہ ثابت کر دکھائیں کہ مکتب سید الشہداءؑ کے پیروکار کسی وقت بھی ظالموں کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے بلکہ ہر قسم کے ظلم و جنایت کا مقابلہ کرکے حدود الٰہی کے دفاع اور نظام الٰہی کے نفاذ کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

جوانان عزیز! ابھی وقت آن پہنچا ہے کہ حق و باطل کے پیروکاروں کی صفیں مرتب ہو رہی ہیں ہمیں چاہئے کہ اپنا محاسبہ کریں کہ کہیں حق کے پیروکار ہوتے ہوئے

Presented by Ziaraat.Com

باطل و طاغوتی طاقتوں کے لئے باعث تقویت تو نہیں۔ آج فرصت ہے کہ ہم حق کی حفاظت و سربلندی کے لئے کمر ہمت باندھ کر وحدت و اخوت کے جذبے سے سرشار ہو کر دشمنان اسلام کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں آج اگر حق کی معرفت حاصل کرنی ہے تو مکتب اہل بیتؑ اور سید الشہداءؑ کی عظیم قربانی اور صبر و استقامت کے کردار پر توجہ رکھتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چلنے کی سعی کریں اور ہر قسم کے ظلم و ستم کے خاتمہ کے لئے کفن باندھ کر میدان عمل میں اپنی موجودگی کا اعلان کریں۔

خداوند متعال ہم سب کو راہ اہل بیتؑ راہ سرخ و شہادت پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُه

عارف حسین الحسینی

Presented by Ziaraat.Com

یوم خواتین کی مناسبت سے شہید حسینیؒ کا پیغام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

گردش لیل و نہار میں بیس جمادی الثانی کو اپنی جاہ و حشمت پر ناز ہے۔ قدرت کی طرف سے اسے عطا کردہ ساعتوں میں وہ نیک ترین لمحہ میسر ہے جس میں رحمتہ اللعالمین کے حضور فخر موجودات خاتون جنت کا ورود مسعود ہے۔ سیدہ فاطمتہ زہراؑ سر چشمہ عصمت و طہارت کی ولادت درحقیقت خالق حقیقی کی طرف سے عالم نسوانیت کی عظمتوں اور رفعتوں کی نشاندہی ہے۔

اس دن کی عظمت فطرتاً متقاضی ہے کہ اس کو ''یوم خواتین'' سے منسوب کیا جائے۔ ہم ملت پاکستان اور بالخصوص خواتین اور مومنات محترمات کی خدمت اقدس میں اس روز سعید کے موقع پر دلی تہنیت اور مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ مخدرہ عصمت فاطمہ زہراؑ کے فضائل اور مناقب کے کما حقہ اظہار سے قلم قاصر ہیں اور ان کی حقیقی معرفت سے عقلیں اور زبانیں عاجز ہیں حتی کہ اہل بیت اطہار علیہم السلام سے سیدہ کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ مستمعین کے فہم و ادراک کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ارشاد فرمائی گئی ہیں۔

''نُکَلِّمُ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ''

رہبر انقلاب اسلامی حضرت امام خمینی دام ظلہ العالی نے تاریخ اسلام میں اس روز روشن کی اہمیت اور اس کے فطری تقاضوں کے تحت اس کو ہمیشہ کے لئے ''یوم خواتین'' قرار دیا ہے اور اس کو کامل احترام اور تزک و احتشام کے ساتھ پورے عالم اسلام میں منانے کا فرمان جاری کیا ہے۔ مطمع نظر یہ ہے کہ مسلم خواتین سیرت صدیقہ طاہرہؑ سے آگاہی حاصل کریں۔ ان کی زندگی کو مشعل راہ بنا کر کامل معنوی کی منازل پر فائز ہوں اور یہ کہ انہیں اپنی شخصیت اور شرافت کے اعلیٰ اور ارفع مقامات کا مکمل احساس ہو وہ اس حقیقت سے بہرہ ور ہوں کہ رب العزت نے

Presented by Ziaraat.Com

خاتون کے اعلیٰ اوصاف اور عفت کی حفاظت کو حجاب اسلامی کی پابندی میں مضمر کر رکھا ہے۔

دشمنان اسلام نے نام نہاد آزادیوں کے بہانے عالم نسوانیت کو عمیق پستیوں میں دھکیل دیا ہے۔ مغرب کے ذرائع ابلاغ خصوصاً اخبارات و رسائل جس انداز میں نسوانیت کی تشہیر کرتے ہیں اس سے ہر ذی شعور انسان کا ضمیر اذیت ناک احساسات سے دو چار ہوتا ہے۔ انسانیت کو ان ذلت آمیز پستیوں سے نجات دلانے اور ایسی عزت سے معزز کرنے کے لئے جسے ذلت سے بدلا نہ جا سکے مسلم خواتین کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے معاملات زندگی کو سیرت سیدہ طاہرہؑ سے مکمل وابستگی پر منضبط فرما لیں۔ وہ بیدار مغز ہوں اور دین کی خدمت کے لئے پر وقار انداز میں کمر بستہ ہوں۔ احکامات شریعت کو مکمل رضا و رغبت کے ساتھ اختیار کر کے مشیت ایزدی کے نزدیک ان درجات کو حاصل کر پائیں جو مقصد تخلیق انسانیت سے تعبیر ہیں۔

دور حاضر میں اسلامی جمہوریہ ایران کی مومنات مسلم خواتین کے لئے نمونہ عمل ہیں اس لئے کہ انہوں نے اپنے رموز حیات کی تربیت و تکمیل کو سیرت سیدہ فاطمہ زہراؑ اور زینب کبریٰ علیہا السلام کے تابع و آراستہ کر لیا ہے۔ حجاب اسلامی ان کا شعار ہے۔ اس حجاب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اپنے بھائیوں، بیٹوں اور بزرگوں کے شانہ بشانہ وہ انقلاب اسلامی کے ہر شعبہ میں برابر کی حصہ دار ہیں۔ جمعہ کے اجتماعات، انقلابی جلسے اور جلوسوں سے لے کر سرکاری دفاتر حتیٰ کہ جنگی خدمات تک میں مصروف عمل ہیں۔ حجاب نے انہیں تحفظ اور قوت خود اعتمادی اس طور عطا کی ہے کہ وہ میدان عمل میں ملت ایران کی ایک مضبوط اور موثر قوت بن کر ابھری ہیں۔ اپنے مذہب و ملت اور ملک کی خدمت میں ان کا ایک مثالی کردار ہے۔ حق و باطل کے معرکہ میں ان کی جرأت اور کارناموں پر اہل مشرق و مغرب انگشت بدنداں ہیں۔ ان کے حسن عمل سے آزادی زن پر فریب خوردہ باطل

Presented by Ziaraat.Com

نظریات کی کلی کھل کر سامنے آ گئی ہے۔ دنیا پر اظہر من الشمس ہے کہ دور حاضر میں عالم نسوانیت کا کیا مقام ہے۔ اس کے کیا حقوق ہیں اور ملی زندگی میں وہ کس قدر اور کس طور حصہ دار ہیں۔

ہم اپنے وطن عزیز کے بارے میں کفر اور شیطان بزرگ امریکہ کے مکروہ عزائم سے بخوبی واقف ہیں ہر پاکستانی مرد و زن کا فریضہ ہے کہ وہ قرآن حکیم فرامین رسول کریمؐ اور سیرت معصومینؑ کی اتباع کرتے ہوئے ان ناپاک سازشوں کو ملیا میٹ کرنے کے لئے پر عزم طور پر اٹھ کھڑے ہوں۔ ہمارے لئے واحد راستہ جو بمنزل صراط مستقیم ہے اسلام کے اصولوں کو معنوی انداز میں اپنی معاشرتی زندگی میں من و عن نافذ کرنا ہے یہ وہ فریضہ ہے جو واجب ہے۔ احکامات اسلام کی بالادستی اور تقدس کو حقیقت کی راہوں پر گامزن ہو کر قائم کرنا امت اسلامیہ کے لئے بنیادی شرط ہے۔ تمام سماجی برائیوں کا قلع قمع کرکے فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر دین کے بنیادی اصولوں کو قرآن کریم اور سنت شریفہ کی روشنی میں جاری کرنے پر قادر ہونا ہی ہمارے ایمان کی دلیل ہے۔

دین حق کی اس انداز میں خدمت کرنے کی قدرت صرف اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب پاک سیرت ماؤں کی گودوں میں تربیت پا کر ایسے باہمت' دیندار اور مخلص نوجوان ابھر کر سامنے آئیں جو دین مبین کی سر بلندی کے لئے اپنے خون کے نذرانے پیش کرنے کے لئے بے تاب ہوں۔ایسی مائیں اور بہنیں جو اپنی چادر کی حفاظت میں اسلامی اقدار کی تقویت کا باعث ہوں اور خاتون جنت سلام اللہ علیہا اور شریکۃ الحسینؑ کے طرز عمل پر دل و جان سے فدا ہوں اور کلمہ حق کی سر بلندی کے لئے اپنے نفس' جان و مال اور اعزاء کو ہر وقت قربان کرنے کے لئے مستعد ہوں۔

ہم "یوم خواتین" کے روحانیت آمیز موقع پر خواتین اور بالخصوص مومنات

Presented by Ziaraat.Com

محترمات کے لئے دین شناسی اور سرفرازی کے خواہاں ہیں اور بارگاہ الٰہی میں اسلام و مسلمین کی عظمت اور وحدت کے لئے عاجزانہ ملتمس ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِنَا فِى الدِّيْنِ

عارف حسین الحسینی

۱۲/ ج ۲/ ۱۴۰۵ھ

Presented by Ziaraat.Com

سید الشہداءؑ کے چودہ سو سالہ جشن ولادت

پر قائدؒ کا پیغام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہر قوم و ملت اپنے بزرگوں کی یاد مناتی ہے۔امت مسلمہ بھی ۳ شعبان المعظم کو ایک ایسی عظیم ہستی کی یاد مناتی ہے جس نے دنیا کے بزرگوں کو بزرگی کا درس دیا ہے یہ وہ ہستی ہے جس کے سامنے بڑی بڑی نامور شخصیتیں چھوٹی دکھائی دیتی ہیں یہ ہستی اور یہ شخصیت امام حسین علیہ السلام ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے خاندان نبوت میں آسمان ولایت کے افق پر آفتاب بن کر نمودار ہوئے۔

امامت اس بلند مرتبہ کا نام ہے جس کی حقیقت تک انسان کی رسائی ممکن نہیں ہاں البتہ آثار کے ذریعہ ہم امام کو پہچانتے ہیں۔

ہم اس ہستی کا کیا وصف بیان کر سکتے ہیں جس کی توصیف رسول اللہؐ کی زبان وحی ترجمان نے یوں کی ہے۔

"مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی اَحَبِّ اَھْلِ الْاَرْضِ اِلٰی اَھْلِ السَّمَاءِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ"

یعنی جو شخص اہل زمین میں سے ایسی شخصیت کو دیکھنا چاہے جو اہل آسمان کو سب سے زیادہ محبوب ہے تو وہ امام حسین علیہ السلام کو دیکھ لے۔

ہاں ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ آپؑ کمالات و صفات حسنہ کا مظہر کامل تھے۔آپؑ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی تمام صفات عالیہ کے وارث تھے۔آپ کا اسم گرامی حضرت رسول خداؐ نے حسینؑ رکھا اور پھر حسینؑ حسینؑ ہو گیا۔وہ حسینؑ، کہ جس سے پہلے کوئی حسینؑ تھا اور نہ بعد کوئی حسینؑ ہو سکا۔پیغمبر اکرمؐ نے اپنی زبان مبارک آپؑ کے دہن مبارک میں رکھ کر آپؑ کو غذا دی۔

آج ۳ شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ ہے۔آج ملت مسلمہ ساری دنیا میں سالار

Presented by Ziaraat.Com

شہیداں حضرت امام حسین علیہ السلام کا چودہ سو سالہ جشن ولادت باسعادت منارہی ہے۔ اجتماعات و تقریبات منعقد ہو رہی ہیں جو یقیناً احساس احسان شناسی کا مظہر ہیں۔

اے امت واحدہ کے فرزندو!اور اے امت مسلمہ کی بیٹیو ! اٹھو اور اپنے رسول برحق ؐ کے نواسے امام عالی مقام کی یاد میں برپا ہونے والی ان محافل اور تقریبات میں شائستگی کا مظہر بن کر شرکت کرو۔ امام عالی مقام کی ذات گرامی اور ان کی سیرت طیبہ سے آگاہی حاصل کرو۔ آج بھی اسلام کو حسینیوں کی ضرورت ہے۔ وہ حسین ؑ جنہوں نے عالم کو جہالت اور مادیت کے فریب سے نجات بخشی' جنہوں نے دین مقدس اسلام کو حیات نو عطا کی۔ آپ کی شہادت عظمٰی نہ ہوتی تو دین اپنے مقاصد اور مفاہیم کے اعتبار سے محو ہو جاتا اور حقیقی اسلام کا آج کوئی اثر نہ رہتا۔

اے کلمہ توحید کے پاسبانو ! اے امت واحدہ کے سپوتو !

توحید کلمہ بن کر' فکری و نظریاتی ہم آہنگی کے ساتھ قرآنی و اسلامی فکر کے ساتھ حسینی ؑ و آسمانی پیغام لے کر اٹھ کھڑے ہوں اور شرق و غرب کی باطل قوتوں کو جو اسلام اور مسلمانوں کی نابودی کے درپے ہیں نابود کر دو۔

اگر تم عزت و سربلندی چاہتے ہو تو تمہیں اسلام اور قرآن کی طرف لوٹنا ہو گا۔ استعماری فکر کے ساتھ جنگ کرنے میں شکست و رسوائی کے سوا کچھ میسر نہیں آسکتا آج اگر اسرائیل کئی سال سے ہمارے قبلہ اول پر قبضہ کر کے مسلمانوں کی تذلیل کر رہا ہے اور برادران عرب چھ سات مرتبہ لڑ کر بھی فتح حاصل نہیں کر پائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اسلامی اور قرآنی فکر کو پس پشت ڈال کر مغربی یا مشرقی فکر کے ذریعے اسرائیل کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اقوام متحدہ اور نام نہاد بڑی طاقتوں سے اپنی امیدیں وابستہ کئے رکھیں اور جہاد کے اسلامی تصور کو ترک کر دیا لہٰذا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اسلامی نقطہ نظر سے عرب و عجم کی تفریق بے معنی ہے۔ سب ایک ملت کے افراد ہیں۔ امام حسین علیہ السلام نے رنگ و خون اور جغرافیائی حدود سے بالاتر ہو کر وحدت اسلامی کا درس دیا ہے۔ کربلا میں سیاہ و سفید' عرب و عجم اور ترک و پارس سب ایک ہو کر ایک پرچم حق کے نیچے جمع ہو گئے انہوں نے مل کر ظلم و استبداد اور کفر و نفاق کو رسوا کرنے کے لئے جام شہادت نوش کیا۔

امامؑ عالی مقام وہ بلند عظمت شخصیت ہیں جو سب کے لئے ہیں سب مسلمان آپؑ کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ اسی لئے آج ہر مکتب فکر کے افراد آپؑ کے محفل ذکر اور تقریبات کے انعقاد میں سرگرم عمل ہیں اور سب کو امامؑ عالی مقام کی رہبری اور پیشوائی پر یقین و فخر ہے۔

آج اگر آپؑ کے خطبات اور کلمات کا مطالعہ کریں خصوصا جو آپؑ نے مدینہ سے روانگی سے لے کر عصر عاشور تک ارشاد فرمائے ہیں' تو ہمیں ان حقائق و معارف کا ایک سمندر موجزن دکھائی دے گا۔

امامؑ عالی مقام نے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ ہر انسان کو جینے اور مرنے کا ڈھنگ سکھا دیا ہے۔ آپ کے کلمات میں سے ایک یہ ہے۔

" مِثْلِیْ لَا یُبَایِعُ مِثْلَ یَزِیْدَ "

آپؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ "لَا یُبَایِعُ یَزِیْدَ" یعنی میں یزید کی بیعت نہیں کرتا بلکہ فرمایا کہ مجھ جیسا یزید جیسے کی بیعت نہیں کر سکتا گویا آپؑ فرما رہے تھے کہ جو میری طرح ہو یعنی میرا پیرو ہو اور مجھے اپنا پیشوا سمجھتا ہو وہ کبھی اپنے زمانے کے یزید کے سامنے سر نہیں جھکائے گا۔ اگر ہم مسلمان امام حسینؑ کو اپنا پیشوا مانتے ہیں تو پھر کیوں امریکہ' روس یا ان کے کسی طفیلی طاغوت کے سامنے سر جھکائیں۔

امام حسینؑ جو امام حریت ہیں انہوں نے ہمیں آزادی کا درس دیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا۔ ذلت کی زندگی سے عزت کی موت بہتر ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

مرا عار آید از ایں زندگی
کہ سالار باشم کنم بندگی

اے رسول پاک کا کلمہ پڑھنے والو!

ہمیشہ اپنے ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کر اسلام کے مفاد کو مدنظر رکھو۔ آج مسلمانوں کے اتحاد کی ضرورت ہے۔ بالخصوص پاکستان میں بسنے والے مسلمانوں کو اتحاد کی اشد ضرورت ہے۔ کفر کی طاقتوں کے لئے اہل اسلام کا اتحاد سب سے بڑا خطرہ ہے۔ اگر ایرانی مسلمان شیعہ سنی متحد ہو کر شرق و غرب کی طاغوتی طاقتوں کو للکار سکتے ہیں' لبنانی مسلمان باہم مل کر امریکہ اور فرانس کو عبرتناک ذلت و شکست سے ہمکنار کرتے ہوئے انہیں بیروت چھوڑنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ اور افغانی مسلمان مل کر روسیوں کو سرگردان کر سکتے ہیں تو پھر ہم متحد ہو کر حقیقی آزادی اور احیائے اسلام کے خواب کی تعبیر کیوں نہیں دیکھ سکتے۔

ہم اگر واقعاً پاکستان کو اسلامی سلطنت بنانا چاہتے ہیں اسے بیرونی دشمنوں اور ان کے ایجنٹوں سے نجات دلانا چاہتے ہیں تو اس کا واحد ذریعہ ہمارا کامل اتحاد ہے۔ استعمار کے بوئے ہوئے پودے مرزائیت سے نجات بھی ہمارے اتحاد ہی میں مضمر ہے۔ اتحاد کی صورت یہ ہے کہ سنی' پاکستان میں سنی بن کر رہے اور شیعہ' پاکستان میں شیعہ بن کر رہے اور کسی کو اس کے شرعی اور فطری حق سے محروم نہ کیا جائے۔ ہر ایک دوسرے کے مقدسات کا احترام کرے۔

ہم پاکستان کے تمام مسلمانوں سے بالعموم اور علماء اور ذمہ دار افراد سے بالخصوص توقع رکھتے ہیں کہ وہ اسلام و قرآن کے تحفظ کے لئے آپس میں متحد ہو جائیں تاکہ ذاتی مفادات سے صرف نظر کرتے ہوئے مشترکہ دشمن یعنی اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔

Presented by Ziaraat.Com

خداوند متعال سے میں اسلام کی سر بلندی اور مسلمانوں کے وحدت کلمہ کے لئے دعا گو ہوں بحق محمد و آلہ علیہ وعلیہم الصلوۃ والسلام

وَالسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلىٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ

الْعَبْد

عارف حسین الحسینی

۳ شعبان المعظم ۱۴۰۴ روز ولادت حضرت امام حسینؑ

Presented by Ziaraat.Com

پیغام شہید حسینیؑ بمناسبت ۱۴ سو سالہ جشن ولادت

حضرت زینبؑ سلام اللہ علیہا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

درود و سلام اس پاک خاتون پر جس نے اپنی اسارت کے ذریعہ پوری انسانیت کو ہمیشہ کے لئے جبر و استبداد سے حصول آزادی کا اسلوب سکھا دیا۔ وہ عظیم ہستی جس نے اپنے خطبات عالیہ سے ظالموں اور جابروں کے تکبر کو ملیا میٹ کر دیا۔ اپنے اسوۂ حسنہ سے مسلم خواتین کے لئے طریقت زندگی کو معین فرمایا اور اپنی سیرت طیبہ سے روز روشن کی طرح واضح کر دیا کہ اسلام کے نزدیک ایک مسلم خاتون کے فرائض منصبی ایک مسلم مرد سے کسی طور کم نہیں ہیں۔ سر زمین پاکستان میں بزم آمنہ سلام اللہ علیہا کے زیر اہتمام باشرف مسلم خواتین کی جانب سے اس جلیلہ پاک ہستی کے چودہ سو سالہ جشن ولادت کا انعقاد قابل تحسین و باعث افتخار امت مسلمہ ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ اس پروقار محفل میں حضرت زینب سلام اللہ علیہا کے فضائل و مناقب کا کماحقہ تذکرہ کر کے ان کے مصائب کا حق ادا کیا جائے گا اور یہ کہ خود مسلم خواتین اس سیرت طیبہ کو اپنی زندگیوں میں اپنانے کی بھرپور کوشش کریں گی اس لئے کہ جہاں ہر مسلم مرد کا فرض ہے کہ وہ حسینیؑ بنے وہاں ہر خاتون کے لئے ضروری ہے کہ وہ زینبیؑ بنے۔ ورنہ اگر وہ ایسے نہیں ہیں تو پھر یزیدی ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

آج جہاں جہاں حضرت امام حسین علیہ السلام سید الشہداءؑ کا نام لیا جاتا ہے وہاں وہاں سردار کاروان حسینیؑ حضرت زینب سلام اللہ علیہا کا نام بلند ہے۔ اگر امام حسین علیہ السلام کی شہادت عظمیٰ نہ ہوتی تو کلمہ حق کا اعلان نہ ہوتا، اگر زینب کبریٰؑ کی اسارت نہ ہوتی تو شہادت امام حسینؑ کی عظمت چشم عالم پر آشکارا نہ ہوتی۔ یوں حضرت زینبؑ اپنے بھائی حضرت امام حسینؑ کے ساتھ ان کے عظیم

Presented by Ziaraat.Com

مشن میں برابر کی شریک ہیں۔

ترویج دین اگرچہ مقتل حسین شد

تکمیل آں بموئے پریشان زینب است

اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ دونوں بہن بھائی حضرت فاطمہ کبریٰ سیدۃ النساء العالمین علیہا السلام اور مولائے متقیان حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے دامن کے تربیت یافتہ تھے اور دونوں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث تھے اور یوں عصمت و طہارت کے گھرانے کی درخشاں کلیاں تھیں۔ حضرت زینب کبریٰ کی پیروکار خواتین جس خلوص نیت اور محبت کے ساتھ اس جشن مبارک میں شرکت فرما رہی ہیں وہ ان کے لئے باعث سعادت ہے۔اسلام کی ان عزت مآب دختران کو معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت علی علیہ السلام کی لخت جگر ان سے کیا چاہتی ہیں۔ یقیناً وہ بھی چاہتی ہیں کہ ان کی پیروکار خواتین کا کردار اور اعمال اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق ہوں۔ اور وہ وہی راستہ اختیار کریں جو پاک بی بی نے اختیار کیا تھا۔

آج دنیا تہذیب مغرب کے زیر اثر ذلت اور پستی کی عمیق گہرائیوں میں گر چکی ہے اور وہ راستہ اختیار کر چکی ہے جو تباہی اور ہلاکت کا راستہ ہے ان معاشرتی ظلمتوں کا مقابلہ کرنا اور دین مبین کے اصولوں کے مطابق زندگی کی راہ استوار کرنا ہر مرد و زن کا اولین فریضہ ہے۔

مسلم خواتین کو اسلامی احکام بالخصوص پردے کی سختی سے پابندی کرنی چاہئے تاکہ مغربی انسانیت سوز تہذیب کے اثرات زائل ہو سکیں۔ہماری دلی تمنا ہے کہ آپ مومنات زندگی کی منزل پر سیرت زینب کبریٰ کی اتباع کر کے دین و دنیا میں سرخرو ہوں۔ ماں کی حیثیت سے اپنے دامن میں دین کے اصولوں کے مطابق اولاد کی تربیت کر کے ایسی شخصیات کی تعمیر کریں جو آئندہ زندگی میں نیک صالح اور بزرگ ہستیاں بن کر ابھریں اور اسلام کی سربلندی کے لئے معاشرہ میں انقلابی

Presented by Ziaraat.Com

تبدیلیاں لاسکیں اور ہمیشہ بہن کی حیثیت میں اپنے ان بھائیوں کے جو خدمت اسلام میں پیش پیش ہیں دوش بدوش چلیں تاکہ آپ کی دعاؤں کے سبب استقلال میں لغزش کے امکانات مسدود ہو جائیں۔

بعینہ جیسے کہ ہمارے دور میں سیرت زینب کبریٰ ؑ پر عمل کرتے ہوئے سیدہ آمنہ بنت الہدائی اپنے عظیم المرتبت بھائی سید محمد باقر الصدر شہید علیہ الرحمہ کے ساتھ اسلام کی خدمت کرتے ہوئے والہانہ انداز میں شہادت سے ہمکنار ہوئیں۔

خداوند متعال سے ہم اسلام اور مسلمین جہاں کی کامیابی اور عظمت کے لئے عاجزانہ دعا گو ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهُ

عارف حسین الحسینی

Presented by Ziaraat.Com

قائد کا پیغام بسلسلہ ولادت حضرت امام آخر الزمانؑ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

"وَنُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ نَجۡعَلَہُمۡ اَئِمَّۃً وَّ نَجۡعَلَہُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ"

پندرہ شعبان کا مبارک دن جو روز میلاد حضرت صاحب الامر ولی اللہ الاعظم روحی و ارواح العالمین لہ الفداء ہے۔ سارے محروموں کے لئے مبارک ہو۔ یہ وہ دن ہے جو سارے مظلوموں اور محروموں کو یہ نوید دیتا ہے کہ بشر کے بنائے ہوئے یہ رنگا رنگ قوانین بشر کو خطرناک بحرانوں سے نہیں نکال سکتے بلکہ صرف قوانین اسلام جن کا سرچشمہ وحی ہے جو بشر کی سعادت کے لئے کافی ہیں اور انسان کو مادیت کے گرداب سے نکال کر خوشی اور سعادت کی بلندیوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ یہ وہ دن ہے جس کے متعلق تمام آسمانی کتابوں اور ادیان میں بشارت موجود ہے اور اسی کے مولود سعید کے ملکوتی چہرے کی زیارت کے لئے اولوالعزم انبیاء انتظار کرتے رہے۔

لہٰذا مستضعفین اور محرومین اس دن کو بڑی شان سے مناتے ہیں اور اسی دن کا پیغام جو روایات اور احادیث میں ہے اور منجی مستضعفین کا ملکوتی چہرہ دنیا والوں کے لئے معرفی (پیش) کیا جاتا ہے۔

امید مستضعفین جہاں رہبر انقلاب اسلامی حضرت امام خمینی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ

"اے مستضعفان جہاں! اٹھ جاؤ طاغوتی طاقتوں کے مقابلے میں کہ اگر تم ان کے مقابلے میں اٹھ گئے یہ کچھ نہیں کر سکتے۔"

پس اے روز مستضعفین منانے والو! غفلت کا دور گزر گیا۔ اب غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاؤ۔ اختلاف سے پرہیز کرو۔ سب کے سب توحید کے پرچم کے نیچے جمع ہو کر مشرق اور مغرب کی غلامی سے آزاد ہو جاؤ۔

Presented by Ziaraat.Com

اے فرزندان توحید و قرآن! قرآن کی روح سے الہام لے لو۔ اسلام کی سربلندی اور عزت کی راہ میں قدم اٹھاؤ۔ اپنی کھوئی ہوئی شخصیت کو دوبارہ پا کر تمدن بشر کے قافلے کی رہنمائی کرو۔

اپنے جوانوں کو اسلامی حقائق اور معارف کے ساتھ آشنا کر کے استعمار و سامراج کو مایوس کرو۔

اے مسلمانان غیور! قرآن کے علوم اجتماعی اقتصادی اور اخلاقی خزانوں کو ساری دنیا کے لئے پیش کرو اور ان کو عملاً یہ سمجھاؤ کہ دین مبین اسلام بشر کی اخروی اور دنیاوی سعادت کا ضامن ہے۔

اے جوانان عزیز! آپ کی ذمہ داری سب سے زیادہ ہے۔ آپ کو حضرت مہدیؑ کے اصحاب میں سے ہونا چاہئے۔ جو ہر صفت حسنہ سے آراستہ ہو۔ حضرت امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ

''مہدی موعودؑ کے اصحاب سب کے سب جوان ہوتے ہیں بوڑھے افراد ان میں کمیاب ہیں''

آخر میں ایک مرتبہ پھر اس عظیم روز کو دنیا کے سارے محروموں کے لئے مبارک باد دیتا ہوں اور خدائے بزرگ سے اسلام و مسلمانوں کی نصرت و عظمت، محروموں کی بیداری اور کفر و مستکبرین کی سرنگونی کا خواہاں ہوں۔

" اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَرْغَبُ اِلَيْكَ فِيْ دَوْلَةٍ كَرِيْمَةٍ تُعِزُّ بِهَا الْاِسْلَامَ وَاَهْلَهُ وَ تُذِلُّ بِهَا النِّفَاقَ وَ اَهْلَهُ وَ تَجْعَلُنَا فِيْهَا مِنَ الدُّعَاةِ اِلٰى طَاعَتِكَ وَالْقَادَةِ اِلٰى سَبِيْلِكَ وَ تَرْزُقُنَا بِهَا كَرَامَةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ "

وَالسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ

عارف حسین الحسینی

۶۔ شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ

Presented by Ziaraat.Com

پیغام قائد شہیدؒ بمناسبت "یوم مستضعفین"

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہر قوم و ملت اپنے بزرگوں کی یاد مناتی ہے۔ ۱۵ شعبان المعظم وہ دن ہے کہ جس دن نجات دہندہ اعلیٰ عالم بشریت 'حضرت ولیعصر صاحب الزمانؑ کی ولادت باسعادت ہے۔ ۲۵۵ ہجری قمری کی اس مبارک رات کو یہ روحانی چاند شہر سامرہ کے ایک مقدس گھر میں چمکا۔ یہ دن ہمارے لئے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

اس دن کو روایتی انداز سے منانے کی بجائے تجدید عہد کریں کیونکہ آج دنیا کے مظلوم، ظلم و استبداد کی چکی کے پاٹوں میں پس رہے ہیں مظلوموں کی امید ظاہراً غیبت میں ہے تو ایسے میں امام عصرؑ کی غیبت میں ہماری کیا ذمہ داریاں بنتی ہیں؟ آیا ہم پر واجب نہیں کہ ولیعصرؑ کے انقلاب کے لئے کام کریں۔ یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب ہم اپنے فرائض و ذمہ داریوں سے پوری طرح آگاہ و آشنا ہوں ہمیں ظالم و مظلوم کی پہچان ہو اور مظلوم کی دادرسی کے اسباب پیدا کریں۔

آج اس مبارک دن کے موقع پر ہم آپ کی توجہ ملکِ امام زمانہؑ کی طرف مبذول کراتے ہیں یقیناً آپ آگاہ ہیں کہ ولیعصرؑ کا نائب برحق باطل سے سینہ سپر ہے یعنی ایک طرف انقلاب امام زمانہؑ کی راہیں ہموار کی جارہی ہیں تو دوسری جانب طاغوتی طاقتیں اس کوشش میں ہیں کہ (خدا نہ کرے) اسلام کے اس چراغ کو گل کر دیں اور ملکِ امام زمانہؑ نابود ہو جائے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ انقلاب اسلامی کے حوالے سے بھی اپنی ذمہ داریوں کو سوچیں اور پھر صحیح سمت میں قدم بڑھائیں کیونکہ امام امت کی رہبری میں ایران کی آزاد قوم تمام عالم کے ان مظلوموں کی پوری حمایت کر رہی ہے جو اس وقت پنجہ طاغوت کی گرفت میں ہیں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ مستضعفین کی بیداری کے لئے آپ اپنی سرگرمیوں کو اور

Presented by Ziaraat.Com

تیز تر کر دیں گے تا کہ ظلم کی بساط الٹ جائے اور مظلوم آزاد ہوں۔ عوام کو مشرق و مغرب کے نام نہاد انسانی آزادی کے نعروں کی حقیقت سے آگاہ کریں تا کہ یہ مظلوم مسلم قوم غیروں پر بھروسہ چھوڑ کر اللہ کی طرف رجوع کرے اور مسلمان اپنے استقلال و آزادی کی حفاظت کر سکیں۔ اس دن کو تنظیمی طور پر بھی احتساب و محاسبہ کا دن قرار دیں اور اپنے سابقہ کاموں اور کارکردگی کا جائزہ لیتے ہوئے آئندہ کا لائحہ عمل تیار کریں۔ ہم اس موقع پر پاکستان کے ضعیف و مظلوم عوام کو بالخصوص اور مظلومان جہاں کو بالعموم یہ باور کراتے ہیں کہ اے مسلمانو! اٹھو اور اپنے حق کو پہچانو۔ طاقتوروں کے مستانہ اور غرور آمیز نعروں سے نہ ڈرو۔ کیونکہ خدا تمہارے ساتھ ہے یہ زمین تمہارا ورثہ ہے۔ خداوند کریم کا اپنی کتاب مقدس میں یہ وعدہ ہے لہٰذا " وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا " کو ورد زبان بنا کر اپنی جدو جہد جاری رکھیں وہ دن دور نہیں جب باطل بھاگ جائے گا اور حق فتح پائے گا۔

ہم دنیا کے حریت پسند اور مجاہد مسلمانوں کو خصوصاً لبنان' افغانستان' فلسطین' کویت اور مصر کے حق پرستوں کو سلام پیش کرتے ہیں اور ان کی کامیابی کے لئے دعا گو ہیں۔ دنیا کے مظلوموں سے گرمجوشی کے ساتھ برادری کا ہاتھ ملاتے ہیں اور اتحاد امت مسلمہ کے خواہاں ہیں۔

آخر میں دنیا بھر کے مسلمانوں اور کمزور انسانوں کو تحفہ تبریک پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ تمام مسلمان اپنے ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کر اسلام عزیز کے مفاد کو مدنظر رکھیں گے۔ آج اتحاد بین المسلمین کی اشد ضرورت ہے۔ ملک خداداد پاکستان کی سالمیت کی حفاظت اور اسلامی نظام کا نفاذ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم کامل اتحاد کو عملی جامہ پہنائیں۔

خداوند متعال سے میں ولیعصرؑ کے جلد ظہور' اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کے وحدت کلمہ کے لئے دعا گو ہوں۔

والسلام

عارف حسین الحسینی

۱۵ شعبان المعظم

Presented by Ziaraat.Com

پیغام قائد شہیدؒ بمناسبت پندرہ شعبان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ولادت مہدی موعود کے مبارک موقعہ پر منتظرین ظہور منجی بشریت کے پیروکاروں کو صمیم قلب سے تبریک و تہنیت پیش کرتا ہوں۔امید ہے کہ قائم آل محمدؐ کے ماننے والے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس کرتے ہوئے آنحضرتؑ کے عالمی انقلاب کی راہ ہموار کرنے کے لئے اپنی جدوجہد کو تیز سے تیز تر کریں گے اب جبکہ پوری دنیا ظلم و بے عدالتی سے بھر چکی ہے دنیا کی محروم اقوام مستکبرین کے ظلم کی چکی میں پستی جارہی ہیں مصلح حقیقی حضرت ولی اللہ الاعظم حضرت مہدیؑ کی عدل و قسط پر مبنی حکومت اس دور میں امید کی واحد کرن اور توجہات کا مرکز بنی ہوئی ہے لہٰذا ہم سب کا فرض ہے کہ امام عصرؑ کے عالمی انقلاب کی برپائی کے لئے اسلامی تحریک کے جانباز سپاہی بن کر میدان عمل میں وارد ہو جائیں۔ ہمارے جوانوں کو چاہئے کہ وہ اس انقلاب کے سرگرم رکن بننے کے لئے اپنی تربیت و تہذیب نفس کے لئے کسی بھی فرصت کو ضائع نہ کریں۔ اسلام کی آفاقی تعلیمات کو عام کریں اور منظم و مسلسل جدوجہد شروع کریں۔

آج دنیا کے محروم انسان صلح و عدالت کے مدعی تمام اداروں سے مایوس ہو چکے ہیں۔ دنیا میں ہر طرف ظلم کی حکمرانی اور تجاوز و تعدی کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ انسانی اقدار اور اخلاقی اصول پائمال ہو رہے ہیں۔ ان حالات میں صرف اور صرف اسلام ہی ایک ایسا نظام ہے جو دکھی انسان کے مسائل اور مشکلات کا صحیح حل پیش کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس حساس مرحلے میں ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ اسلام کا عالمی سطح پر صحیح تعارف کرا کر امام زمانہؑ کے ظہور کے لئے زمین ہموار کریں تاکہ

Presented by Ziaraat.Com

آپ کے قدوم مبارک سے دنیا عدل و مساوات سے بھر جائے اور ظلم و فساد کا خاتمہ ہو سکے۔

خداوند متعال سے دعا ہے کہ ہمیں آنحضرتؑ کے حقیقی منتظرین میں شامل ہونے کی توفیق عنایت فرمائے۔آمین

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُه

السید عارف حسین الحسینی

Presented by Ziaraat.Com

ماہ رمضان کی مناسبت سے قائد شہیدؒ کا پیغام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ"

ہماری طرف اللہ کا مہینہ برکت' رحمت اور مغفرت کا پیغام لے کر بڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مہینوں سے افضل مہینہ ہے۔ یعنی رمضان کا مہینہ اسلام کا مہینہ پاکیزگی کا مہینہ تصفیہ و تطہیر کا مہینہ عبادت و قیام کا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں قرآن نازل ہوا۔ اب جبکہ اس ماہ مبارک کے شروع ہونے میں چند روز باقی ہیں تو آپ کو چاہئے کہ سوچیں اور خداوند متعال کی طرف متوجہ ہوں اور اپنے آپ کو خداوند کریم کی شاندار دعوت میں شرکت کے لئے آمادہ کریں۔ کیونکہ اس مہینے میں بندوں پر رحمت کے دروازے کھلے ہوتے ہیں لہٰذا اپنے نفس پر قابو پاتے ہوئے خواہشات نفسانی کو کچل دیں اور مادیت کے حصار کو توڑ کر روحانیت اور معنویت کی فضا کی طرف پرواز کریں۔

یہ ہمارے لئے کئی لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے جہاں اس ماہ میں قرآن نازل ہوا وہاں اسی ماہ میں ولادت و شہادت آئمہؑ بھی ہیں۔ ولادت امام حسن علیہ السلام اور شہادت امیر المومنین علیہ السلام کے ایام ماہ مبارک میں کئی پیغام اور درس دیتے ہیں یہ ایام تقویٰ و پرہیز گاری' جہاد و شہادت اور عبادت و قیام کا سبق دیتے ہیں ان ایام کو خصوصیت سے منائیں۔

چونکہ اس ماہ خود سازی کا عمل عروج پر ہوتا ہے اور بندہ ہر لحظہ اور ہر گھڑی خدا کے قریب ہوتا ہے اسی طرح آپ جس تنظیم کے حوالے سے بھی دین اسلام کی خدمت میں مصروف ہیں سوچیں اور غور کریں کہ آیا ہم نے اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقہ سے سر انجام دیا ہے۔ اس مہینے کو احتساب و محاسبہ اور تزکیہ نفس کا مہینہ قرار دیں۔

ہمیں چاہئے کہ اس ماہ میں خصوصیت کے ساتھ اندرون اور بیرون ملک

Presented by Ziaraat.Com

ہفتہ نزول قرآن کی مناسبت سے قائد شہید " کا پیغام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (القرآن)

ماہ مبارک رمضان جہاں اور فضیلتوں کا حامل مہینہ ہے نزول قرآن اس ماہ کی برکات وفضیلت میں مزید اضافہ کا باعث ہے مسلمانان عالم ہر سال اس مبارک مہینہ کے عشرہ آخر میں جشن نزول قرآن مناتے ہیں۔ مسلمان کیوں نزول قرآن پر جشن نہ منائیں جبکہ مسلمانوں کی عزت و عظمت سب کچھ قرآن پاک کی برکت سے ہے۔ خود قرآن مجید میں خداوند تبارک وتعالی فرماتا ہے۔

"وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ" (نحل ۔ ۸۹)

یعنی قرآن پاک سارے معارف وحقائق کا جامع حقیقت بیان کرنے والا اور اہل تسلیم افراد کے لئے ہدایت، رحمت اور بشارت کی کتاب ہے۔

قرآن جو سراسر ہدایت ہے جو ہموار راستے کو گڑھے سے جدا کرتا ہے یہ کتاب "لاریب" وہ منزہ کتاب ہے کہ جس میں باطل کا معمولی سا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ یہ کتاب نور و ہدایت جس میں زندگی کے تمام مسائل کا حل موجود ہے اور تمام انسانی اخلاقی ضوابط کا مکمل مجموعہ ہے اس بارے میں رسول گرامیؐ فرماتے ہیں۔

" اِذَا الْتَبَسَتْ عَلَيْكُمُ الْفِتَنُ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ فَعَلَيْكُمْ بِالْقُرْاٰنِ"

یعنی جب ہر طرف سے تم پر تاریکیاں حملہ آور ہوں یعنی سامراجی تمدن کی تاریکیاں اور جاہلانہ افکار اپنی تمام درندگی کے ساتھ تمدن اور تہذیب کے نام پر حملہ آور ہوں تو اس وقت مسلم معاشرے کی ہدایت کے لئے ایک روشنی اور نہ بجھنے والا چراغ موجود ہو گا جس کا نام قرآن ہے قرآن کے دامن میں پناہ لے کر اس کی

Presented by Ziaraat.Com

مسلمانوں کی حالت زار کا مشاہدہ کریں اور اپنی ذمہ داریوں کا تعین کریں۔ جہاں آپ حق و باطل کی جنگ میں حق کی کامیابی یعنی لشکر اسلام کی بازیابی کے لئے دعا کریں وہاں مظلوم لبنانیوں بے گھر فلسطینیوں پناہ گزین مسلم افغانیوں اور ظلم کے چنگل میں محبوس مصریوں اور کویتیوں اور ہندوستانی مسلمانوں کے حق میں بھی دعا کریں کہ خداوند کریم ظالم حکمرانوں کو نابود کرے اور ہر جگہ اسلامی حکومتیں قائم ہوں۔ یہی وجہ ہے عالمی کفر و استکبار کی بڑھتی ہوئی یلغار کو دیکھتے ہوئے امام خمینی نے اسی بات میں مصلحت سمجھی اور حکم دیا کہ جمعتہ الوداع کو یوم القدس قرار دیں تاکہ اللہ سے منسوب ماہ میں مسلمانوں کے اولین قبلہ کی آزادی کے لئے جد وجہد کا آغاز کریں لہٰذا یوم القدس کو پہلے سے زیادہ شاندار طریقہ سے منائیں۔

اس ماہ کی برکتوں سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کے لئے تحریک کی طرف سے ہفتہ قرآن منانے کا جو پروگرام ترتیب دیا گیا ہے اس ہفتہ کو بھرپور طریقہ سے پورے ملک میں منایا جائے تاکہ موالیان اہل بیت اطہار علیہم السلام کے خلاف جو غلط اور بے بنیاد پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے اس کو ناکام بنا دیں۔

آخر میں اس امر کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا ضروری خیال کرتا ہوں کہ عالمی کفر و استکبار کی نابودی اور اسلام و مسلمانوں کی فتح کا راز اس میں ہے کہ ہم اتحاد و یگانگت کی فضا پیدا کریں اور اس کا عملی نمونہ پیش کریں کیونکہ اتحاد امت اسلامیہ کے ذریعے ہی قدس آزاد ہو سکتا ہے اور اسی وحدت کے قائم ہونے کے بعد ہی ہم اسرائیل جیسی منحوس چیز کو صفحہ ہستی سے مٹا سکتے ہیں۔ اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم علماء کرام و مقررین حضرات اور بالخصوص آئمہ جمعہ و جماعات سے توقع کرتے ہیں کہ ماہ صیام میں جمعہ کے خطبات اور تقاریر میں اتحاد امت مسلمہ کو اہمیت دیں تاکہ کفر جہانی کی شکست کے اسباب پیدا کر سکیں۔

والسلام
عارف حسین الحسینی

Presented by Ziaraat.Com

پیروی کرو گے تو نجات پاؤ گے۔ جہاں پر ہم خود قرآن کے مطالب درک کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں تو وہاں مسلمانوں کو حاملین اور معلمین قرآن اور اس کے عدیل و ثقل اصغر یعنی اہل بیتؑ کی طرف رجوع کرنا چاہئے جیسا کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا

"اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَبَداً"

اس مطہر کتاب کا ہدف انسانی ہدایت و تکامل ہے اور انسان کو بصیرت عطا کرتی ہے تاکہ اسی طرح انسان ادراک الٰہی اور معرفت خدائی حاصل کرے اور جہل و غفلت اور گمراہی کے گرد و غبار میں اٹے ہوئے انسان کو پاک و منزہ کرے اس کے سوئے ہوئے افکار کو بیدار کرے۔ مادہ پرستی کی ظلمتوں اور تاریکیوں سے نکال کر اور سعادت ابدی کی طرف لے جائے ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب تک مسلمان الٰہی کتاب کی تعلیمات پر عمل پیرا تھے عزت و عظمت بزرگواری اور وقار کے ساتھ زندگی گزارتے رہے یہ بے بس اور مظلوم افراد کی پناہ گاہ بنے رہے۔ مستضعف اقوام ان کی خیر و برکتوں سے مستفیض ہوتے رہے لیکن جب سے مسلمانوں نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا غیر قوموں کی تہذیب کو اپنایا خصوصاً مغرب کی ہر بات کو وحی مُنـــزَل سمجھ کر اس کو اپنانے کی کوشش کی اور اس پر عمل کرنے میں مصروف رہنے لگے اس وقت سے مسلمانوں پر بدبختی اور ذلت کے دروازے کھل گئے وہی مسلمان جو کل تک دوسری قوموں کے آقا و پیشوا تھے آج خود مغرب و مشرق کے رحم و کرم پر زندگی گزار رہے ہیں۔

آج طاغوتی قوتیں مسلمان ممالک کو آپس میں لڑا کر اپنی مفادات کی خاطر استعمال کر رہی ہیں مسلمانوں کی تقدیر کے فیصلے روس و امریکہ میں ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اب تک مسلمان نہ قدس کا مسئلہ حل کر سکے اور نہ افغانستان کو آزاد کرا سکے۔ تاکہ ان عظیم اہداف سے مسلمانوں کی توجہ ہٹانے کی خاطر طاغوتی

Presented by Ziaraat.Com

قوتوں نے ایک اسلامی ملک جس میں اسلامی انقلاب برپا ہو چکا ہے جنگ مسلط کی اور اس عظیم اسلامی انقلاب کو ناکام بنانے کی سازشوں میں مصروف ہیں۔ آج اگر مسلمان اس ذلت آمیز حالت سے نکلنا چاہتے ہیں اور......حل چاہتے ہیں تو چاہئے کہ مسلمان قرآن کی طرف پلٹ آئیں اور.... مشرکین و ملحدین سے اپنے رشتے توڑ کر قرآن سے اپنے رشتے کو مضبوط کریں۔ قرآنی تعلیمات پر عمل کر کے اپنے ممالک سے مغربی یا مشرقی فاسد تمدن کی بیخ کنی کریں اور قرآن پر مبنی اسلامی نظام قائم کرنے کی سعی کریں اپنی اجتماعی اور انفرادی زندگی میں قرآن کو مشعل راہ بنائیں۔

آج ہمیں بڑی خوشی ہے کہ پاکستان میں فرزندان قرآن نزول قرآن کے مبارک مہینہ میں ہفتہ قرآن منا رہے ہیں اور قرآن کے ساتھ تجدید عہد کر رہے ہیں اور اس مناسبت سے مختلف قسم کے پروگرام تشکیل دے چکے ہیں مجھے امید ہے کہ آئندہ بھی ہفتہ قرآن کو شایان شان طریقہ سے منایا جائے گا اور قرآن پر خصوصی توجہ دیتے رہیں گے۔

خداوند متعال مسلمانوں کے افکار اور عقول کو تعلیمات قرآن و اہل بیت اطہار علیہم السلام سے منور فرمائے۔ آمین

وَالسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلىٰ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ

عارف حسین الحسینی

رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ

Presented by Ziaraat.Com

پیغام قائدؒ بمناسبت یوم انہدام جنت البقیع

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آٹھ شوال کا دردناک دن ایک بار پھر اپنے دامن میں غم کی ہزار داستان لئے ہوئے آرہا ہے اور مسلمانوں کے دل اس درد ناک داستان سے ایک بار پھر خون کے آنسو بہا رہے ہیں۔ آل سعود کے کارنامے ہمیشہ کے لئے اسلامی تاریخ میں سیاہ باب کے طور پر محفوظ رہیں گے۔ آل سعود نے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے مسلمانوں کو مشرک قرار دے کر قتل عام کیا۔ آئمہ اہل بیتؑ اور صحابہ کرامؓ کی قبور کو منہدم کیا اور مسلمان تماشائی بنے بیٹھے رہے۔ نتیجتاً دیکھا گیا کہ آل سعود کی جرات اتنی بڑھ گئی کہ حرم امن الٰہی کی حرمت کو پائمال کرتے ہوئے سینکڑوں حجاج بیت اللہ کا قتل عام کیا اور اپنے اس عمل سے ثابت کر دیا کہ ان کی نظر میں نہ قبور اولیاء اللہ کی کوئی قدرو قیمت ہے اور نہ ہی توحید و مرکز وحی پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ یہ خاندان جو برطانوی استعمار کی پشت پناہی سے سر زمین حجاز مقدس اور حرمین پر مسلط ہوا ہے اس خاندان نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ آثار اسلامی کو ایک ایک کر کے مٹا دیں اگر مسلمانوں نے متحد ہو کر اس استعماری ایجنٹ سے حرمین شریفین کو آزاد نہ کرایا تو قبر مطہر نبی کریمؐ کو بھی معاف نہیں کریں گے۔ حرمین شریفین پر اس خاندان کی اجارہ داری نہ تو عقل کی رو سے اور نہ ہی شرع اسلام کی رو سے جائز اور قابل قبول ہے تاریخ شاہد ہے کہ کئی دفعہ آل سعود نے مختلف ممالک کے حجاج کو اپنے سیاسی مفادات اور اختلاف کی بناء پر حج جیسے واجب فریضہ سے محروم کیا ہے۔ آج ہمارے ایرانی مسلمان بھائیوں کو حج سے روک رہے ہیں تو کل پاکستان یا کسی اور ملک کے مسلمانوں کو بھی روک سکتے ہیں۔ آل سعود حکمران جو پوری دنیا میں اپنے اخلاقی فساد، عیاشی اور بدکرداری کی وجہ سے بدنام ہیں کس طرح یہ اہلیت نہیں رکھتے کہ وہ حرمین شریفین پر قابض رہیں۔ حرمین شریفین کا تقدس اس بات کی

Presented by Ziaraat.Com

اجازت نہیں دیتا کہ فاسق و فاجر حکمرانوں کے زیر تسلط رہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ متحد ہو کر اٹھیں اور اپنے عقیدے اور مقدسات کی حفاظت کے لئے کمر بستہ ہوں آل سعود کے پنجوں سے حرمین شریفین کو آزاد کرانا سب مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے۔ حرمین شریفین کی تولیت صالح اور متقی افراد پر مشتمل کمیٹی کے سپرد ہونی چاہیے تاکہ حج کا مقدس فریضہ صحیح معنوں میں انجام دینے میں کوئی رکاوٹ نہ ہو اور عاشقان رسولؐ آزادی کے ساتھ زیارت قبر مطہر رسولؐ اور اہل بیتؑ سے مشرف ہو سکیں۔

مسلمانوں سے توقع ہے کہ اس سال آٹھ شوال یوم انہدام جنت البقیع کو شایان شان طریقے سے منائیں اور احتجاجی اجتماعات' جلسوں' جلوسوں اور دوسرے مناسب طریقوں سے آل سعود کے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں۔

خداوند متعال سے دعا ہے کہ مسلمانوں کو ظالم و فاسق حکمرانوں سے نجات دے کر ان کو سرفراز کامیاب بنائے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُه

سید عارف حسین الحسینی

۵ شوال المکرم ۱۴۰۸ھ

Presented by Ziaraat.Com

یوم انہدام جنت البقیع کی مناسبت سے

قائد" کا پیغام

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس آٹھ شوال یوم انہدام جنت البقیع ہم ایسے حالات میں منا رہے ہیں کہ آل سعود کی جنایات اور مظالم میں اضافہ ہو گیا ہے۔گزشتہ سال حج کے موقع پر حرم امن الٰہی میں سینکڑوں افراد کا قتل عام کرکے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جس طرح آل سعود نے جنت البقیع کے مبارک قبرستان اور مدینہ منورہ میں آثار اسلامی کو مسمار کرکے حرم نبویؐ کے تقدس کو مجروح کیا ہے اسی طرح مکہ معظمہ شہر امن میں نہتے حاجیوں پر حملہ کرکے سینکڑوں مرد و زن بچے بوڑھوں اور معذوروں کو شہید کر دیا ہے آل سعود کی نظروں میں نہ حرم نبویؐ کا کوئی احترام ہے اور نہ حرم الٰہی کا کوئی تقدس۔

سانحہ مکہ معظمہ سے واضح ہوتا ہے کہ آل سعود کے کیا عزائم ہیں۔جس طرح اوائل میں آل سعود نے جس انداز میں آثار اسلامی کو مسمار کرنا شروع کیا تھا کہ نہ اہل بیتؑ کے مبارک روضے ان کے مظالم سے بچے نہ صحابہ کی قبور اور نہ دوسرے اسلامی آثار۔ اگر مسلمین عالم کی طرف سے مسلسل دباؤ نہ ہوتا تو شاید آل سعود مسجد نبویؐ میں حضور پاکؐ کے روضہ کو بھی معاف نہ کرتی۔

اسی طرح آج پھر آل سعود نے اسلام اور اسلامی آثار کے خلاف بھرپور قدم اٹھایا ہے حرمین شریفین میں توسیع کے بہانے آثار اسلامی کو مٹانا شروع کیا ہے اور حج ابراہیمیؑ جیسی عبادت کے علاوہ دوسرے سیاسی اجتماعی پہلو بھی ہیں۔خصوصاً مشرکین سے برأت جو قرآن پاک کا صریح حکم ہے اس سے لوگوں کو منع کیا جا رہا ہے اور حجاج کی تعداد میں کمی کر رہی ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ جو سعودی خاندان کر رہا ہے وہ طاغوتی طاقتوں خصوصاً امریکہ کو خوش کرنے کے لئے کر رہا ہے۔

Presented by Ziaraat.Com

اگر پوری دنیا کے مسلمان مختلف طریقوں سے آل سعود پر دباؤ نہ ڈالتے اور آل سعود اپنے ناپاک اور اسلام دشمن عزائم میں کامیاب ہو گئے ہوتے تو مسلمانوں کے لئے المیہ ہوتا۔

آل سعود خود تو بہترین قصروں میں رہتے ہیں بلکہ پوری دنیا میں خصوصاً یورپ کے مختلف ملکوں میں ان کے اور ان کے شہزادوں کے بنگلے ہیں لیکن آل رسولؐ اہل بیتؑ علیہم السلام کی قبور پر بلب لگانا بدعت سمجھتے ہیں۔ جنت البقیع کا قبرستان خستہ حالت میں تاریکیوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

اے عاشقان رسولؐ اے پیروکار اہل بیت علیہم السلام اے فرزندان اسلام! اٹھو آل سعود کے منحوس چہرے سے اسلام کا پردہ اٹھاؤ۔ ان کے مظالم و جنایات سے دنیا کو آگاہ کراؤ۔ حرمین شریفین سارے مسلمانوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں ایک خاندان کا حرمین شریفین پر تسلط کسی لحاظ سے جائز نہیں۔

حرمین شریفین کو اس فاسد خاندان کے ہاتھوں سے آزاد کرا کے ایک ایسی کمیٹی کے سپرد کرو جو ہر لحاظ سے صلاحیت رکھتی ہو اور وہ کمیٹی جہاں دوسرے ضروری اقدامات کرے گی حج ابراہیمیؑ کو اصلی رخ پر ڈال دے گی وہاں جنت البقیع کے مظلوم قبرستان کے لئے بھی چارہ جوئی کرے گی۔ شایان شان طریقے سے تعمیر کر کے دنیا میں کروڑوں مسلمانوں اور پیروان و عاشقان رسولؐ اور آل رسولؐ کو زیارت کرنے کا موقع دے گی۔

اس سلسلے میں توقع ہے کہ آٹھ شوال یوم انہدام جنت البقیع کو شایان شان طریقے سے منائیں خصوصاً احتجاجی جلسے ٹیلیگرام اور مختلف پروگرام کریں۔

خداوند متعال سے دعا کرتا ہوں کہ مسلمانوں کو نا اہل حکمرانوں سے نجات دلائے اور معارف اسلام کو کما حقہ درک کرنے کی توفیق دے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ

عارف حسین الحسینی

Presented by Ziaraat.Com